یا عِبادی

مولانا عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ

Marfat.com

یادِ عباد

مولانا عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ

مرتب: ڈاکٹر زاہد اشرف

مکتبہ المنبر
زیر انتظام: عبدالرحیم اشرف ٹرسٹ

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء

نام کتاب: یَا عِبَادِی

مصنف: مولانا عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ

مرتب: ڈاکٹر زاہد اشرف

اہتمام: مکتبہ المنبر، عبدالرحیم اشرف ٹرسٹ

طبع: اوّل

طابع:

قیمت: 200 روپے

ڈسٹری بیوٹرز

کتاب سرائے
پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات
فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اُردو بازار، لاہور فون: 37320318 فیکس: 37239884
ای میل: Kitabsaray@hotmail.com

فضلی بک سپر مارکیٹ
اُردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون: 32212991-32629724

Marfat.com

فہرست

① عرضِ مرتب		5
② مصنفِ کتاب: ایک نظر میں		11

پارَہ بہ پارَہ

③ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ	21	17
④ وَمَنْ یَّقْنُتْ	22	27
⑤ وَمَا لِیَ	23	37
⑥ فَمَنْ اَظْلَمُ	24	46
⑦ اِلَیْهِ یُرَدُّ	25	56
⑧ حٰمٓ	26	66
⑨ قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ	27	75
⑩ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ	28	84
⑪ تَبٰرَکَ الَّذِیْ	29	93
⑫ عَمَّ	30	102

Marfat.com

فہرست

حدیث قدسی

⑬ خدا اور بندے کا تعلق 113

⑭ اللہ ظلم نہیں کرتا 116

⑮ اللہ ہی ہدایت دیتا ہے 121

⑯ کھانا اور لباس اللہ ہی دیتا ہے 130

⑰ اللہ ہی گناہ معاف کرنے والا ہے 145

⑱ توبہ اور استغفار کے فوائد 161

⑲ یا اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما 169

⑳ مغفرت طلبی کے چند نمونے 178

㉑ اللہ کی بادشاہت 182

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتّب

قرآنِ مجید، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتبِ ہدایت میں سے، سب سے آخری کتابِ ہدایت ہے، لیکن اپنے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے، ان سب سے اعلیٰ و برتر۔ اسے نہ تو ایک قوم کے لئے اتارا گیا اور نہ ہی کسی مخصوص خطے کے باسیوں کے لئے، تعیینِ مدت کے حوالے سے بھی یہ ان سب سے فائق تر، اس لئے کہ قیامت کے بپا ہونے تک اب یہ اکلوتا نسخۂ ہدایت ہے، اس کی جامعیت و حتمیت اور قطعیت بھی دیگر کتبِ سماویہ سے فزوں تر۔ وہ سب تبدیلیوں سے بچ نہ پائیں اور ہر ناطے سے اس کی حفاظت کا ذمہ اسے بھیجنے والی ذاتِ اقدس نے خود لیا ہے۔ کتنی ہی مذموم کاوشیں ہو چکیں، لیکن اس کا ایک شوشہ تک بدلنا بھی کسی کے لئے ممکن نہیں رہا۔

روزِ قیامت تک، اس کرۂ ارض پر بسنے والے ہر ذی شعور متنفس کو اگر راہِ ہدایت کا راہی بننا ہے اور حقیقی منزل کے ادراک سے بہرہ ور ہونا ہے تو یہ سب کچھ صرف اسی کتاب کی طرف رجوع کئے بنا ممکن نہیں۔ اس کی تعلیمات کو حرزِ جاں بنا کر اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر ہی تخلیقِ انسان کے اصل ہدف کو پایا جا سکتا ہے، ہدایت کی اس شاہراہ پر چلا سکتا ہے جو اسے منزل تک پہنچا دیتی ہے۔

قرآنِ مجید وہ کتابِ انقلاب ہے جو افراد اور اقوام دونوں کی کایا پلٹ دیتی ہے۔ یہ پستی کے مکینوں کو ہمدوشِ ثریا اور ذلت میں گھرے ہوؤں کو عروج و سربلندی سے ہم کنار کر سکتی ہے۔ رسولِ مقبول علیہ الف الف تحیات و تسلیم کا فرمان ہمیں یہی تو بتلاتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ۔ (مسلم:1897)

اللہ عزوجل اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعے کچھ اقوام کو رفعت و سربلندی سے نوازتے ہیں، جبکہ چند دیگر کو اسی کی وجہ سے ذلت و پستی میں گرا دیتے ہیں۔

اس ارشادِ گرامی میں بیان کردہ اصول بڑا واضح اور روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ وہ اقوام جو اس کتابِ ہدایت کے مطابق اپنی زندگی گزارتی ہیں، اس کے احکامات پر عمل پیرا ہوتی ہیں اور اس کی

Marfat.com

تعلیمات کو اپناتے ہوئے اپنے شب و روز بسر کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی عروج و سربلندی سے نوازتے ہیں جبکہ آخرت کی سرخ روئی تو ان کا مقدر ہوتی ہی ہے۔ قرآنِ مجید کی بدولت وہ امامتِ اقوامِ عالم سے سرفراز ہوتی ہیں۔ ہماری چودہ سو سالہ تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ جب جب ہم نے اس آخری کتابِ ہدایت کا دامن پکڑا، اسے اپنے لئے مشعلِ راہ بنایا، اس کی تابانیوں سے اپنے مَن اور ماحول کے اندھیروں کو زائل کیا، تب تب رفعتیں ہمارے پاؤں کی دھول بنتی چلی گئیں، اور عظمتیں ہم پر نچھاور ہوتی رہیں۔ اس کے برعکس ہم نے جب بھی اس نسخۂ کیمیا سے اعراض برتا، اس کے احکامات کو پسِ پشت ڈالا اور اس کی تعلیمات سے انحراف کیا، ہم ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئے اور دنیا بھر میں ہماری جگ ہنسائی کا سامان ہوتا رہا۔ کیا اُمتِ مسلمہ کی آج کی اندوہناک صورتِ حال اس تلخ حقیقت کی غماز نہیں ہے؟ ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمان کرۂ ارض پر بستے ہیں، اس کے باوجود وہ ہر حوالے سے ذلیل و رسوا ہی نہیں ہیں، جابجا ان کا لہو بھی پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ مسلمان بچوں، مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور جوانوں سبھی کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہے۔ قرآنِ مجید سے اعراض کے باعث ہم ذلت و پستی کے مکیں بن چکے ہیں۔ اقبال علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا تھا:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

مولانا عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ وغفرلہ کی زندگی بھر کا مشن یہی رہا کہ اُمتِ مسلمہ کے ایک ایک فرد کا تعلق اور ناطہ قرآنِ مجید کے ساتھ مستحکم کیا جائے۔ اس حوالے سے ان کی مساعی کا دائرہ کثیر الجہتی تھا۔ جامعہ تعلیمات اسلامیہ کی تاسیس میں یہی مشن ایک اہم اساس کے طور پر موجود تھا۔ اس کا اظہار انہوں نے طلبۂ جامعہ تعلیمات اسلامیہ، یومِ والدین کی تقاریب، جامعہ میں منعقدہ قومی و بین الاقوامی سطح کے اجتماعات اور اپنے خطبۂ ہائے جمعہ میں بارہا کیا۔ جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے نصاب میں بھی یہ مشن ایک ہدف کے طور پر جلوہ گر تھا اور ہے۔ انہوں نے جامعہ کے علاوہ مختلف مساجد و مراکز میں بھی ہفتہ وار اور ماہوار دروس ہائے قرآن کا سلسلہ مدتِ مدید تک جاری رکھا اور لوگوں کو قرآنی احکامات و تعلیمات سے روشناس کرانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب تسلسل کے ساتھ دی۔ مزید برآں ان کی صحافتی اور اشاعتی سرگرمیاں بھی اسی امر کی غماز رہیں کہ وہ قرآنِ مجید کی بنیاد پر اُمتِ مسلمہ کے نونہالوں، نوجوانوں اور مرد و زَن کو عروج و سربلندی کی طرف رواں دواں

Marfat.com

دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسی مقصد کے لئے انہوں نے دعوتی اور ابلاغی ذرائع کا بھی بھرپور استعمال کیا۔

فیصل آباد میں ریڈیو سٹیشن کے قیام میں ایک حد تک ان کا بھی کردار تھا۔ جب ''یہ ریڈیو پاکستان فیصل آباد ہے'' کی آواز لہروں کی دوش پر سامعین کی سماعتوں سے ٹکرانے لگی تو اس ادارے کے اوّلین مقررین میں مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی شامل تھا۔ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باعث وہ اس سلسلے کو طویل عرصے تک جاری نہ رکھ سکے۔ البتہ اس ادارے کے ساتھ ان کے تعلق و رابطہ کے عرصے میں قرآنِ مجید کا حوالہ بڑا مستحکم و توانا رہا۔ وہ کسی ریڈیائی سیمینار میں شریک ہو رہے ہوں، مقرر کے طور پر کوئی تقریر ریکارڈ کروا رہے ہوں یا مقالہ نگار کی حیثیت سے کسی پروگرام میں شریک ہوں، قرآنی تعلیمات کی ضیاء پاشیوں سے وہ انہیں منور کرتے رہے۔ انہی ابلاغی سرگرمیوں کا ایک وقیع حصہ 1404ھ/1984ء کے رمضان المبارک میں منصۂ شہود پر آیا۔ انہیں یہ ذمہ داری تفویض کی گئی وہ قرآن مجید کے آخری دس پاروں کا خلاصہ قلم بند کریں۔ قرآن مجید سے ان کی انتہائی گہری وابستگی کی بدولت، ان کی کثیر الجہتی مصروفیات کے باوجود، یہ کام کچھ یوں پایۂ تکمیل تک پہنچا کہ وہ مسودہ قلم بند کر کے میرے سپرد کر دیتے کہ میں اسے مربوط انداز میں لکھ کر ان کے حوالے کر دوں تا کہ وہ اس کی ریکارڈنگ کروا آئیں۔ انہوں نے ابتدائی ایک یا دو پروگرام تو ریکارڈ کروا دیئے، لیکن اس کا تسلسل برقرار رکھنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ میں جہاں ان کے مسودے کو ازسرِ نو لکھنے کا کام بھی سرانجام دیتا رہوں وہیں ریکارڈنگ بھی میں ہی کروا دیا کروں۔ چنانچہ وہ شام یا رات گئے کسی وقت مسودہ بالا اقساط میرے سپرد کرتے جاتے، میں اسے صاف کر کے لکھتا چلا جاتا اور تکمیل کے بعد خود ہی ریڈیو سٹیشن کا رخ کرتا اور ریکارڈنگ کروا آتا۔ یوں تحریر ان کی ہوتی اور آواز میری۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ وہ ساری رات لکھنے میں مصروف رہے۔ تحریر مقررہ وقت سے زیادہ طویل ہو گئی تو انہوں نے ''خلاصے'' کے مسودے کے ہمراہ ایک چھوٹی سی چٹ لکھ رکھی ہوتی تھی کہ تحریر کی طوالت کو خود ہی کانٹ چھانٹ کر کے مقررہ وقت کے مطابق کر لیں۔ چنانچہ دو ایک بار یہ فریضہ بھی مجھے ہی سرانجام دینا پڑا۔

زیرِ نظر کتاب یا عبادی کا پہلا حصہ 21 ویں سے 30 ویں پارے کی تلخیص پر مشتمل ہے۔ ریڈیو کے اس پروگرام کا عنوان تھا: ''پارہ بہ پارہ''۔ یہ سلسلہ 21 رمضان المبارک 1404ھ بمطابق 21 جون 1984ء سے لے کر 29 رمضان المبارک 1404ھ/ 29 جون 1984ء تک جاری

Marfat.com

رہا۔21 ویں پارے سے 29 پارے تک خلاصہ صبح سوا سات بجے نشر ہوتا رہا۔ جبکہ 30 ویں پارے کا خلاصہ بھی 29 رمضان المبارک کو ہی 11.05 بجے قبل دوپہر نشر ہوا۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ پارے کا نمبر اور ہجری وعیسوی دونوں تاریخیں ایک جیسی تھیں۔ مبادا رمضان المبارک 29 دنوں پر ہی مشتمل ہو، 29 تاریخ کو ہی 29 ویں اور تیسویں پارے کا خلاصہ دو مختلف اوقات میں نشر کر دیا گیا۔

اس کتاب کا دوسرا حصہ ایک حدیث قدسی کی شرح پر مشتمل ہے جو مولانا عبدالرحیم اشرف علیہ الرحمہ نے 1379ھ/1959 میں قلم بند کی اور یہ المنبر کے درج ذیل مختلف شماروں میں بالاقساط شائع ہوتی رہی:

پہلی: ستمبر/ ربیع الاوّل	دوسری: ربیع الثانی اوّل/اکتوبر
تیسری: ربیع الثانی دوم/ 17-24 اکتوبر	چوتھی: جمادی الاولیٰ دوم/ 17-24 نومبر
پانچویں: جمادی الاخریٰ اول/ 3-10 دسمبر	چھٹی: جمادی الاخریٰ دوم/ 17-24 دسمبر 1959ء
ساتویں: رجب دوم 1379ھ/ 17 جنوری 1960ء	آٹھویں: رمضان المبارک 1379ھ/17 مارچ 1960ء

آٹھویں قسط میں حدیث قدسی کے دس میں سے آٹھ نکات کی تشریح مکمل ہوگئی۔ باقی دو نکات کی تشریح المنبر کے فی الوقت دستیاب ریکارڈ سے نہیں مل سکی۔ ہم نے امکانی حد تک المنبر کی ساری جلدیں بار بار دیکھ ڈالیں۔ اس حدیثِ قدسی کی تشریح کی مکرر اشاعت بعد میں دو مرتبہ ہوئی، لیکن دونوں بار ہی ان آٹھوں اقساط میں سے صرف چند اقساط شائع ہوسکیں۔ یوں حدیثِ قدسی کے دس نکات میں سے آخری دو کی تشریح کہیں سے بھی نہ مل سکی۔ ان دو اقساط کے نہ مل سکنے کے دو احتمالات ہو سکتے ہیں۔ اولاً یہ کہ ان کی تشریح لکھی ہی نہ جا سکی ہو۔ اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ پہلی ساتوں اقساط میں ہر قسط کے آخر میں ''جاری'' یا ''باقی'' کا لفظ موجود ہے، جبکہ آٹھویں قسط کے اختتام پر ایسا کوئی لفظ نہیں لکھا گیا۔ اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مولانا عبدالرحیم اشرف علیہ الرحمہ نے آخری دو نکات کی تشریح قلم بند ہی نہیں کی، یا ان کی دیگر مصروفیات نے اسے ورطہ تحریر میں لانے کی اجازت ہی نہیں دی۔ یہ اس لئے بھی ممکن ہے کہ ان کا ارادہ علامہ محمد المدنی کی احادیثِ قدسیہ کے بارے میں لکھی گئی کتاب الاتحاف السنية فی الاحادیث القدسية کی تلخیص اور ترتیبِ جدید دے کر اس کی ترجمانی و تفہیم کا تھا، لیکن وہ ایک حدیثِ قدسی کی بھی تکمیل نہ کر سکے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیثِ قدسی کی شرح تو مکمل کر لی ہو اور وہ شائع بھی ہوئی ہو، لیکن المنبر کے میسر ریکارڈ سے وہ شمارے دستیاب نہیں ہو سکے۔

Marfat.com

17 مارچ 1960ء سے 16 اکتوبر 1960ء تک کے عرصے کا صرف ایک شمارہ آزادی نمبر اگست 1960ء فائل میں ملتا ہے۔ باقی شمارے غائب ہیں۔ اغلب خیال یہی ہے کہ حدیثِ قدسی کے باقی ماندہ دو نکات کی تشریح ان مفقود شماروں میں موجود ہوگی۔ ان کی تلاش کا عمل جاری ہے۔ اگر المنبر کے یہ شمارے کبھی بھی دستیاب ہو سکے اور ان میں تشریح موجود بھی ہوئی تو ان شاء اللہ العزیز اسے آنے والے ایڈیشن میں شامل کر لیا جائے گا۔

یہ تو تھا یا عبادی کے دو حصوں کا اجمالی تذکرہ اور توضیح۔ رہا مسئلہ ان دونوں حصوں کے مطالب و مفاہیم کا، تو سچی بات یہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھے بغیر، ان کا ادراک ممکن ہی نہیں۔ مولانا عبدالرحیم اشرف علیہ الرحمہ نے قرآن مجید کے آخری دس پاروں کی تلخیص جس پیرائے میں کی ہے، وہ قرآن مجید سے ان کے والہانہ لگاؤ کا آئینہ دار بھی ہے اور اس امر کا غماز بھی کہ انہوں نے قرآنی مفاہیم کے بحرِ ذخار میں غواصی کر کے لآلی و جواہر کو مفاہیم و مطالب کے قالب میں ڈھال کر نذرِ قارئین کر دیا ہے۔ اس تلخیص میں عقیدے کا رسوخ بھی جلوہ گر ہے اور تبشیر و انذار کے مختلف رنگوں کی آمیزش بھی۔ بظاہر وہ مختلف پاروں کے مفاہیم کا خلاصہ سامع کے گوش گزار کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ ان کے درمیان معنوی تسلسل کو اجاگر کر رہے ہوتے ہیں، اور یہی یا عبادی کے حصہ اوّل کا امتیازی پہلو ہے۔

یا عبادی کا دوسرا حصہ جس حدیثِ قدسی کی تشریح پر مشتمل ہے، وہ حدیث اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلق کی کئی ایک جہات کا احاطہ کرتی دکھلائی دیتی ہے۔ اس حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اقتدارِ کلی کو انتہائی صراحت کے ساتھ آشکار کیا ہے۔ انسان جب اس ہمہ جہتی اقتدارِ مطلق کے عقیدے کو اپنے قلب و نظر میں سمو لیتا ہے تو اپنے خالق و مالک مقتدرِ حقیقی سے اس کا ناطہ و تعلق مکمل عبدیت کے قالب میں ڈھل جاتا ہے۔ اس عبدیت میں انسانوں کے درمیان باہمی سلوک و برتاؤ بھی شامل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلقات کا جامع منصوبہ بھی۔ ہدایت سے لے کر بنیادی انسانی ضروریات کی تکمیل کا ٹھوس لائحہ عمل، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ان کے اقتدارِ کامل کے عقیدے کو انسان کی نس نس میں اتارتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ انسان بنیادی طور پر خطا کا پتلا ہے، وہ قدم قدم پر گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ گناہوں کے مضرات سے نجات، استغفار کے ذریعے ممکن ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے استغفار کے ذریعے اس نقصان سے بچنے کا درس دیا ہے۔ مغفرت کے اس درس کو مولانا عبدالرحیم اشرف علیہ الرحمہ نے بڑے جامع

Marfat.com

اور مفصل انداز میں چار اقساط میں بیان کیا ہے۔ یہ چار اقساط ضخامت کے اعتبار سے حدیثِ قدسی کی تشریح کے غالب حصے پر محیط ہیں، جبکہ معنوی اعتبار سے بھی یہ انسانی زندگی کی کایا پلٹنے کے لئے انتہائی مؤثر انداز کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔

یا عبادی کے کلمات بظاہر حدیثِ قدسی سے ماخوذ ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی جملہ تعلیمات ہوں یا احادیثِ قدسیہ اور احادیثِ رسولؐ کے مشمولات، یہ سارے کے سارے ''عبادی'' (میرے بندوں) کی اصلاح، ان کی شخصیت کی تعمیر اور ان کے کردار کی تشکیل کے لئے ہی ہیں۔ آخری دس پاروں میں بھی یا عبادی کے الفاظ بار بار آئے ہیں۔ اس لئے ہم نے مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں کے زیرِ نظر مجموعہ کو یا عبادی سے موسوم کیا ہے۔

یا عبادی کے حصہ اوّل کی ترتیب نسبتاً آسان تھی، اس لئے اس کا پورا مسودہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا مکمل طور محفوظ تھا اور یک جا بھی، البتہ دوسرے حصے کو مرتب کرنے کا کام زیادہ دشوار تھا۔ جناب محمد سلیم جباری کی جہدِ مسلسل نے اس مشکل کام کو آسان بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ انہوں نے المنبر کی فائلوں کو کھنگالا اور مختلف برسوں میں شائع شدہ اقساط کو یک جا کر کے ترتیب کے عمل میں ٹھوس معاونت کی۔ انہوں نے دس پاروں کی تلخیص اور حدیثِ قدسی کی تشریح میں مذکورہ احادیثِ مبارکہ کے حوالہ جات کی تلاش کا عمل بڑی عرق ریزی سے کیا۔ میں ان کے بھرپور تعاون کے لئے ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ یا عبادی کی ترتیب و تدوین کے مختلف مراحل میں جناب ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم، جناب حکیم منصور العزیز، جناب مجاہد منصوری، جناب محمد سلیم جباری اور جناب سعد رفیع کی مشاورت نے اس اہم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے عمل کو آسان کیا۔ خوب صورت خطاطی بین الاقوامی شہرت کے حامل جناب حافظ انجم محمود اور ڈیزائننگ جناب عتیق الرحمٰن نے کی جبکہ کمپوزنگ کے عمل کو بڑی توجہ اور محنت سے محمد خالد اقبال نے سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازیں۔

''رمضان: تعمیرِ سیرت کا موسمِ بہار'' کی رمضان المبارک 1345ھ/2014ء میں اشاعت کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جو مولانا عبدالرحیم اشرف علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی قارئین اور خود ہمارے لئے حصولِ نفع کا ذریعہ بنائے اور توشہ آخرت بھی۔ آمین یارب العالمین۔

ڈاکٹر زاہد اشرف

Marfat.com

مصنف کتاب: ایک نظر میں

جیّد عالم دین و ماہر تعلیم ۔ ممتاز مبلغ و داعی، مقرر و خطیب، جری صحافی اور مصنف ۔ قومی و ملّی تحریکوں کے سربرآوردہ قائد ۔ وحدتِ اُمت کے علم بردار ۔ نفاذِ اسلام کی جدوجہد کے سرخیل اور دستِ شفا رکھنے والے طبیب و معالج ۔

دینی اور دعوتی و تبلیغی خدمات

خطبہ جمعہ: جامع مسجد منشی محلہ فیصل آباد میں تیس سال سے زائد خطابت ۔

دروس قرآن: جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے علاوہ فیصل آباد کی مختلف مساجد اور تعلیمی اداروں (کالجز اور یونیورسٹیز)، مزید برآں چنیوٹ، راولپنڈی و لاہور میں ہفتہ وار یا ماہوار حلقہ ہائے دروس قرآن ۔

تقاریر: متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے اجتماعات اور ہندوؤں و سکھوں کے میلوں اور تہواروں میں اسلام کی تبلیغ ۔ قیام پاکستان کے بعد مختلف اجلاسوں، سیمینارز، دعوتی و تبلیغی اجتماعات اور پاکستان نیشنل سینٹر میں دینی و ملّی موضوعات پر تقاریر ۔ ردّ قادیانیت پر قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں مختلف فورمز پر لیکچرز و تقاریر اور جامع مسجد منشی محلہ، فیصل آباد میں مختصر دورانیے کے کورسز ۔

تعلیمی و تربیتی اور تدریسی خدمات

- ۱۹۵۷ء میں فرقہ واریت سے یکسر پاک، قدیم جدید و تعلیم کے حسین سنگم اور عربی کی بطور زندہ زبان تدریس کے امتیازات کے حامل ادارے جامعہ تعلیمات اسلامیہ کی تاسیس ۔ اس ادارے کی دو شاخیں شہر کے وسط میں مختلف علاقوں میں قائم کی گئیں ۔
- مسلم اطباء کے عظیم ورثے طب اسلامی کی تدریس اور ترویج و ترقی کے لئے معیاری

Marfat.com

تعلیمی درس گاہ جامعہ طبیہ اسلامیہ کا ۱۹۶۸ء میں قیام۔

- علماء، وکلاء، ججز اور پروفیسرز کی اسلامی نظام عدل کے حوالے سے تیاری کے تعلیمی و تربیتی ادارہ قاضی انسٹی ٹیوٹ (معہد القضاء) کا ۱۹۸۱ء میں قیام۔ اس کے دیگر بانیوں میں مفتی زین العابدین اور میاں فضل حق رحمہما اللہ تعالیٰ شامل تھے۔
- نئی نسل کی اسلامی خطوط پر تربیت کے لئے قائم شدہ اداروں میں ٹھوس لائحہ عمل کی تیاری اور نفاذ۔ تربیتی ورکشاپس (چند روزہ سے چالیس روزہ تک) کا انعقاد۔
- قیام پاکستان سے قبل مدرسہ عربیہ شمسیہ، ویرووال (ضلع امرتسر) میں دینی علوم کی تدریس۔ جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں تفسیر قرآن مجید اور قادیانیت جبکہ قاضی انسٹی ٹیوٹ میں اسلامی عقائد، ایمانیات اور اسلامی نظام عدل کے حوالے سے تدریس اور لیکچرز۔

قومی و ملّی خدمات

تحریک خلافت، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء، تحریک نظام مصطفیٰ اور تحریک استحکام پاکستان میں قائدانہ کردار۔ موتمر عالم اسلامی اور رابطہ عالم اسلامی کے پلیٹ فارم سے وحدتِ امہ کے لئے ان تھک کاوشیں۔ جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے ۱۹۵۸ء تک اصلاح و تربیت اور نفاذِ اسلام کی جہدِ مسلسل۔ اتحادِ عالم اسلام کے لئے اسلامی دنیا کے ممتاز فکری و دینی اور سیاسی قائدین سے ملاقاتیں اور عملی تجاویز پر تبادلۂ خیال۔ ملک میں نفاذِ اسلام کے لئے مختلف سطحوں پر مشاورت، منصوبہ بندی اور عملی جدوجہد۔

تصنیفی، صحافتی اور اشاعتی خدمات

تصنیفات

① ارشاداتِ رسولؐ (اعتقادی ملّی و تہذیبی اور معاشی امور پر چالیس احادیث کی تشریح)

② رمضان: تعمیر سیرت کا موسم بہار۔ مرتب: ڈاکٹر زاہد اشرف، اشاعت: 1435ھ/ 2014ء

③ قادیانی غیر مسلم کیوں؟ (اہم موضوع پر مستند اور مدلل کتاب)

④ یادداشت (قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے جاری بحث کے

Marfat.com

دوران ارکان اسمبلی اور حکم رانوں کو پیش کی گئی مستند دستاویز جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب سے فوٹوسٹیٹ حوالہ جات کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم ثابت کیا گیا۔)

⑤ کیا جماعت اسلامی حق پر ہے؟

⑥ تذکرہ اراکین پاکستان طبی کانفرنس سرگودہا ڈویژن (اطباء کے احوال اور ان کے مجربات)

⑦ دینی، تربیتی، اصلاحی، تعلیمی اور نفاذِ اسلام کے موضوعات پر بیسیوں کتابچے۔

صحافتی

قیام پاکستان سے قبل

ماہنامہ اشاعۃ السنۃ ویرووال (ضلع امرتسر) میں ردِ قادیانیت پر مضامین تحریر کرنا اور ادارتی ذمہ داریاں نبھانا۔ مصرویروال کے نام سے مختلف رسائل کے لئے مضامین قلم بند کرنا۔

قیام پاکستان کے بعد

- ہفت روزہ المنیر کی چند سال تک اور روزنامہ اعلان کی کچھ عرصہ کے لئے ادارت۔
- ۱۹۵۸ء میں ہفت روزہ المنبر کے ڈیکلریشن کا حصول اور ۱۹۹۱ء تک اس کی مسلسل ادارت۔
- مئی ۱۹۵۸ء میں ماہنامہ راهنمائے صحت کا اجراء اور ۳۴ برس تک مسلسل ادارت۔
- اگست ۱۹۶۶ء میں پندرہ روزہ خبر نامہ طب کا آغاز اور ۱۸ برس تک مسلسل ادارت۔
- جمعیۃ الدعوۃ والاصلاح اور مجلس تحفظ ناموسِ رسالت کا قیام اور ان کے زیر اہتمام دینی، دعوتی، اصلاحی اور قومی و ملی موضوعات پر بیسیوں کتابچوں کی اشاعت۔
- مکتبہ المنبر کا قیام اور اس کے تحت کئی ایک وقیع دینی وفکری کتب کی اشاعت۔
- اشرف اکیڈمی کا قیام اور اس کے زیر اہتمام چند طبی کتب کی اشاعت۔

ملکی وملی اور دینی و جماعتی ذمہ داریاں اور مناصب

رکن مرکزی مجلس شوریٰ، جماعت اسلامی پاکستان۔ امیر جماعت اسلامی سرگودہا

Marfat.com

ڈویژن۔صدر موتمر عالم اسلامی، فیصل آباد ڈویژن۔رکن مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان۔رکن اصلاح جیل خانہ جات کمیٹی، پنجاب۔رکن مسجد الاٹمنٹ کمیٹی، فیصل آباد۔ رکن رویت ہلال کمیٹی، فیصل آباد۔رکن ڈویژنل مشاورتی کمیٹی، فیصل آباد۔رکن ضلعی انسدادِ منشیات کمیٹی، فیصل آباد۔

طبی خدمات ومناصب

- بانی اشرف لیبارٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ (معیاری طبی دواسازی کا قابل اعتماد ادارہ)
- ماہر طبیب، کامیاب معالج اور پاکستان میں معیاری طبی دواسازی کے ہراول دستے کا قابل افتخار نام۔
- یکے از بانیان پاکستان دواخانہ ایسوسی ایشن (پاکستان طبی فارما سیوٹیکل مینوفیکچررز ایسوسی ایشن)
- سینئر نائب صدر پاکستان طبی کانفرنس۔
- ۱۹۶۵ء میں اطبائے پاکستان کی قانونی طور پر رجسٹریشن میں دیگر قائدین طب کے ہمراہ اہم کردار۔
- ۱۹۸۲ء میں پاکستان حج میڈیکل مشن میں اطباء کی شمولیت کے تاریخی اعزاز کے حامل۔

بیرونی تبلیغی ومطالعاتی دورے

سعودی عرب، سوڈان، چین، برطانیہ، بھارت۔

27-28 جون 1996ء کی درمیانی شب پاکستان اور عالم اسلام کا یہ

بطلِ جلیل داعیٔ اجل کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ملأ اعلیٰ کے حضور جا پہنچا۔

Marfat.com

پارہ بہ پارہ

Marfat.com

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ

یقیناً یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔

بنی اسرائیل ۱۷:۹

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا

کیا یہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟

یا ان کے دلوں پر ان کے تالے لگ گئے ہیں۔

محمد ۴۷:۲۴

Marfat.com

پارہ بہ پارہ
خلاصہ

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ

21

سورۃ العنکبوت

ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کی 29 ویں سورۃ العنکبوت ہے۔عربی زبان میں مکڑی کا نام العنکبوت ہے۔اس سورہ کی آیت نمبر 41 میں یہ لفظ وارد ہوا ہے۔ مضمون زیرِ بحث تھا، کفار ومشرکین کے عقائد اور زندگی کے بارے میں ان کے تصورات، ان تصورات کے دلائل اور دینِ حق کے ان منکرین کا انجام۔ارشاد فرمایا گیا:

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝

وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا، اپنے سرپرست اور آقا بنا رکھے ہیں، ان کی حالت تو مکڑی جیسی ہے جس نے گھر بنایا اور مکڑی کا گھر تمام گھروں سے زیادہ بودا ہے بشرطیکہ یہ لوگ حقیقت سے آگاہ ہوں۔

ہر عام وخاص بخوبی جانتا ہے کہ مکڑی کے جالے کو گھر کہنا اور گھر سمجھنا مضحکہ خیز ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ایک پھونک سے جو چیز اڑ جائے اور ہوا کا ادنیٰ سا جھونکا جس کا تانا بانا بکھیر دے، ایسی چیز کو گھر کہنا اور اس کے سہارے جینا، عقل و دانش کی موت کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

اس سورہ میں، اللہ سے غافل اور اس کے بتائے ہوئے اصولوں اور عقائد کے خلاف، ذاتی بنائے ہوئے ڈھکوسلوں کے سہارے پر جینے والوں کے تمام بنیادی عقائد و افکار کو

Marfat.com

زیرِ بحث لاکر ان کا کھوکھلا پن واضح کیا گیا ہے اور بوضاحت ماضی کی چند اہم اقوام اور اُمتوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ :

مَدْیَن کے باشندوں نے دین کی دعوت کو ٹھکرا کے بے ایمانی، سود، کم تولنے اور دھوکہ دہی جیسی برائیوں کو اختیار کیا تو ربِّ ذوالجلال نے اُسی زمین میں زلزلہ بپا کیا جس پر انہوں نے گھر بنا رکھے تھے اور چند ہی لمحات کے بعد، یہ گھر ان کی قبریں بن چکے تھے۔ اور اسی طرح مشہور ترین حکمرانوں اور مالی وسائل پر قابض عاد و ثمود، فرعون و قارون اور ہامان قسم کے لوگوں کا انجام ہوا۔

اسی کے ساتھ ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کو آغاز ہی میں متنبہ کیا گیا کہ خبردار! تمہیں اس غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ زبان سے ایمان کا دعویٰ ہی کافی ہے اور جس نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ مومن ہے، اسے اسی اعلان کی بنیاد پر ہی مومن تسلیم کر لیا جائے گا اور ان انعامات کا مستحق قرار دے دیا جائے گا جن کا وعدہ سچے ایمان والوں سے کیا گیا ہے۔ سورہ کے آغاز میں فرمایا گیا :

أَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ○ (آیت:2)

کیا لوگ یہی گمان کیے بیٹھے ہیں کہ ان کے اتنا کہہ دینے پر ہی انہیں چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا۔

درانحالیکہ ہم نے اب سے پہلے ایمان کا دعویٰ کرنے والے ہر شخص اور گروہ کو آزمایا اور امتحان کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان میں سے کون اس دعویٰ میں سچا اور کون جھوٹا ہے۔

اس سورہ کی 44 آیات بیسویں پارے کا حصہ ہیں۔

اکیسویں پارہ کا آغاز ایک اہم اسلامی اصول کی وضاحت سے ہوا۔ فرمایا گیا :

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ○

(آیت:45)

Marfat.com

پڑھتے رہیے، اس وحی کو جو کتاب اللہ کی صورت میں آپ کو دی گئی اور نماز کو قائم کیجئے۔ لاریب نماز تمام قسم کی بے حیائیوں اور برائیوں سے باز رکھتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی نعمت اور ذریعہ کامرانی ہے اور آگاہ ہو کہ اللہ تمہارے اعمال سے کماحقہ باخبر ہے۔

یہ تین ذاتی امور تھے یعنی کتاب اللہ کی تلاوت کا تسلسل، اقامت صلوٰۃ کا کماحقہ اہتمام اور ذکرِ الٰہی کا دوام، ان تینوں سے وہ شخصیت تیار ہوتی ہے جو دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کو راہِ حق کی دعوت دینے اور انہیں بُرے انجام سے آگاہ کر کے نیکی اور کامیابی کے راستے پر لے چلنے کی صلاحیت سے بہرہ وَر ہوتی ہے۔

انہی صفات کی حامل اصحابِ ایمان شخصیات اور اربابِ اعمال صالحہ سے فرمایا گیا:

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۝ (آیت:46)

اور ان لوگوں کو جو اس دنیا میں آسمانی مذاہب اور ان کتابوں پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، ان سے جھگڑنے سے گریز کیجئے۔

یہ لوگ اگرچہ حق سے منحرف ہو چکے ہیں (جیسے یہودی اور عیسائی) لیکن آپ انہیں اس مشترک بنیاد پر جمع ہونے کی دعوت دیجئے جو وحیِ الٰہی کی صورت میں موجود ہے، اور جس طرح آپ قرآن مجید کو مانتے ہیں، یہ لوگ بھی انجیل وتورات کو اللہ کی کتب تسلیم کرتے ہیں، اس لئے ان سے کہہ دیجئے کہ یہ تینوں کتابیں جس توحیدِ الٰہی کی دعوت دیتی ہیں، آیئے ہم سب ''نَحْنُ مُسْلِمُوْنَ'' کے مطابق سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اسی توحید کی بنیاد پر ''ایک ملت'' بن جائیں اور دنیا کو ایمان واعمالِ صالحہ سے ازسرِنو آباد کرنے کی مہم میں مصروف ہو جائیں۔

ذاتی ایمان واصلاح سے بین الاقوامی سطح پر حق کی اشاعت اور آسمانی دین کا بول بالا کرنے اور پوری دنیا کو اسلام کے مرکز پر جمع کرنے کی جدوجہد کی جانب اہلِ ایمان کو متوجہ کرنے کے بعد ان تینوں بنیادی عنوانات کی وضاحت فرمائی گئی جن سے اس پارہ کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے قرآن مجید...... اس کے بارے میں اس سورۃ کی آیات 47 تا 52 میں فرمایا گیا

Marfat.com

کہ یہ کتاب، جو آپ پر نازل کی گئی، رہتی دنیا تک کے ان تمام انسانوں کے فکری، نظری اور اعتقادی مسائل کے حل کا مرکزِ اساسی رہے گی جو صداقت کے طالب اور ضد وعناد سے پاک ہیں۔ یہ کتابِ برحق، قصے کہانیوں اور لہو ولعب کے طور پر پڑھے جانے والے افسانوں اور ناولوں کی تمام سطحی باتوں سے پاک اور کھلے دلائل وحقائق پر مبنی راہنمائی پر مشتمل آیاتِ بینات کا مجموعہ ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی گئی کہ رہے وہ لوگ جو اس کتاب کو نہیں مانتے یا ماننے کے باوجود اپنے آپ کو اس کے حوالے نہیں کرتے، اس سورۃ کی آیات 53 تا 55 میں واضح کر دیا گیا کہ ان کی چند روزہ چہل پہل کی زندگی کی جانب مت دیکھو۔ ان کا انجام انتہائی کربناک اور عبرت انگیز ہوگا، جیسا کہ ماضی میں ان جیسوں کا ہوا، اور یہ اس ہولناک عذاب کا لقمہ بن کر ہی رہیں گے جو ان کے سروں کے اوپر اور پاؤں تلے تک ان پر مسلط ہوگا اور انہیں کہا جائے گا کہ یہ ہے اس کتابِ برحق سے تمہارے انحراف کی سزا۔

تیسرے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ دنیا کے تمام نشیب وفراز اور اپنے ماحول کی تمام ناموافقتوں کے باوجود اپنے آپ کو قرآن مجید کے حوالے کر دیں اور اس کی راہنمائی میں استقامت کے ساتھ زندگی کا سفر جاری رکھیں، انہیں فرمایا گیا کہ اگر تم یہ محسوس کرو کہ کسی خطہ زمین اور مملکت میں، تمہارے لئے اس کتاب پر عمل پیرا ہونا ممکن نہیں ہے تو اس حقیقت سے آگاہ ہو جاؤ کہ ''اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ'' میری زمین بہت وسیع ہے، تم اس ٹکڑے کو چھوڑ دو جہاں میری عبادت اور خالص میرے قوانین کی اطاعت نہیں کر سکتے۔ تم بلا تأمل ترکِ وطن کر کے ایسے ماحول میں جا بسو جہاں ''اسلامی زندگی'' ممکن ہو...... اگر تم نے ایسا کیا تو اس دنیا میں ہماری شفقت وعنایت تمہارے شامل حال رہے گی، جیسا کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والوں پر اس کا سایہ دراز تر ہوتا چلا گیا۔ پھر آخرت میں ہمارے تیار کردہ مہمان خانہ ''جنت'' میں وہ ماحول اور وہ نعمتیں اتنی فراوانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملتی رہیں گی، جن کا تصور کسی انسانی ذہن میں اب تک نہیں آیا۔

Marfat.com

ایسے اصحابِ ایمان سے یہ بھی فرمایا گیا:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ٥ (آیت:64)

اس دنیا کی حیثیت، ایک کھیل اور تماشے سے مختلف نہیں۔ یہ دنیا پیدا کی گئی اور اسے یکسر ختم بھی ہو جانا ہے اور آخرت کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے، اور اسی کی تمنا و آرزو اور اس کے مطابق اسے حاصل کرنے کی تگ و دو تمہاری محنت و کاوش کا عنوان ہونی چاہیے۔

آخری پیغام اس سورہ کا یہ ہے کہ اس حقیقت سے آگاہ ہو جاؤ کہ اس دنیا میں سب سے بڑے ظالم اور مجرم دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جو اللہ مالک الملک پر جھوٹ باندھیں اور ان کی جانب وہ نظریات و افکار منسوب کریں جو انہوں نے نہ فرمائے ہوں۔ دوسرے وہ بدترین مجرم، سخت ترین سزا کے مستحق ہیں جو اللہ کی ان آیات کو جھٹلاتے ہیں جو اس قرآن مجید میں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

لیکن...... وہ مردانِ حق اور انسانیت کے مایۂ افتخار افراد، جو ہمارے لئے جئے، ہماری منشا کے مطابق محنت و مشقت میں مصروف رہے اور ہماری راہ پر دوسروں کو بلانے اور ساتھ لے چلنے کے لئے مجاہدہ کرتے رہے، ہماری راہنمائی اور مدد انہی کے لئے اور ہمارے ہاں ان کا مقام ''محسنین'' کا ہے، اور ''وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ'' اللہ کی معیت اور ان کا ساتھ انہیں محسنینِ انسانیت سے ہے۔

سورة الروم

قرآن مجید کی تیسویں سورہ الــروم ہے اور اس کے نزول کا زمانہ، مکہ معظمہ میں اصحابِ ایمان کی آزمائش اور اللہ کی راہ میں جاں نثاری کا اہم ترین دور ہے۔

اس دور میں ایک طرف کفارِ مکہ، مسلمانوں پر مظالم کی آگ زیادہ سے زیادہ بھڑکا رہے تھے اور دوسری جانب وہ اس امر سے خوفزدہ تھے کہ آیاتِ قرآنیہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کی معیت وتربیت سے جو ماحول استوار ہو رہا ہے کہیں وہ بالآخر ہماری مکمل شکست اور اسلامی قوانین کی حکمرانی کی صورت اختیار نہ کر جائے۔

اسی بنا پر اس اہم سورہ میں اس اہم عنوان پر انقلاب آفریں ارشادات ہیں جن میں اس وقت کی ''بین الاقوامی صورتِ حال'' اور اس کے مستقبل کے بارے میں دوٹوک باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

اس وقت دنیا میں تین قوتیں سیاسی صورتِ حال کا محور ومرکز تھیں۔ ایران کے منکرینِ مذہب حکمران، عرب کے مشرکین جو مذہب کو ماننے کے باوجود شرک وکفر کی گندگی میں سرتا قدم ڈوبے ہوئے تھے، جبکہ تیسری قوت ''روم'' کی تھی جو مذہباً عیسائی تھی اور عقیدے کے بگاڑ کے باوجود ''مذہب'' کو اہمیت دیتی تھی۔

اس سورہ کے زمانہ نزول یعنی ہجرت سے 6-7 برس قبل، ایرانیوں نے رومیوں پر حملہ کر کے انہیں شکست دی۔ عرب اس پر بہت خوش ہوئے اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے صحابہ کو، اس فتح کے حوالے سے، ڈرانے اور دھمکانے لگے کہ اب مذہب پر یقین رکھنے والوں کا انجام ایسی ہی عالمی شکست ہوگی۔ چنانچہ اس سورہ میں اعلان فرمایا گیا:

> ''یہ رومی جلد ہی غالب آئیں گے، صرف 6 سے 9 برس کے عرصہ میں۔ تمام معاملات کی باگ ڈور اللہ کے ہاتھ میں ہے، پہلے سے بھی اور آئندہ بھی۔ اس وقت اصحابِ ایمان خوشی ومسرت حاصل کریں گے اللہ کی مدد سے۔ اللہ جس کی چاہیں مدد فرما سکتے ہیں اور وہ تمام قوتوں پر غالب آنے والے ہیں اور ان کے یہ فیصلے (کہ کب کس کو فتح ہو اور کب شکست) حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔'' (آیات: 3-5)

سو ایسا ہی ہوا۔ اُدھر 2 ہجری بمطابق 624ء میں رومیوں نے ایرانیوں کو مار بھگایا اور خود ایران میں جا گھسے، اِدھر ہجرت پر مجبور کر دیئے گئے مسلمانوں نے انصارِ مدینہ کی معیت میں بدر کے مقام پر کفارِ مکہ کو عبرتناک شکست دی۔

اس سورہَ میں اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کے حکم پر مزید زور دیا گیا، عائلی زندگی کے ایک

۱۲۸۰۱۳

Marfat.com

عظیم نعمت ہونے پر متوجہ کیا گیا، ایمان کو شعور و مشاہدہ کی روشنی میں اپنے دلوں کا نور بنانے کی تلقین کی گئی اور روزمرہ زندگی میں نظامِ الٰہی کی کرشمہ سازیوں کا ایمان خیز انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ (آیات 17 تا 27)۔ نیز اسلام کے دینِ فطرت ہونے اور دل و دماغ اور تمام جسمانی اعضاء و قوتوں سے یکسو ہو کر اللہ کی عبادت میں منہمک ہونے کی دلآویز تلقین فرمائی گئی۔ اس بات پر شدید انتباہ ہوا کہ دین کے نام پر فرقہ واریت اور اُمت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا عمل ہلاکت آفریں ہے اور ایسا کرنے والوں کا اللہ کے ہاں مشرکوں میں شمار ہوگا۔

آخر میں پھر کفر و اسلام کے مابین جاری جنگ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمت کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ o

(آیت:60)

اللہ کے دین پر جمے رہیے۔ اللہ کے وعدے یقیناً سچے ہیں اور خیال رکھیے کہ کہیں یقین و ایمان سے محروم دشمنانِ حق تمہیں ایمان و استقامت کی راہ سے ڈگمگانے کی مہم میں کامیاب نہ ہونے پائیں۔

سورۃ لقمان

سورۃ لقمان میں اُمتِ مسلمہ کو ان نصیحتوں اور بنیادی امور سے بہرہ ور فرمایا گیا جو اس کی دنیوی و اُخروی زندگی کے لئے انتہائی بیش قیمت ہیں۔ فرمایا گیا کہ یہ قرآن مجید ہدایت و رحمت ہے، ان کے لئے جو خلقِ خدا سے احسان و مروت کا سلوک کرتے ہیں۔ اللہ پر ایمان اور ایمان کے سب سے پہلے اور بڑے تقاضے اقامت الصلوٰۃ، ادائیگی زکوٰۃ اور قیامت کے روزِ جزاء و سزا پر یقین رکھتے ہیں۔

آیت نمبر 6 میں فرمایا گیا کہ لغو اور بے مقصد آلات و اشیاء کو استعمال اور ایسے اعمال کرنے والے، مسلمانوں کو بدراہ کرنے کی جن کوششوں میں مصروف ہیں ان کا انجام یہ ہے کہ ایسے افسانہ گو، ڈرامہ نویس اور آلاتِ لہو و موسیقی کے رسیا، رسوا کن عذاب کا شکار

Marfat.com

ہو کر رہیں گے۔

حضرت لقمان کی نصیحتیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں، ان میں تہذیب وثقافت، ادب واحترام، اقامتِ صلوٰۃ، برائی سے روکنے، نیکی کا حکم دینے، تکالیف پر صبر کرنے کی تلقین اور عوام وخواص میں متکبرانہ خطاب کرنے اور گدھوں کی طرح نامناسب اور کریہہ آواز میں لوگوں کو بلانے کی تمام برائیوں سے روکنے کی موثر تلقین فرمائی گئی۔

آخر میں فرمایا گیا: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا ......قافلہ انسان کے افراد! اپنے رب سے ڈر کر زندگی میں تقویٰ کو معمول بناؤ، اس دن کے حساب سے ڈرو جب کوئی شخص اپنے بیٹے اور کوئی بیٹا اپنے والد کے کام نہیں آسکے گا۔ اللہ کے وعدے سچے ہیں، شیطان اور اس کے نمائندے اللہ کے بارے میں تمہیں دھوکہ نہ دینے پائیں کہ میاں! کر گزرو، اللہ تعالیٰ تو بخشنے والے ہیں، اور نہ ہی یہ دنیا تمہیں اس دھوکے میں مبتلا کر دے کہ سب کچھ یہی ہے، اس کے بعد کچھ نہیں، لہٰذا خوب خوب خواہشات پوری کرلو۔

سورۃ السجدۃ

قرآن مجید کی 32 ویں سورہ السجدۃ میں فرمایا گیا:

تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی بھی سرپرست نہیں اور نہ کسی کی سفارش تمہارے کام آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے تمام امور کا فیصلہ صادر فرماتے ہیں اور ظاہر و باطن ہر چیز سے آگاہ ہیں۔ تم آگاہ رہو کہ ملک الموت، تمہاری جان قبض کرے گا کیونکہ اس کا فرض یہی ہے۔ تب مجرموں کا حال یہ ہوگا کہ وہ ندامت سے سر جھکائے یہ کہتے ہوں گے کہ اب ہم نے آنکھوں سے دیکھ لیا ہے، کانوں سے سن لیا، اب ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیجئے، اب کے ہم نیک اعمال کریں گے...... لیکن اس کا جواب انہیں یہ ملے گا کہ اب تو عمل کا نہیں فیصلے کا وقت ہے اور آج یہ فرمان عملی صورت اختیار کرے گا کہ جہنم انسانوں اور جنات سے بھر دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ جس طرح تم ہمارے سامنے آج کی حاضری کو دنیا میں بھول گئے تھے اسی طرح آج تم بھلا دیئے جاؤ گے اور اپنے بُرے اعمال کے نتائج

Marfat.com

ہمیشہ کے عذاب کی صورت میں بھگتو گے۔

مزید ارشاد ہوا: مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے۔ ایمان رکھنے اور اعمالِ صالحہ انجام دینے والوں کے لئے باغات میں مہمان نوازی کا اہتمام ہوگا اور حدودِ الٰہیہ توڑنے والوں کا ٹھکانا آگ میں ہوگا، جس سے وہ نکلنا چاہیں گے لیکن دوبارہ اس میں دھکیل دیئے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا کہ آج اس جرم کی سزا بھگتو جو تم دنیا میں اللہ کی باتیں سن کر جھٹلا دینے کی صورت میں کیا کرتے تھے۔

سورۃ الاحزاب

اکیسویں پارے میں سورۃ الاحزاب کی 30 آیات کا خلاصہ یہ ہے:

ہمارے نبی! اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں ومنافقوں کی بات نہ مانیئے۔ صرف اسی پر کاربند رہیے جس کی وحی آپ کی طرف کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اعمال سے بخوبی آگاہ ہیں، بس اللہ پر ہی ہر معاملے میں توکل کیجئے۔

فرمایا گیا کہ اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ اور دیگر تمام انبیاء سے مضبوط عہد لیا تھا جس کی تفصیل دوسرے مقام پر دی گئی ہے۔ حلف یہ تھا کہ جو وحی تم پر نازل کی جائے گی، اس پر تمہارا ایمان بھی مستحکم ہوگا اور تمام انسانوں کو اس کی طرف دعوت دیتے ہوئے اسلام کے صراطِ مستقیم پر گام زن کرنے کی کوشش میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھو گے۔

اس کے بعد غزوۂ احزاب کے حوالے سے فرمایا گیا:

جب دشمن نشیب و وادی سے تم پر چڑھ دوڑے، تمہارے منافق ساتھیوں کی آنکھیں تم سے پھر گئیں، تمہارے دل حلق میں اٹکے ہوئے محسوس ہونے لگے تو ان شدید حالات میں تم میں سے بعض افراد اللہ ہی کے وعدوں سے بدگمان ہونے لگے تھے۔ ان لمحات میں اہلِ ایمان کا سخت امتحان لیا گیا، انہیں شدید ترین جھٹکے دیئے گئے۔ ایسے میں منافقین کہہ اٹھے کہ اللہ اور اس کے رسول کے وعدے فریب تھے۔ بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے دیکھ رہے تھے جیسے ان پر موت کی غشی طاری ہو...... عین اسی لمحہ سچے اصحابِ ایمان کے ہاں یہ سماں تھا کہ

Marfat.com

جونہی انہوں نے ان لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ یہی تو وہ ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور ان کے رسولؐ نے کیا تھا اور ان کا وعدہ یقیناً سچا ہے......فرمایا گیا......اس واقعہ نے اہلِ ایمان کے دلوں میں موجود ایمان ویقین میں اوراضافہ کیا اور وہ پہلے سے زیادہ اپنے آپ کو راہِ حق میں قربان کرنے پر تیار ہو گئے......انہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان میں کچھ مردانِ حق آگاہ تو ایسے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو پورا کیا اور مردانہ وار ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ دوسرا گروہ انہی میں سے وہ تھا جنہوں نے بعد کے معرکوں میں اپنے آپ کو قربان کر دیا اور کچھ وہ بھی ہیں جو مستقبل میں شوقِ شہادت پورا ہونے کے متمنی ہیں۔ یہ سبھی لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے کئے گئے عہد سے انحراف کی راہ اختیار نہیں کی۔

غزوۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ٹھنڈی ہوا اس زور کی چلی کہ کفار کے لئے میدان میں ٹکنا ممکن ہی نہ رہا، وہ غصہ تھوکتے، بے نیل ومرام واپس لوٹ گئے۔

ابھی اصحابِ ایمان اس معرکے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ بنو قریظہ کے جن یہودیوں نے حفاظتِ مدینہ کے لئے مسلمانوں سے کئے گئے عہد سے غداری کی تھی، ان کی باری آ گئی۔ وہ اپنے مضبوط قلعوں سے باہر آ گئے۔ میدانِ جنگ ایک بار پھر گرم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرتِ خاص سے یہاں بھی شاندار کامیابی مسلمانوں کے حصے میں آئی۔ اِنَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ. اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

Marfat.com

پارہ بہ پارہ
خلاصہ

وَمَنْ یَّقْنُتْ
22

سورۃ الاحزاب

کل کی گفتگو میں ہم نے اکیسویں پارہ میں سورہ الاحزاب کی ابتدائی تیس آیات کا مختصر مفہوم پیش کیا تھا۔ آج بائیسویں پارہ کے مفاہیم کے خلاصہ کے لئے ہم اکیسویں پارہ کی آخری آیات سے آغاز کریں گے تاکہ موضوع کا تسلسل برقرار رہ سکے۔ ان آخری آیات میں حضور نبی اکرم ﷺ کو مخاطب فرمایا گیا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات امہات المومنین رضوان اللہ علیہن اجمعین سے کھلے انداز میں کہہ دیجئے:

''اگر تم دنیوی زینت اور مال و متاع کی طلب رکھتی ہو تو تمہیں، جو میرے بس میں ہے، دے دوں اور اسی کے ساتھ تمہیں اپنے عقد سے اچھے انداز میں آزاد بھی کروں، لیکن اگر تم دنیوی مال و متاع کے بجائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ترجیح دیتی ہو اور آخرت ہی تمہارا مقصود و مطلوب ہے تو اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ اللہ نے تم میں سے نیکی، بھلائی اور احسان کرنے والیوں کے لئے اجر و ثواب کا بہت ساز و سامان تیار کر رکھا ہے۔'' (آیات:28-29)

اس کے ساتھ یہ انتباہ بھی فرمایا:

''اگر خدانخواستہ تم میں سے کوئی کھلی برائی کے ارتکاب میں ملوث ہوئی تو اس کی سزا دوسری عورتوں کے بالمقابل دگنا ہو گی۔'' (آیت:30)

بائیسویں پارہ کا آغاز اس ارشاد سے ہوتا ہے:

Marfat.com

''اور اسی طرح تم میں سے جو اللہ اور ان کے رسول ﷺ کے احکام و منشاء کے مطابق اعمالِ صالحہ انجام دے گی، اس کا اجر بھی دگنا ہوگا۔'' (آیت:31)

امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے برائی سرزد ہونے پر عام مسلمان عورتوں سے دگنی سزا اور نیکی کرنے پر دگنے ثواب سے اُمت کے لئے یہ اصولی راہنمائی ملتی ہے کہ:

جن لوگوں کو قیادت و سربراہی کا مقام حاصل ہو، وہ عام مسلمانوں کی نظر میں مثال اور نمونے کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کی ہر نیکی عوام کے لئے نیکی کی جانب رغبت کا ذریعہ بنتی ہے، جبکہ ان کی ہر برائی عوام کی نظروں میں برائی نہیں رہتی اور وہ اس کا ارتکاب کھلے بندوں کرتے ہیں۔ یوں جب اصحابِ قیادت کی نیکی اور بدی دوسروں کی نیکی اور برائی کا ذریعہ بنے تو ان ذمہ داروں کو ہر نیکی پر دگنا اجر و ثواب اور ہر برائی کی دگنی سزا ملے گی۔

اس اصولی فیصلے کے بعد امہات المومنین کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

ہمارے نبی ﷺ کے عقد میں آنے والی خواتین! تم ہمیشہ یہ پہلو نگاہ میں رکھو کہ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، تم ذمہ دار ہو اور دوسروں کے لئے نمونہ......تو دیکھو......اگر تم تقویٰ کی زندگی گزارنا چاہتی ہو۔

① ......تمہاری گفتگو ہرگز لچک دار نہیں ہونی چاہیے۔ لچک دار گفتگو سے دل کے مریض لوگ تمہاری طرف حرص و طمع کی نگاہیں اٹھائیں گے، لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ درشت روئی اور تلخ نوائی اختیار کرو، بلکہ بات ہمیشہ اچھی ہو مگر لچک سے پاک۔

② ......اپنے گھروں کی چار دیواری میں رہو اور جاہلیت کی آرائش و زیبائش کے قریب نہ پھٹکو۔

③ ......ادائیگیٔ نماز کا پورا پورا اہتمام کرو۔

④ ......زکوٰۃ کی ادائیگی میں تساہل سے بچی رہو۔

⑤ ......زندگی کے ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔

(آیات:32-33)

ان ہدایات سے اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اہلِ بیتِ نبوت کو ہر قسم کی ناگوار صورتِ حال

Marfat.com

سے محفوظ رکھیں اور پاک زندگی عطا کریں۔ دامنِ نبوت سے مربوط خواتین کے لئے یہ احکام و ہدایات درحقیقت ''منشورِ ملی'' کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر یہاں فی الواقع اسلامی نظام کا نفاذ مطلوب ہے تو اس کا آغاز اس مشن کے قائدین، حکمرانوں، حکام اور علماءِ دین کے گھروں اور اصحابِ قیادت کی شریکِ حیات خواتین سے کرنا ہوگا۔

عورت کے لئے مرد سے لچک دار گفتگو کی ممانعت کے حکم کا قطعی منشا یہ ہے کہ ایسے عہدے، ملازمتیں اور ذمہ داریاں جن میں مرد سائل، ملاقاتی اور گاہک سے گفتگو میں لچک کی ضرورت ہو، عورتوں کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

آیات 53 تا 55 اور 59 میں مسلمان عورت کے لئے پردے کے واضح احکامات دیئے گئے اور فرمایا گیا کہ کھلے چہرے کے ساتھ تم صرف محرموں کے سامنے آسکتی ہو۔ نبی اکرم ﷺ سے فرمایا گیا کہ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اُمت کے مسلمانوں کی بیویوں کو حکم دیجئے کہ وہ اپنے سروں اور چہروں پر چادریں لٹکائے رکھیں۔ یہ ان کی شرافت و عزت کی علامت ہے۔

اس مضمون کی تکمیل آیت 36 کے اس قطعی حکم سے ہوتی ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ.

جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی بھی معاملہ میں اپنا فیصلہ صادر کردیں تو کسی بھی صاحبِ ایمان مرد اور عورت کے لئے کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو بھی شخص، خواہ وہ کیسے ہی مرتبہ اور مقام پر فائز ہو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرے گا وہ کھلے طور پر اللہ کے راستے سے گمراہ قرار دیا جائے گا:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا.

سید الکونین ﷺ کے بارے میں الاحزاب کی چالیسویں آیت میں فرمایا گیا:

''محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، وہ تو اللہ کے رسول ہیں

Marfat.com

اور انہی کو آخری نبی بنایا گیا، ان پر سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ ہر بات کے حقیقی علم اور اس کے نتائج سے کماحقہ آگاہ ہیں۔''

مسئلہ ختم نبوت، اسلام کا اہم تر بنیادی عنوان ہے، حضور ﷺ کے بعد کسی بھی معنی و مفہوم اور کسی بھی تعبیر و تاویل کو آڑ بنا کر ''نبی'' کا لفظ کسی انسان کے لئے قیامت تک استعمال نہیں ہو سکتا۔ اسلام کا تو ایک ہی کلمہ ہے جو قیامت تک اسی طرح پڑھا جائے گا:

لا اله الا الله محمد رسول الله

اللہ کے سوا کوئی معبود، حاجت روا اور مشکل کشا نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔

56 ویں آیت میں بھی سرور کائنات کے بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ ان پر رحمت فرماتے اور فرشتے درود پڑھتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجنے میں مصروف رہا کرو۔

حضور اکرم ﷺ پر درود آپ ﷺ کی عظمت کا اعتراف ہی نہیں، درود شریف پڑھنے والا خود اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھول لیتا ہے اور سعادتوں سے اپنا دامنِ مراد بھر لیتا ہے۔

اُمت محمدیہ کی عظمت و انفرادیت کا ایک پہلو ذکر الٰہی کی کثرت ہے۔ آیات 41 تا 43 میں اللہ عزو جل فرماتے ہیں:

> اے ایمان والو! اللہ کو اتنا یاد کرو کہ اسی کی کثرت سب پر حاوی ہو جائے۔ صبح و شام ہر لمحہ تمہاری زبان سے اسی مالک کی حمد کے ترانے اور تسبیح کے زمزمے سنائی دیئے جانے چاہئیں۔
>
> اور سنو! تم ہی وہ اُمت ہو جس کے بارے میں اللہ خود فرماتے ہیں:
>
> هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ.
>
> اللہ خود تم پر رحمت نازل فرماتے ہیں، فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں تاکہ تمہیں دنیا میں پھیلی کفر و الحاد کی تاریکیوں سے نکال کر نورِ

Marfat.com

توحید وسنت کے ماحول میں لے آئیں اور اللہ ایمان والوں پر تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔

سورۃ الاحزاب کے آخر میں فرمایا گیا:

ہم نے دینِ حق کی امانت، آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی مگر وہ اس کی عظمت اور ذمہ داری سے ڈر گئے اور بارِ امانت اٹھانے سے معذرت کر دی۔ انسان نے یہ عظیم بوجھ اپنے اوپر لاد لیا اور وہ نتائج سے بے پروا، اور اپنے اوپر زیادتی کر کے بھی، ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت و استعداد رکھتا ہے۔ (اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا.) (آیت:72)

اب یہ امانت معیار بن گئی ہے۔ جو اس امانت میں خیانت کے مرتکب ہو کر، دین کے ساتھ کفر کو ملا کر، شرک اور دینِ خالص کے تقاضے پورے کرنے میں منافقت اختیار کریں گے وہ عذاب کے مستحق ہوں گے اور جو ایمان کی دولت سے مالا مال، اس امانت کی حفاظت اور اس کا حق ادا کرنے میں کوشاں رہیں گے، اللہ غفور و رحیم ان کی غلطیوں کو معاف فرمائیں گے۔

سورۃ سبا

سورۃ الاحزاب کے بعد بائیسویں پارے کی اگلی سورۃ سبا ہے۔

''سبا'' ایک بین الاقوامی شاہراہ کا خصوصی تجارتی مرکز تھا۔ یمن سے شام تک عرب کے تجارتی قافلے اس راستے پر رواں دواں رہتے۔ ہندوستان سے اشیائے فروخت یمن، شام کے شہر رے اور مصر تک پہنچائی جاتیں۔ یہ تمام راستے ہر قسم کے خطرات سے محفوظ تھے جبکہ چاروں طرف لہلاتے کھیت، پھلوں سے لدے درخت اور خوش کن ہوائیں عام تھیں۔

یہ نعمتیں بطورِ امانت قومِ سبا کو عطا کی گئیں مگر اس میں جذبۂ شکر گزاری کی بجائے پست خواہشات جڑ پکڑ گئیں۔ مفت نعمتیں ملنے پر بے جا فخر و غرور، سہولت پسندی، اللوں تللوں میں

Marfat.com

مبتلا ہو کر، ابھی سورۃ الاحــزاب کے آخر میں بیان کردہ عہد و امانت میں شدید خیانت کی مرتکب ہوگئی، یوں اس آیتِ عہد و امانت میں ذکر کردہ عذاب کی مستحق قرار پائی:

اللہ منافقوں اور مشرکوں کو جو امانت میں خیانت اور نعمت پر شکر کی بجائے کفران کا راستہ اختیار کریں گے، انہیں مبتلائے عذاب کریں گے۔

سورۃ سبا میں اسی اصول کی واقعاتی مثالیں بیان فرمائی گئی ہیں۔سب سے پہلے ایمان کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کی اہم تر صفات کے حوالے سے واضح کیا گیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ......(آیت:1)

ہر قسم کی حمد و ثناء اللہ کے لئے ہے جو آسمان و زمین کی ہر شئے کے مالک ہیں۔

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا ......(آیت:2)

ان کا علم اتنا وسیع ہے کہ زمین میں داخل ہونے والی ہر چیز مثلاً آسمانی بارش کا ایک ایک قطرہ، سورج کی شعاعوں کا ایک ایک حرارہ اور ہر مرنے والا، اور زمین سے نکلنے والی تمام اشیاء مثلاً نباتات و معدنیات اور پٹرول و گیس، سب کچھ پر ان کا علم محیط ہے۔

الاحــزاب کے آخر میں ذکر کردہ امانت کی اوّلین بنیاد ''اللہ ذو الجلال پر ایمان'' ہے جس سے سورۂ سبا کا آغاز ہوتا ہے۔اس کے بعد ان کی صفاتِ حسنہ میں سے علم، قدرت، نعمتوں کو پیدا اور انہیں انسانوں کے سپرد کرنے کا تذکرہ موجود ہے۔بعد ازاں سیدنا داوٗد و سیدنا سلیمان علیہما السلام کی زندگیوں سے نعمتوں کے شکر اور امانتِ توحید کی حفاظت کرنے کی دو عظیم مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ان دونوں ہستیوں کو دنیا کی ہر نعمت سے سرفراز کیا۔علم دیا گیا تو پرندوں اور چرندوں کی بولیوں سے انسانی گفتگو سے آگہی تک۔خالقِ کائنات کی آسمانی وحی سے سرفرازی کے ساتھ انسانوں اور حیوانوں پر حکمرانی اور ہواؤں کے دوش پر طویل و مختصر سفر جیسے نادر اختیار اور بے مثل اقتدار سے نوازا گیا اور سچ تو یہ ہے کہ ان دونوں نے اس بخشش و عنایت پر شکر گزاری کا حق ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

''سبا'' کی الم انگیز داستان یہی ہے کہ انہوں نے ناشکری کا راستہ اختیار کیا تو ان کو عطا

Marfat.com

کی گئی نعمتیں ان سے چھن گئیں۔ملکہ بلقیس کا بہت عرصے پہلے بنایا ہوا ''ڈیم'' جو سبا کے علاقے کے لئے علامتِ بہار تھا، یکا یک ٹوٹا اور ان کے باغات اور کھیتوں کے لئے حیات بخش پانی ہی ان کی مکمل ہلاکت و بربادی کا سامان پیدا کر گیا۔ یوں یہ سدا بہار علاقہ اور خوشحال آبادیاں اجڑ گئیں، راستے بند ہو گئے اور پوری قوم، ناشکری پر سزا کی ایسی عبرتناک مثال بنی جسے قرآن مجید نے ایک مستقل سورہ کا عنوان بنا دیا۔ اُمتِ مسلمہ کو اس عنوان سے یہ پیغام دینا مقصود تھا کہ اگر تم دنیا و آخرت میں عزت و سربلندی چاہتے ہو تو اپنے سپرد کردہ امانت، دین کی حفاظت و اشاعت کا اہتمام کرو اور اسے اپنی اجتماعی و انفرادی زندگیوں کا قانون بنا کر اپنے گھر بار اور اپنے زیرِ اقتدار ممالک میں نافذ کرو...... اور یہ یاد رکھو کہ اگر تم نے اس امانت کا حق ادا نہ کیا تو نعمت دینے والا اسے واپس لینے پر بھی قادر ہے۔اس کا اعلانِ حق یہ ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ○ (ابراھیم 14:7)

اگر تم نعمت کا شکر بجالائے تو نعمت میں اضافہ اس کا نتیجہ ہوگا لیکن شکر گزاری کی بجائے نافرمانی کا راستہ اختیار کیا تو سن لو! میرا عذاب بہت ہی سخت ہے۔

ملتِ اسلامیہ کو اس سورہ کے ان الفاظ پر ہمیشہ نظر رکھنی چاہیے جو سبا کے انجام کی وضاحت کے لئے بیان فرمائے گئے:

''انہوں نے ہمارے احکام اور نصیحتوں سے منہ موڑ لیا تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا اور ان کے دورویہ باغات کو، ایسے دو باغوں میں تبدیل کر دیا، جن پر کڑوے کسیلے پھل، جھاؤ اور کچھ بدمزہ و تلخ بیر تھے۔ہم نے انہیں یہ سزا اس لئے دی کہ انہوں نے نعمتیں عطا کئے جانے کے بعد، ناشکری و نافرمانی کو معمول بنا لیا تھا۔اور ہمارا قانون یہی ہے کہ ناشکر گزاروں اور نافرمانوں ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔''

قوم سبا کے قصہ کو اس وضاحت پر ختم فرمایا:

وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ

Marfat.com

ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍo (آیت:19)

انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا تو ہم نے انہیں داستانِ ماضی بنا کے رکھ دیا اور ان کی جمعیت کو اس طرح منتشر کیا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گئے۔اس داستان میں حق پر قائم اور احکامِ الٰہیہ پر عملِ پیہم کرنے والے صابر و شاکر لوگوں کے لئے بہت سے عبرتیں ہیں۔

سورۃ الفاطر

سورہ سبا کے بعد اگلی اور بائیسویں پارے کی آخری مکمل سورت الفاطر ہے۔اس کے مضامین بھی توحید، اعمالِ صالحہ پر جزائے خیر، بُرے اعمال پر بدترین سزا اور انجامِ بد، دنیا کی بے ثباتی اور دھوکہ کھا کر آخرت کو فراموش کرنے سے تباہی و بربادی اور قانونِ الٰہی کے مطابق انسانوں کی قسمت کے فیصلوں کی حقانیت پر مشتمل ہیں۔اجمالاً چند آیات کی ترجمانی پیش کی جاتی ہے:

ہر قسم کی حمد و ستائش اللہ کے لئے جو آسمان و زمین کا پیدا فرمانے والا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ رحمت کا جو حصہ کسی کو عطا فرمانا چاہیں، اس میں رکاوٹ ڈالنا کسی کے بس میں نہیں، جس چیز کو وہ کسی سے روک لیں، اس کا راستہ کھولنے کی طاقت بھی کسی میں نہیں، وہ قوت و غلبے کے مالک اور ان کے تمام فیصلے حکمت پر مبنی ہیں۔

لوگو! اپنے اوپر اللہ کے اس احسان پر سوچو اور اسے یاد کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی ایسا خالق ہے جو تمہیں رزق عطا کرے؟ زمین و آسمان میں ایسا کوئی نہیں، تنہا وہی ہے۔تو تم دیکھو کہ اس سے منہ موڑ کر کن کے ہاں جا رہے ہو (اور ان سے تمہیں کیا ملے گا؟) اس دنیا میں بسنے والے انسانو! یقینی بات یہی ہے کہ اللہ کے وعدے سچے ہیں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دنیوی زندگی تمہیں دھوکے میں ڈال دے یا کوئی تمہیں اللہ کے نام پر دھوکہ دے......مراد وہ جاہل اور بہروپئے ہیں

Marfat.com

جو اللہ کے بارے میں ایسی جاہلانہ باتیں کرتے ہیں جیسے: دنیا کے یہ چار دن اچھی طرح گزار لو، اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ شریعت کی پابندیاں ایسی اہمیت نہیں رکھتیں کہ ہر لحظہ ان کی پابندی کا سوچتے رہو۔ فرمایا گیا: شیطان تمہارا دشمن ہے، اس کے گروہ میں شریک ہونے سے بچتے رہو۔

(آیات:1-6)

اللہ ذوالجلال کے بارے میں یہ آیت ملاحظہ ہو:

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ. (آیت:13)

وہ عظیم قادرِ مطلق ذاتِ اقدس، جو رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں پیوست کرتا ہے، جس نے سورج اور چاند کو ایک مستحکم نظام میں جکڑ رکھا ہے، ہر ہر لحہ آگے پیچھے ہوئے بغیر آتا جاتا ہے۔ لوگو! یہ ہے تمہارا مالک و آقا۔ یہ کائنات اسی کی مملکت ہے...... اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو اپنی مشکلات میں پکارتے ہیں وہ تو کھجور کی گٹھلی کے اوپر کی جھلی تک کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو تمہاری فریاد نہیں سن سکتے، اگر سن لیں تو اس فریاد کو پورا نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن یہی تمہارے اپنے بنائے ہوئے حاجت روا، مشکل کشا اور فریادرس، جو شرک تم آج کر رہے ہو، اس سے انکار کریں گے۔ (آیات:13-14)

دنیا میں بسنے والو! تم سب کے سب اللہ کے محتاج اور اس کے در کے فقیر ہو۔ اور اللہ ہر پہلو سے غنی ہے اور ہر اچھی صفت سے موصوف، وہ اگر چاہے تو سب کو یہاں سے ایک لمحے میں لے جائے اور تمہاری جگہ نئی مخلوق آباد کر دے اور یہ بات اس کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں...... یہ بھی سن لو! قیامت کے روز کوئی بھی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا خواہ کتنا ہی قرابت دار ہو۔ تم میں سے جو بھی اپنے نفس کو گندگیوں اور اللہ و رسول کے حکم کی مخالفت سے پاک کر لے

Marfat.com

وہ اپنے لئے ہی اچھا کام کرے گا۔(آیات: 15-18)

اس دنیا میں کامیاب وہی لوگ ہیں جو اللہ کی کتاب کو دل و دماغ کی یکسوئی سے پڑھتے اور نماز کو اس کی شرائط کے مطابق ادا کرتے ہیں۔اللہ نے انہیں جو کچھ دیا اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں...... یہی لوگ ایسی تجارت کی توقع رکھ سکتے ہیں جس میں خسارہ نہ ہو تاکہ اللہ مالکِ حقیقی انہیں ان کے اعمالِ صالحہ کی پوری پوری جزا دیں اور اس جزا میں اپنے فضل سے اضافہ بھی فرمائیں۔(آیات:29-30)

سفرِ دنیا کا آخری نتیجہ جنت یا دوزخ میں سے کسی ایک منزل تک پہنچنا اور وہاں رہنا ہے۔سورہ فاطر کے اختتامی حصے میں فرمایا گیا کہ جنتی جب جنت میں داخل ہو رہے ہوں گے تو بزبان حال و قال اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گا رہے ہوں گے کہ انہوں نے حساب کے تکلیف دہ لمحات سے نجات عطا فرمائی اور یہ سب محض ان کا فضل ہے کہ ہمیں جنت جیسی قیام گاہ میں اتارا۔اس کے برعکس جہنمیوں کا حال یہ ہوگا کہ نہ تو وہ مر سکیں گے اور نہ ہی ان کا عذاب کم کیا جائے گا۔

ایسے میں آیئے! بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ اے ارحم الراحمین! اپنے فضلِ خاص اور رحمتِ بے پایاں کے صدقے اس موسمِ رحمت و مغفرت اور جہنم سے آزادی کے اس عشرہ میں اپنے حبیبِ پاک کی اُمت کو جہنم سے آزاد اور جنت میں آباد فرما دیجئے۔ آمین یا رب العالمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

Marfat.com

پارہ بہ پارہ
خلاصہ

وَمَالِیَ
23

سورۃ یٰس

گزشتہ روز ہم نے بائیسویں پارہ کے مفاہیم کا خلاصہ سورۃ الفاطر کے اختتام تک پیش کیا تھا۔ آج ہم تیئسویں پارے کے لئے آغاز سورۃ یٰس کی ابتداء سے کر رہے ہیں۔ اس عظیم المرتبت سورہ کو حضور اکرم ﷺ نے ''قرآن مجید کے دل'' سے تعبیر فرمایا اور اس کی تلاوت کو دس مرتبہ مکمل قرآن مجید پڑھنے کے اجر وثواب کا ذریعہ قرار دیا۔ (ترمذی: 2885)

اس سورہ میں بنیادی طور پر تو اسلام کے مرکزی اور اساسی عنوانات، رسالت، توحید اور قیامت کو قطعی انداز اور ناقابلِ تردید دلائل سے مدلل فرمایا گیا ہے۔ البتہ ضمناً چند ایک اہم واقعات اور بعض ضمنی عنوانات بھی واضح فرمائے گئے ہیں۔

ابتدائی دس آیات میں رسالت کے موضوع پر انتہائی اہمیت کے حامل پہلو بیان کئے گئے۔ ارشاد ہوا:

یٰسٓ o وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ o اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ o عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ o
تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ o لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ o

(آیات: 1-6)

قسم ہے قرآن کی جو ازاول تا آخر حکمت ودانش کا مجموعہ ہے۔ آپ بالیقین جماعتِ انبیاء کے ایک اہم فرد ہیں۔ آپ سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔ یہ قرآن اس اللہ کی جانب سے نازل ہوا جو ہر چیز پر اور ہر حال میں غالب

Marfat.com

بھی ہے اور مسلسل رحمت سے نوازنے والا بھی۔ آپ اس لئے بھیجے گئے کہ اس انسانی جمعیت کو خطرات اور بُرے انجام سے متنبہ کریں اور ڈرائیں، جن کی کئی نسلیں متنبہ نہ کیے جانے کے باعث غفلت کا شکار ہو چکی ہیں۔

قرآن مجید میں انسان کی بنیادی بیماریوں میں ایک اہم مرض ''غفلت'' کو شمار کیا گیا ہے، جو جہالت و بے خبری اور دنیوی لذتوں میں بدمست ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس مرض میں مبتلا مریض دنیوی مال وجاہ، لذت اور ظاہری طور پر راحت کو زندگی کا اصل مقصد قرار دے کر ہر اس نصیحت کو سنا اَن سنا کر دیتا ہے، جو اس کے خیر خواہ اس دنیا کے فانی ہونے اور اس کے بعد دنیوی زندگی کی بنیاد پر امتحان کی اہمیت کے حوالے سے اسے کرتے ہیں۔

سورۃ یٰس میں غفلت کے باعث عقل ودانش کی موت تک کے مرحلے میں داخل ہونے والے غافلوں کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا گیا:

ہم نے غفلت اور دنیوی خواہشات کی غلامی کے بارے میں جو بات کہی تھی وہ ان پر لاگو ہوگئی اور وہ اس انجام سے دوچار ہو کر رہے کہ ایمان کی زندگی بخش دعوت کو قبول کرنے کے سعادت حاصل نہ کر پائے۔ ان کی حالت ایسی ہوگئی تھی جیسے ان کی گردنوں میں ٹھوڑیوں تک کسے ہوئے طوق ڈال دیئے گئے ہوں۔ اور وہ نہ تو سر جھکا کر نیچے دیکھ سکیں اور نہ ہی وہ گردن موڑ کر دائیں بائیں کا جائزہ لے سکیں۔

یا ان کی کیفیت یہ تھی کہ دنیا کی محبت اور حد سے بڑھی ہوئی مال واقتدار کی ہوس، ان کے سامنے دیوار کی صورت اختیار کر گئی جبکہ غفلت اور مال واولاد کا جھوٹا وقار، ان کے پیچھے کی دیوار بن گئی اور ان کا یہ زعم کہ یہ مال واقتدار اور اولاد انہیں اللہ کے عذاب سے بچا لے گی، تیسری آفت بن کر اوپر کی چھت کا روپ دھار گیا۔ یوں تینوں اطراف سے دیواروں اور چھت میں گھر جانے سے ان کی بینائی ناکارہ ہوگئی:

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ○ (آیت: 9)

Marfat.com

یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جب دنیا پرست افراد و اقوام، بلند تر شخصیات تو کجا، خود کائنات کے حکمرانِ حقیقی کی راہنمائی اور رحمت بھرے ناصحانہ ارشادات و لرزہ خیز انتباہ سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے یہاں ارشاد ہوتا ہے :

وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَ اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ .(آیت:10)

اے نبی رحمت! یہ غفلت و تکبر کے مارے لوگ اب اس مرحلہ میں داخل ہو چکے ہیں کہ انہیں ان کے انجام سے آگاہ کرنا یا نہ کرنا مساوی ہے۔ یہ ایمان قبول کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکے......اسی کا مظاہرہ سورۃ یٰسں میں مذکورہ ایک بستی والوں نے کیا جب اللہ کے تین پیامبران کے ہاں پہنچے، دعوتِ حق دی اور بُرے انجام سے آگاہ کیا تو ان غافلوں نے صاف صاف کہہ دیا :

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ لا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ .(آیت:15)

رحمان نے تو کوئی ہدایت نامہ نازل ہی نہیں کیا۔ یہ باتیں تم اپنی طرف سے جھوٹ موٹ بنا کر پیش کر رہے ہو......ان بدبختوں نے ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی کہ اگر تم وعظ و نصیحت سے باز نہ آئے تو تمہیں سنگسار کر دیا جائے گا۔

سورۃ یٰسں کا پیغام یہ ہے کہ :

ایمانی دعوت کے علَم بردار افراد کے عزائم اور ان کے فرض کی ادائیگی میں موت سے زیادہ بدتر حالتِ غفلت میں مبتلا معاشروں کی دھمکی آمیز جسارتوں پر مبنی بدباطنی کبھی خلل انداز نہیں ہوئی۔ ایسی بیہودہ گفتگو کے جواب میں داعیانِ حق کو یہی کہنا ہوتا ہے :

رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ○ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ○(آیات:16-17)

ہمارا رب جانتا ہے کہ ہمیں تم تک دعوتِ حق پہنچانے اور اس غفلت کے انجام سے ڈرانے کا حکم دیا گیا ہے اور تمہاری بے ہودگی و بدگوئی ہمیں اس فرض سے عہدہ برآ ہونے سے روک نہیں سکتی۔

اس سورہ میں یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ اگرچہ محبتِ دنیا کے پرستار معاشرے قبولِ حق سے

Marfat.com

محروم ہو جایا کرتے ہیں مگر اللہ کی عطا کردہ جبلت کے تحت ان میں کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو ظاہری و مادی قوتوں سے محروم، دعوت الی اللہ دینے والوں کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور پھر اپنی قوم کو مخاطب کر کے یہ کہتے سنائی دیتے ہیں :

وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِی. (آیت:22)

میرے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ اپنے اس مالک کا غلام و فرمان بردار نہ بنوں جس نے مجھے پیدا کیا اور صرف مجھے ہی نہیں تمہیں بھی آخر کار اسی مالک کے حضور پیش ہونا ہے۔ اگر میں اسے چھوڑ کر ایسے معبودوں کا غلام بن جاؤں جو کسی نفع و نقصان کی قدرت نہیں رکھتے تو میں کھلی گمراہی کا شکار ہو جاؤں گا......لہٰذا :

اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ. (آیت:25)

سن لو! میں (اپنے اور) تمہارے رب پر ایمان کا اعلان کرتا ہوں۔

اور رحمت پروردگار جوش میں اس بہادر غلام کے اعلان کے جواب میں، اسے پیغام دیتی ہے :

اُدْخُلِ الْجَنَّۃَ . آؤ آگے بڑھو۔ یہ نعمتوں بھری جنت اور دنیا کے تمام شاہوں اور حکم رانوں کے تصور میں نہ آنے والے محلات و باغات سے بھرپور علاقے تمہارے منتظر ہیں۔

اس عظیم سورہ میں زمین، کھیت، باغات، دریا، نہروں، سورج، چاند، رات، دن، سمندروں میں چلنے اور کنارے لگنے والے جہازوں اور دریاؤں میں لہروں کے سہارے پار لگنے والی کشتیوں کے ایمان خیز مشاہدات کے حوالے سے اللہ خالقِ اکبر کی قدرتوں، صفات اور انعامات کی جانب، دلوں کے قفل کھولنے والے انداز میں، دعوت کا طویل سلسلہ موجود ہے جو اس سورہ کے ''قرآن مجید کا دل'' ہونے کی زندہ شہادت ہے۔

اسی کے ساتھ اس دنیا میں، اس دعوت الی اللہ کے انکار کے انجامِ بد اور اسے قبول کرنے والوں کی اس دنیا میں کامرانی کی حیات آفریں وضاحتیں، اس سورہ کی اس ایمان افروز صلاحیت کو اجاگر کرتی ہیں جس کی بنا پر رحمت ہر دو عالم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب

Marfat.com

تمہارے احباب واعزہ میں سے کوئی شخص سفرِ آخرت پر روانہ ہونے کے مرحلے کے قریب ہو تو اسے سورۃ یٰسٓ سنایا کرو۔

اس سورہ کا اختتام انتہائی مؤثر جزو پر ہوا، فرمایا گیا:

''اور ''صور'' پھونکا جائے گا، اس کے سنتے ہی آدم کی اولاد قبروں سے نکل کر اپنے پیدا کرنے والے کی عدالت کی جانب دوڑ پڑے گی۔ بعض آنے والے چلّا رہے ہوں گے، ہائے! ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا دیا۔ یہ تو سچ مچ وہی بات ہے جس کا وعدہ ''رحمان'' نے ہم سے فرمایا تھا۔ بلاشبہ ان کے پیغمبروں نے سچی بات ہم تک پہنچادی تھی۔'' (آیات:51-52)

مزید فرمایا:

''یہ قیامت کا دن جو ایک زور کی چیخ سے ہی بپا ہوگا اور سب چھوٹے بڑے، حکمران ومحکوم، مومن وکافر، ہمارے سامنے پیش کیے جائیں گے تو اس دن کسی بھی شخص پر ظلم نہیں ہوگا اور ہر شخص کو دنیا میں اس کے اعمال کی جزا و سزا مل کر رہے گی۔'' (آیات:53-54)

جزا اور سزا کے بعد انجام یہ ہوگا:

''جنت میں جانے والے خوش وخرم ایک دوسرے سے باتیں کر رہے ہوں گے۔ اپنے اہل وعیال سمیت خوشی خوشی، سایوں میں بچھائے ہوئے تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ ان کے سامنے تازہ، تھوڑے سے بلند تر، لذیذ پھلوں کی ڈشیں ہوں گی اور وہ جو چاہیں گے، فوراً ملے گا...... اور اس سے بھی لاکھوں گنا قیمتی تحفہ: سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ۔ رب العرش اور ربِّ آدم و ابراہیم ومحمد علیہم السلام کی جانب سے تمام اہلِ جنت کو ''السلام علیکم'' سے مخاطب فرمایا جائے گا''۔ (آیات:55-58)

اے رحمان ورحیم آقا! ہم گندگیوں سے آلودہ، نابکاروں کو اپنی بارشِ رحمت سے

Marfat.com

دھو کر ان خوش بختوں میں شامل کر لیجئے۔ آپ سے آپ کی رحمت کے صدقے یہ بھیک مانگ رہے ہیں، اس لئے کہ آپ ہی ہیں اور کوئی نہیں جس سے یہ بھیک مانگی جاسکے۔ آپ کریم بھی ہیں اور رحمان ورحیم بھی:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ. (آیت:83)

سورۃ الصافات

سورۃ یٰسں کے بعد 23ویں پارہ کی اگلی سورت والصافات ہے جس کے بنیادی مضامین تو وہی ہیں جو سورۃ یٰسں کے تھے لیکن نہ صرف اسلوب بلکہ دلائل اور تفصیلات کے اعتبار سے بھی اس کی نوعیت جداگانہ حیثیت کی حامل ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

قسم ہے صف بند قطار باندھنے والوں کی، قسم ہے ڈانٹنے والوں کی جو جھڑ کتے ہیں اور قسم ہے ان کی جو پڑھتے ہیں ذکر واوراد۔ (آیات:1-3)

مفسرین کے مطابق، ان تینوں سے مراد یا تو فرشتے ہیں یا اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے صف بند مجاہدین یا خلقِ خدا کو اللہ اور ان کے دین کی طرف بلانے والے۔ اور چونکہ ان سب کے مشاغل ایک جیسے ہیں اس لئے تینوں کو مراد لیا جاسکتا ہے۔

اور ان کی قسم کا مدعا یا مقسم علیہ یعنی جس کی قسم کھائی جائے وہ ہے: اِنَّ اِلٰھَکُمۡ لَوَاحِدٌ: تمہارا پروردگار وحدہ لاشریک ہے۔ اور وہی آسمانوں، زمین، ان کے مابین موجود ہر چیز اور شرق وغرب کے تمام زاویوں کا تنہا مالک ہے۔

سورۃ یٰسں کے آغاز میں قرآنِ حکیم کی قسم کھا کر محمد مصطفیٰ ﷺ کے نبیٔ برحق ہونے کی شہادت خود ربِّ کائنات نے دی تھی اور یہ امتیاز انبیائے کرام کے پورے گروہ میں سے صرف خاتم النبیین ﷺ کو ہی حاصل ہوا کہ اللہ ذوالجلال نے ان کی رسالت کی قسم اٹھائی اور وہ بھی قرآن مجید کی۔ جبکہ یہی انداز سورۃ الصافات میں خالق کائنات کی الوہیت کے لئے اختیار کیا گیا...... مقصود دونوں سے یہ ہے کہ توحید کا موضوع ہو یا رسالت کا، یہ اتنی عظیم حقیقتیں ہیں کہ غفلت اور شک وشبہ میں مبتلا انسانوں کو کفر وشرک کی گندگی سے نجات دلانے کے لئے

Marfat.com

خود رب العرش العظیم، قسم سے یقین دہانی فرما رہے ہیں۔

اس کے بعد قیامت کے دن اہلِ ایمان کو انعامات سے نوازنے اور سچے انبیاء کو جھٹلانے والوں کے دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے اور اندازِ بیان ایسا ہے کہ گویا ان دونوں کے حالات، انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور ایک کی قابلِ صد ہزار رشک مسرتوں اور دوسرے کی انتہائی الم انگیز کربناکیوں سے انسانی جمعیت پر حجت قائم کی جا رہی ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ چند روزہ دنیا کی زندگی کو دائمی انعامات کا ذریعہ بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھو، اور دیکھو غفلت، ضد، عناد اور دنیوی ہوس کا شکار ہو کر اس دردناک عذاب کو اپنا مقدر نہ بنالو کہ بدترین قسم کے کانٹوں بھرے، زہریلے، بدبودار تھوہر تمہاری غذا ہوں اور تھوہر بھی وہ جو شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ، جہنم کی تہہ میں دوزخیوں کے خون، پاخانہ اور پیپ سے اگنے والا ہو۔

روزِ قیامت، اس انجام کا ذکر کرنے کے بعد اس دنیا میں سیدنا نوح، ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام کو پیش آمدہ واقعات کا ذکر کیا گیا۔ ان واقعات کا ایک رخ تو یہ ہے کہ منکرینِ دین کی بدذہنی اور ان کے انجام کو بیان کیا گیا اور دوسرا پہلو یہ کہ ان انبیاء کرام کی عظمت وجلال اور اللہ کی راہ میں ہر چیز قربان کر دینے کے ان کے ایمان افروز جذبہ کا تذکرہ ہے کہ ایک نبی تو نافرمان بیٹے کو غرق ہوتا دیکھتے ہیں اور دوسری عظیم شخصیت حکمِ الٰہی کی تعمیل میں سعادت مند بیٹے کی گردن پر چھری چلا دیتی ہے۔

محسن وظالم......دو کرداروں کی یہ داستان رہتی دنیا تک عبرت اور ایمان وکفر کے واقعاتی نتائج کی زندہ شہادت کا کام دیتی رہے گی اور بھولے بھٹکوں کو منزلِ فلاح وکامرانی تک پہنچانے کا وسیلہ بنے گی۔ سورۃ الصافات کا اختتام اس اعلان پر ہوتا ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ. ہم نے شروع سے ہی یہ اعلان کر رکھا ہے کہ ہمارے بھیجے ہوئے رسول ہی ہماری امداد کے مستحق قرار پائیں گے اور اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ. ہمارا لشکر ہی ہر معرکے میں غالب رہے گا۔ (آیات: 171-173)

Marfat.com

سورۃ ص

سورۃ الصافات کے بعد 23ویں پارے کی آخری مکمل سورت ص ہے جو الصافات کے اختتام پر ذکر کردہ کشمکشِ حق و باطل میں آخرکار باطل پرست قوتوں کی مکمل تباہی اور علم برداران حق کی کامرانی کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ اس میں قومِ نوحؑ، عاد، فرعون، ثمود، قومِ لوطؑ، مادی طاقت رکھنے اور سیاسی اقتدار پر فائز ظالموں اور جابروں کے تہس نہس ہونے کی داستان، اختصار اور جامعیت سے بیان فرمائی گئی ہے، اور اسی کے بالمقابل مادی ذرائع سے تہی دامن انبیاء، ان کے متبعین اور خداداد استعداد و ذرائع سے نوازے گئے بعض انبیاء مثلاً سیدنا داؤد علیہ السلام کے اپنے رب کے سامنے ایک غلام کی حیثیت میں پیش ہونے کے ایمان خیز واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ انہی واقعات کے ذکر کے دوران یہ آیتِ قرآنی رہتی دنیا تک کے حکمرانوں اور اصحابِ سیاست و قوت کے لئے ایک روشن مینار کا کام دیتی رہے گی۔ فرمایا گیا:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝ (آیت:26)

داؤد! ہم نے تمہیں زمین کی خلافت عطا کی تو دیکھو عوام میں عدل و انصاف کو عام اور فیصلہ دیتے وقت اپنی خواہشاتِ نفس کو پامال کر کے تمہیں حق ہی کو قائم کرنا ہوگا۔ خواہشات کی پیروی اللہ کے راستے سے بھٹک جانے کا ذریعہ بنا کرتی ہے اور جو لوگ اللہ کے متعین کردہ راستے سے بھٹک جائیں گے ان کے لئے سخت ترین عذاب تیار ہے کیونکہ انہوں نے حکمرانی کے زعم میں یومِ حساب کو بھلا دیا۔

مزید فرمایا:

ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے مابین کی کائنات کو "باطل" پر مبنی پیدا نہیں

Marfat.com

کیا......تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ایمان والوں کو کفر و شرک کے فساد میں مبتلا لوگوں یا متقی واطاعت گزاروں کو حدودِ الٰہیہ توڑنے والوں کے ساتھ یکساں کردیں۔(آیات:27-28)

سورہ ص کے آخر میں سیدنا سلیمان، ایوب، اسحاق، یعقوب اور یسع علیہم السلام کی زندگیوں کو بھی اسی عدل وظلم کے مابین امتیاز اور عدل کے قیام کے لئے کی گئی جدو جہد کی دلآویز داستان کی حیثیت سے پیش فرمایا گیا۔

سورۃ الزمر

سورۃ الزمر کا آغاز اگرچہ 23ویں پارے سے ہی ہو جاتا ہے لیکن اس کا بڑا حصہ 24ویں پارہ میں ہے۔اس سورت کا آغاز سید الکونین ﷺ پر قرآنِ مجید کے نزول کے تذکرہ سے ہوتا ہے۔آغاز ہی میں آپ ﷺ سے فرمایا گیا:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ.(آیات:2-3)

اللہ کی عبادت واطاعت کیجئے اس انداز سے کہ عقیدہ اور عمل، توحید اور اطاعت، اللہ ہی کے لئے خالص ہو اور آگاہ رہیئے کہ دین خالصۃً اللہ ہی کے لئے ہے۔اس میں کسی بھی دوسری قوت اور شخصیت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔باقی تفصیلات ان شاء اللہ اگلی نشست میں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

Marfat.com

پارہ بہ پارہ
خلاصہ

فَمَنۡ اَظۡلَمُ
(24)

سامعین کرام!

آج 24 ویں پارہ کے مفاہیم کا خلاصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے ابتداء ہم سورۂ زمر سے کرتے ہیں جس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ o اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّیۡنَ o اَلَا لِلّٰهِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ.

یہ عظیم کتاب قرآن مجید، اس اللہ کی جانب سے اتاری گئی، جو ہر قوت کا مالک اور ہر چیز پر غالب ہے۔ اس کی تمام باتیں، احکام اور قوانین حکمت و دانش پر مبنی ہیں۔ ہم نے تمہاری جانب یہ کتاب، حق و صداقت پر مشتمل حقائق کی صورت میں نازل کی تو تم ہر قسم کی اطاعت و عبادت اللہ ہی کی کرو، اور اس میں کسی بھی دوسری شخصیت کا حصہ نہ ہو۔ آگاہ رہو کہ دین پورے کا پورا خالصۃً اللہ ہی کے لئے ہے۔

پوری سورہ کی 75 آیات، روحِ ایمان و اسلام کے اسی عنوان کے گرد گھومتی ہیں کہ اخلاص کیا ہے؟ اخلاص سے خالی عبادت، اطاعت اور بڑی سے بڑی قربانی نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ اللہ کے سوا کسی بھی دوسری شخصیت کی خوشنودی، کسی دنیوی مفاد یا کسی قسم کی شہرت کے لئے دین کا جو بھی کام کیا جائے گا وہ ''شرک'' قرار پائے گا جس کی سزا ہوگی جہنم، اور اس کے گوناگوں دردناک عذاب۔

اس سورہ کی تیسری آیت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو اپنے والی،

Marfat.com

سرپرست، حاجت روا یا مشکل کشا تسلیم کرتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی اطاعت وغلامی صرف اس نیت سے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔ بالیقین اللہ (قیامت کے دن) ان کے صدق سے ہٹے ہوئے اس اختلاف کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر فرمائیں گے۔

29ویں آیت میں فرمایا:

اللہ اس شخص کی مثال دیتے ہیں جس (کی زندگی، عبادات، معاملات وغیرہ) میں بہت سے لوگ شریک ہیں اور اپنے اپنے حصے پر جھگڑ رہے ہیں۔ جبکہ ایک دوسرا شخص ہے جو سالم کا سالم (نیت، قول، عبادت، تبلیغ، دعوت، صدقہ، خیرات و جہاد، سب کچھ میں) ایک ہی کا ہے (رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ.) کیا یہ دونوں برابر ہوں گے؟

آیت 43-44 میں فرمایا:

کیا لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو سفارشی مقرر کر رکھا ہے۔ (اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ.) ہمارے رسول! ایسے افراد سے کہیئے کہ تم نے انہیں اللہ کے سامنے سفارش کرنے والے تسلیم کیا ہے، خواہ یہ کسی بھی چیز کے مالک نہ ہوں (لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا) اور نہ ہی یہ کسی بات کو سمجھتے ہوں۔ آپ اعلان کردیجئے کہ اللہ ہی سے ہر قسم کی شفاعت متعلق ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت بھی اسی کے قبضہ میں ہے اور تم سب کے سب اسی کی جانب لوٹائے جاؤ گے۔

اس سے اگلی آیت میں اللہ ذوالجلال کے ساتھ دوسروں کو اپنی عبادات و اطاعت کا مرکز بنانے والوں کی ذہنی و قلبی کیفیت یوں بیان فرمائی گئی:

ان کا حال تو یہ ہو گیا ہے کہ جب اختیارات و معاملات اور عبادات و حاجت روائی کے زیرِ عنوان صرف اللہ وحدہ لاشریک کا ذکر ہو تو ان کے دل منقبض اور تنگ ہو جاتے ہیں اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا بھی ذکر ہو تو خوش ہوتے ہیں۔

اس موضوع پر آخری بات سورہ زمر میں یہ فرمائی گئی:

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ. (آیت:47)

Marfat.com

اور اگر اللہ کے ساتھ اپنی عبادات میں دوسروں کو شریک کرنے کا ظلم کرنے والوں کے قبضہ میں، پوری زمین کی دولت اور خزانے ہوں اور اس سے دگنے ذخائر بھی ان کی ملکیت میں آجائیں اور یہ اس بدترین عذاب سے بچنے کے لئے دے دیں جو انہیں اس جرم کی سزا کے طور پر قیامت کے دن ہوگا، اور ان کے سامنے ان کے اعمال اور نیتوں کے وہ نتائج آئیں گے جن کا انہیں گمان بھی نہیں تھا (تو ان کا حال کس قدر برا ہوگا۔)

اسی کے ساتھ راہِ حق کو کھلے انداز میں پیش کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

ہمارے حبیب! انہی سے کہیئے کہ تم سوچو تو سہی کہ جنہیں تم اللہ کے سوا اپنی مشکلات کے حل کے لئے پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانے کا فیصلہ کرلیں تو کیا ان میں سے کوئی اس نقصان سے بچانے والا ہے؟ اور اگر اللہ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہیں تو کوئی ہے جو اس رحمت کو روک سکے؟ ہمارے رسول! اعلان کر دیجئے کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے اور توکل واعتماد کرنے والوں کو صرف اور صرف اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

یہ ہے وہ اخلاص فی الدین جس کا حکم حضور ﷺ اور آپؐ کی وساطت سے پوری دنیا میں بسنے والے انسانوں کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص دیا گیا اور ساتھ ہی یہ بشارت بھی سنائی گئی:

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۚ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(آیت:61)

اللہ انہیں نجات سے نوازیں گے جو ان کے احکامات کی خلاف ورزی سے بچتے اور ان کے ارشادات کو زبان وعمل سے تسلیم کرتے ہیں۔ انہیں کسی قسم کی تکلیف بھی قیامت کے دن نہ ہوگی اور نہ ہی کسی غم اور صدمے سے واسطہ پڑے گا۔

اس سلسلۂ سخن کا خاتمہ اس خطاب سے ہوا:

Marfat.com

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ .(آیت:65)

بلاشبہ آپ ﷺ اور آپؐ سے پہلے (انبیاء پر) یہ وحی نازل کی گئی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے تمام کے تمام اعمال اکارت جائیں گے اور تمہارا شمار خسارہ اٹھانے والوں میں ہو گا۔اسی کے ساتھ فرمایا: بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ. اس کی بجائے آپ صرف اور صرف اللہ کی عبادت کیجئے اور شکر گزاروں میں شامل ہو جایئے۔

اس سورہ کے اختتامی حصے میں یہ صدائے رحمت و مغفرت بلند ہوتی ہے، جس میں ارشاد فرمایا گیا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.(آیت:53)

ہمارے حبیب! اب تک میری عبودیت اور اطاعت کی حدود سے متجاوز کرنے والے میرے بندوں تک یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ یقیناً اللہ سب گناہ معاف فرما دیا کرتے ہیں اور وہ مغفرت و رحمت کے انتہائی فیضان کے مالک ہیں۔

چنانچہ اب تک کی غلطی کا ازالہ یوں کرو:

①......وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ. اپنے پیدا کرنے والے مربّی و محسن اللہ ہی کی جانب جھکو اور اپنے آپ کو دل، دماغ، جذبات، نیت اور عمل ہر پہلو سے اس کے سپرد کر دو (وَاَسْلِمُوْا لَهٗ) اور یہ کام اس سے پہلے کر گزرو کہ ظلم و اسراف پر عذاب نازل ہو......اور اگر یہ عذاب نازل کیا گیا تو تمہارے معبودوں میں سے کوئی بھی تمہاری مدد کے لئے نہ آسکے گا۔

②...... جو کتاب تمہاری جانب بھیجی گئی، اچانک عذاب کے نازل ہونے سے قبل عملاً اس کی پیروی کرو۔(وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ) اگر عذاب نازل ہو گیا تو حسرت و اندوہ میں ڈوبے تم ظلم و شرک پر ندامت کرتے ہوئے نئی مہلتِ زندگی طلب کرو گے مگر ہمارا جواب

Marfat.com

یہ ہوگا کہ تم تک ہماری آیات پہنچی تھیں مگر تم نے انہیں ہنسی مذاق میں ٹال دیا اور یہ کہتے ہوئے تکبر و نافرمانی کا رویہ اختیار کیا کہ شرک کی اجازت تو خود اللہ نے دی ہے۔تم دیکھو گے کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کے منہ کالے ہو جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ متکبروں کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کہاں ہے؟......البتہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات کو مانا اور شرک و معصیت سے بچتے رہے انہیں نجات عطا ہوگی اور وہ ہر ذہنی اذیت و غم اندوہ سے محفوظ ہوں گے۔(آیات 53 تا 61 کی ترجمانی)

سورۃ المؤمن

الزمر کے بعد 24 ویں پارہ کی اگلی سورہ المؤمن ہے۔اس کا نزول بھی اس ہنگامہ خیز دور میں ہوا، جب مکہ معظّمہ کی زمین اور حرمِ بیت اللہ کا ماحول، توحید و شرک کے آخری معرکہ میں انتہائی سنگین صورت اختیار کر چکا تھا۔

اس سورہ میں توحید کے انتہائی مؤثر دلائل ہیں اور کفر و اسلام کی کشمکش کے بہت سے معرکوں کی داستان سنائی گئی ہے......لیکن سب سے اہم معرکہ جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مابین ہوا، اس کے بعض عبرت انگیز اور ایمان خیز اجزاء کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ان میں سے ایک واقعہ جو حیرت انگیز جراْتِ ایمانی، حکیمانہ طرزِ عمل اور ایمان کے جلال و جمال کا مظہر ہے، وہ فرعون کے اپنے رشتہ داروں یا انتہائی قریبی حلقے کے مؤمن باللہ کی اس پر شکوہ تقریر کے اقتباسات پر مشتمل ہے جو اس مردِ حق آگاہ نے فرعون کے سامنے اس وقت کی جب فرعون دلائل سے بے بس ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے "قتل" کی اجازت اپنی پارلیمنٹ سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔

لیکن اس مردِ مومن کی تقریر سے پہلے تمہیداً وہ چند کلمات سنیئے جو خود رب العزت نے اس سورہ کے آغاز میں فرمائے اور جن سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ مقصود، ان ایمانی حقائق پر توجہ مرکوز کرنا ہے جو اس واقعہ سے پہلے محکم اصولوں اور الٰہی قانون کی ابتدائی مگر بنیادی شقوں کی صورت میں فرمائے گئے ہیں۔رب العالمین فرماتے ہیں :

Marfat.com

تمہیں اللہ کے احکام و فرامین میں، وہی لوگ جھگڑے میں ڈالتے ہیں جو کفر کے راستے پر چل نکلے ہیں...... دنیا کی آبادیوں میں ان کا گھومنا پھرنا، ان کے فوجی جلوس، شان وشکوہ کے مظاہرے، پکڑ دھکڑ کی حرکتیں تمہیں دھوکہ نہ دینے پائیں (کہ یہ لوگ شاید کمزور و ناتواں علمبردارانِ حق کو پامال اور ختم کر پائیں گے) اس سے پہلے قوم نوحؑ اور بعدازاں بہت سے گروہوں نے حق کو جھٹلایا اور ہر سرکش وصاحبِ اقتدار اور مادی وسائل رکھنے والے افراد و عناصر نے یہ ارادہ و اہتمام کیا کہ اللہ کی جانب دعوت دینے والوں کو پکڑیں اور ان سے جھوٹی باتوں کی بنا پر معرکہ آراء ہوں تاکہ حق اور حق کے علمبرداروں کو بھلا دیں (جب انہوں نے ایسا کیا تو) میں نے انہیں دبوچ لیا تو دیکھو کہ اس سزا کا نتیجہ کیا نکلا؟

جس طرح باطل قوتوں کو دنیا میں حق کے علمبرداروں کی کمزوری اور بے مائیگی کے بالمقابل شکست فاش ہوئی اور ان میں سے اکثر و بیشتر تباہ و برباد ہوگئیں:

وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ○

(آیت: 6)

اسی طرح تیرے رب کا یہ فرمان حقیقت کا روپ دھار کر رہے گا کہ کفر کے راستے پر چلنے والے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔

رہے اہلِ ایمان اور داعیانِ توحید و دین تو بلاشبہ وہ بظاہر کمزور اور بے سہارا دکھائی دیتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا . (آیت: 7)

جو فرشتے رب السماوات والارض کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں، اُن کا معمول یہ ہے کہ وہ:

①...... اپنے رب کی حمد کے ترانے گاتے ہیں۔

②...... دنیا میں ایمان قبول کرنے اور صدائے ایمان بلند کرنے والوں کے حق میں یہ

Marfat.com

دعا کرتے ہیں کہ رب ذوالجلال ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرما دیجئے جو توبہ کرتے ہوئے آپ کے بتلائے ہوئے راستے پر چل نکلے ہیں اور انہیں جہنم سے بھی محفوظ رکھیئے۔ رب ذوالمنن! ان ایمان لانے والوں کو ہمیشگی کی جنت میں داخل فرمایئے اور ان کے آباء واجداد اور اہل وعیال سمیت انہیں ''جناتِ عدن'' میں جگہ دیجئے اور انہیں ہر قسم کی تکالیف اور ناگواریوں سے محفوظ رکھیئے۔

یہ دعائیں جو رب العالمین کے عرشِ معظم کو اٹھانے والے فرشتے اصحابِ ایمان کے حق میں کرتے ہیں، ان کی قبولیت میں کیا شبہ؟ اور جب یہ شرفِ قبولیت حاصل کرلیں تو ان اصحابِ ایمان کو دشمن سے کیا خطرہ؟ وہ تو حفاظت کے بے مثال قلعہ میں جا پہنچے۔

اب آیئے اس مردِ مومن کی جانب جس نے فرعون ایسے بگڑے حکمران کی جانب سے اپنی پارلیمان کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تجویز پیش کرنے پر بانگِ دہل کہا تھا:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ. کیا تم ایسی شخصیت کو قتل کرنا چاہتے ہو جس کا جرم صرف یہ قول ہے کہ میرا رب اللہ ہے، درانحالیکہ اپنے اس عقیدے کے حق میں اپنے رب ہی کی جانب سے کھلے دلائل تمہارے سامنے پیش کر رہا ہے...... اگر وہ اس عقیدے میں جھوٹا ہے تو جھوٹ کب تک چلے گا اور لازماً جھوٹ کا وبال اس پر پڑ کر رہے گا لیکن اگر وہ سچا ہے تو خوب سمجھ لو کہ وہ جس عذاب سے تمہیں ڈرا رہا ہے وہ لازماً تم پر نازل ہو کر رہے گا۔ اس نے قوم سے مخاطب ہو کر کہا: میری قوم! آج بادشاہت تمہارے ہاتھ میں اور تم سرزمینِ مصر پر غالب و قابض ہو، لیکن اگر اللہ کا عذاب فی الواقع نازل ہوا تو کون ہے جو اس کے بالمقابل تمہاری مدد کو آئے گا؟

فرعون نے جواب دیا: میں تو تمہیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو خود سوچتا ہوں اور میں تو بھلائی کی جانب ہی تمہاری راہنمائی کر رہا ہوں۔

مردِ حق آگاہ نے بلا جھجک اس کے جواب میں کہا:

میری قوم! مجھے تو اب یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ وہ عذاب اب تم پر نازل ہو کر رہے گا جو

Marfat.com

تم سے پہلے قوم نوحؑ ، عاد اور ثمود اور ان کے بعد کفر کے راستے پر چلنے والوں کا نام و نشان مٹا چکا ہے۔ میری عزیز قوم! میں اب یہ خوف محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارے چیخنے اور رونے دھونے کا دن آیا ہی چاہتا ہے، جب تم عذاب سے بچنے کے لئے اُلٹے پاؤں دوڑ رہے ہو گے مگر اللہ کے سوا تمہیں بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

آلِ فرعون کے اس صاحب جرأت وبصیرت فرد نے، جو اب تک اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا، اپنی قوم کو تاریخ کے حوالوں سے ان کی گمراہیوں اور ان کے باعث نازل ہونے والے عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے برملا کہا:

اللہ رب العزت متکبروں اور حدود پھاندنے والوں کو گمراہی کے راستے پر چھوڑ دیا کرتے ہیں، اور یہ اس لئے کہ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ غصے میں لانے والی بات یہ ہے کہ انسان محض جہالت کی بنا پر اپنے خالق کی نازل کردہ آیات واحکام کا مقابلہ کرنے لگے اور یہی چیز مومنوں کے لئے بھی اشتعال کا باعث بنا کرتی ہے۔ یوں حق کا بے دلیل مقابلہ کرنے والے متکبروں اور سرکشوں کے دلوں پر اللہ مہر ثبت کر دیتے ہیں۔

اس تقریر کے مزید اہم اور دلوں میں ایمانی شمع روشن کرنے والے اجزاء، اسی سورہ کی آیت 38 تا 44 میں پڑھئے اور دیکھے کہ اس ترجمانِ صداقت، مردِ مومن نے جو کچھ کہا وہ کیسے پورا ہوا......اور پھر اس پر بھی غور کیجئے کہ اصلی قوت اس دنیا کے خدا دشمن اربابِ اختیار اور اصحابِ سرمایہ کے ہاتھوں میں ہے یا رب السماوات کے قبضہ و تصرف میں؟

برادرانِ دین! اس ایمانی ماحول میں، جو رمضان المبارک میں اجتماعی تلاوتِ قرآن نے مہیا کیا ہے، غور کیجئے کہ وہ فرعون جو برملا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا نعرہ بلند کرتا تھا اور جس نے اپنے ظلم و جبر کے بل بوتے پر بنی اسرائیل کی نسلوں کو پیدا ہوتے ہی ختم کرنے کو معمول بنا لیا تھا، اسی کے اپنے گروہ کا ایک جواں ہمت مرد، اس بے باکی سے شاہی دربار میں اظہارِ حق کرتا ہے کہ فرعون اپنے وزیرِ اعظم ہامان سے کہتا ہے کہ ایک بلند عمارت بنواؤ جس پر چڑھ کر میں آسمانوں تک رسائی حاصل کروں اور جھانکوں کہ موسیٰ کا رب کہیں دکھائی دیتا ہے یا نہیں؟

Marfat.com

لیکن اس احمقانہ راہِ فرار سے بات کیا بنتا تھی؟ آخر کار وہی ہوا جس کا انتباہ مردِ مومن نے فرعون اور اس کے حکمران ٹولے سے کیا تھا۔ اپنے لاؤ لشکر سمیت فرعون بصد ذلت و حسرت دریائے نیل کی لہروں میں ہمیشہ کے لئے ڈوبا اور موسیٰ علیہ السلام اپنے قافلہ ایمانی کی معیت میں دریا کے پار گئے اور نئی دنیا بسائی۔

سورۃ حٰمٓ السجدۃ

المؤمن کے بعد 24 ویں پارہ کی اگلی سورہ حٰمٓ السجدہ ہے جس کی 54 میں سے 46 آیات اسی پارہ میں ہیں، باقی 25 ویں میں۔ اس سورہ کی ابتدائی 24 آیات زیادہ تر انہی عنوانات کی مزید وضاحت پر مشتمل ہیں جو سورہ المؤمن میں بیان فرمائے گئے ہیں، البتہ اسلوب و بیان کی ندرت ایسی ہے کہ سبھی عنوانات نئے محسوس ہوتے ہیں۔ سامعینِ محترم سے یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ قرآن مجید دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جس میں مضامین کی تکرار بکثرت ہے مگر طرزِ بیان اور زیرِ تذکرہ عنوانات کی تفصیلات اس انداز میں ترتیب دی گئی ہیں کہ ہر صاحبِ دل پڑھنے اور سننے والا اپنے ایمانی ظرف کے مطابق ہر جگہ سے وہ کچھ حاصل کرتا ہے جسے وہ نیا سمجھنے پر مجبور ہے اور ہر آیت پر ''سخن ایں جا است'' کا مقولہ صدفی صد صادق آتا ہے۔

بہر حال سورہ حٰمٓ السجدۃ سے قرآن پاک کا ایک طالب علم جس ''مدوجزر'' سے دوچار ہوتا ہے، اسے تو سامعین محترم یکسوئی کے ساتھ باترجمہ تلاوتِ قرآن مجید سے حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں، یہاں تو لفظ حٰمٓ سے شروع ہونے والی سات سورتوں میں سے اس دوسری سورت کے عظیم تر اور مؤثر ترین بیان کی صرف دو تین جھلکیاں پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

بعض قوموں کی شامتِ اعمال کا نتیجہ آسمانی عذاب کی صورت میں رونما ہوا، ان میں عاد و ثمود معروف قومیں ہیں۔ اس سورہ کے قدرتِ بیان ہی کا ایک مظہر یہ مقام ہے جس میں عاد و ثمود کی ہلاکت کا تذکرہ فرمایا گیا، عاد کے بارے میں کہا گیا:

Marfat.com

رہے عاد تو انہوں نے زمین میں تکبر کا مظاہرہ کیا، جس کا انہیں حق حاصل نہیں تھا۔ انہوں نے برملا کہا کہ قوت و طاقت میں ہم سے زیادہ مضبوط و مستحکم کون ہے؟

اس کا جواب رب ذوالجلال یہ دیتے ہیں :

''کیا انہوں نے یہ سوچا ہی نہیں کہ وہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ بالیقین ان سے بہت زیادہ قوت کا مالک ہے۔''

اس جواب کے بعد قوم عاد کے انجام کے بارہ میں ایک آیت :

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا:

تو ہم نے اس بدنصیب قوم کے لئے مقرر آفت کے دنوں میں ان پرزور کی آندھی چھوڑی تاکہ اس تکبر ماری قوم کو اسی دنیا میں رسوا کن عذاب کا مزا چکھائیں۔ رہا عذابِ آخرت تو وہ اس سے بھی زیادہ ذلت دینے والا ہوگا اور کوئی نہیں ہوگا جو ان کی مدد کو آئے۔

تکبر کی سزا...... ذلیل کرنے والا عذاب ...... ٹھیک جرم کے مطابق عقوبت کی کتنی منطقی مثال ہے۔

ثمود کے بارے میں فرمایا: انہوں نے ہماری عطا کردہ راہنمائی پر اندھے پن کو ترجیح دی اور اسے پسند کیا۔ انہیں ہولناک کڑک نے آدبوچا، جو ان کے لئے ذلت آفرین سزا تھی ......لیکن اسی کے ساتھ ہوا یہ کہ جو لوگ دعوتِ ایمانی قبول کر چکے تھے اور عملاً متقی تھے، ان کی رہائش بھی انہی کی بستی میں تھی مگر اس خوفناک آسمانی کڑک کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ اس عذاب سے کاملاً محفوظ رہے۔

بقیہ حصہ ان شاء اللہ اگلی نشست میں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

Marfat.com

پارہ بہ پارہ
خلاصہ

اِلَیۡهِ یُرَدُّ

25

ہم نے اپنی گزشتہ گفتگو کے اختتامی حصہ میں چوبیسویں پارہ کی آخری نامکمل سورہ حٰمٓ السجدہ کی ابتدائی آیات میں معاشروں کی بے راہ روی اور قوموں کی انبیاء علیہم السلام کی دعوت جھٹلا کر دینِ حق کے خلاف محاذ آرائی پر قانونِ الٰہی کے نفاذ سے متعلق بحث کی تھی۔ اس سے اگلے سلسلۂ آیات میں افراد کے محاسبہ اور ان کے انجام کے زیرِ عنوان قیامت کے روز پیش آنے والے واقعات کی جو تصویر کشی کی گئی ہے، اس کا بغور جائزہ اس پختہ اعتقاد سے لیا جائے کہ ربِ ذوالجلال کے یہ فرمودات مبنی بر صداقت ہیں، تو ہماری زندگی کا رخ پھیرنے کے لئے سورہ حٰمٓ السجدہ کی 20 تا 26 صرف سات آیات ہی کافی ہیں۔

اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہماری روزمرہ زندگی میں ہمارے اردگرد رہنے والے تمام لوگ، جن میں والدین، بیوی، اولاد اور دیگر افرادِ خاندان بھی شامل ہیں، قیامت کے روز ہمارے ہر ہر عمل کی گواہی رب ذوالجلال کے حضور دیں گے تو سوچئے ہمارا رویہ کیا ہوگا؟ کیا ہم بے دھڑک اپنی ہر خواہش کو پورا کرنے کی دھن میں مست، ہر وہ کام کرتے چلے جائیں گے، جس پر ہمیں ہولناک عذاب سے مسلسل متنبہ کیا جا رہا ہے؟ یا ہم ہر لحظہ اس امر کا خیال رکھیں گے کہ کسی بھی فرد کے سامنے ایسی کوئی حرکت نہ کریں جو موجبِ سزا ہو......لیکن قرآن مجید نے تو اس سے کہیں آگے کی بات کی ہے۔ ذرا سنیئے تو سہی:

حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوۡهَا شَهِدَ عَلَیۡهِمۡ سَمۡعُهُمۡ وَاَبۡصَارُهُمۡ وَجُلُوۡدُهُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ. (آیت:20)

Marfat.com

حتیٰ کہ وہ لمحہ آجائے جب اس دنیا میں بسنے والے میدانِ حشر میں آئیں گے تو ان کے خلاف ان کے اپنے ہی کان، آنکھیں اور چمڑے گواہی دیں گے اور وہ سب کچھ کہہ ڈالیں گے جو یہ دنیوی زندگی میں کرتے رہے۔

آہ! کس قدر اضطراب انگیز ہوں گے وہ لمحات، جب دوستوں، دشمنوں، بزرگوں اور بچوں سبھی کے سامنے کٹہرے میں کھڑے، ہم آپ جیسے انسان کے اپنے ہی ہاتھ، پاؤں، زبان، کان اور جسم کا ایک ایک عضو، 24 گھنٹوں کی روزمرہ خفیہ اور علانیہ زندگی کے تمام افعال کھلے الفاظ میں بیان کر رہے ہوں گے...... ہم اور آپ یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے لیکن نہ احتجاج کی سکت ہوگی اور نہ ہی اعضاءِ جسم کی شہادت کو رد کیا جاسکے گا۔ البتہ ان سے اسی وقت یا شاید کچھ وقت بعد یہ سوال ضرور پوچھا جائے گا:

لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا. تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟

اعضاء جواب دیں گے:

اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ.

(آیت:21)

ہم کیا کر سکتے تھے ہمیں تو اس قوی اللہ نے بلوا لیا، جس نے ہر چیز کو بولنے کی صلاحیت عطا کی...... اور پھر ہمیں بولنے کا حکم دینے والا رب وہی تو ہے جس نے تم سوال کرنے والے انسانوں کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اب تم اسی کے سامنے لوٹائے گئے ہو...... ہم میں سے کسی کی کیا مجال تھی کہ وہ اس خالق و مالک کا حکم تسلیم کرنے سے انکار کر سکتا۔

اس سچی واقعاتی شہادت کی بنا پر جب ہر شخص کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا اور احکام و قوانینِ الٰہیہ کو توڑنے والے افراد اپنے بُرے اعمال کی بنا پر ابدی جیل ''جہنم'' میں بھیج دیئے جائیں گے تو قرآن مجید کے مطابق ان کی ناقابلِ حل مشکل یہ ہوگی:

اگر صبر کریں تو جہنم کی ہولناک آگ ان کا مستقل ٹھکانہ ہوگی اور اگر یہ معافی طلب کریں تو اس کا وقت ختم ہو چکا ہوگا، چنانچہ ان کی یہ درخواستِ معافی (زائد المیعاد ہو جانے کے

Marfat.com

باعث) ناقابلِ سماعت ہوگی:

فَاِنۡ یَّصۡبِرُوۡا فَالنَّارُ مَثۡوًی لَّهُمۡ ۚ وَاِنۡ یَّسۡتَعۡتِبُوۡا فَمَا هُمۡ مِّنَ الۡمُعۡتَبِیۡنَ. (آیت:24)

احکام و قوانینِ الٰہیہ سے سرتابی کرنے والوں کے انجام کے بالمقابل اب بندگانِ وفا شعار اور حکمِ الٰہی کے پابند اصحابِ ایمان کے بارے میں سورہ حٰمٓ السجدۃ کا پیامِ سماعت فرمایئے۔ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِیۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ○ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُكُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمۡ فِیۡهَا مَا تَشۡتَهِیۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِیۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ○ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ ○ (آیات 30-32)

جن لوگوں نے یہ اعلان کر دیا کہ ہمارا مالک، حاکم اور رب، اللہ ہے، پھر وہ اس اعلان پر ثابت قدمی سے جمے رہے، ان پر اللہ کے فرشتے نازل ہوکر یہ پیغام دیتے ہیں کہ تم ہر قسم کے خوف وغم سے بے نیاز ہو جاؤ، تمہارے لئے اللہ کا عظیم تر مہمان خانہ ''جنت'' تیار ہے۔ اسی کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔اور یہاں ہم تمہارے رفیق و دوست ہیں جیسا کہ دنیا میں بھی تمہارے ساتھ ہمارا یہی رشتہ تھا۔تمہیں اس جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جو تم چاہو اور طلب کرو گے اور سب کچھ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم کی میزبانی ہوگی۔

صد ہزار خواہشات اور ہزاروں زندگیاں قربان اس سعادت پر کہ کسی کو ربِ جبریل و محمد علیہما السلام کا مہمان بننے کا پیام ملے۔

دوسری عظیم خوشخبری ان فرزندانِ اسلام کے لئے ہے جو اپنی زندگیاں اور صلاحیتیں اس دنیا کے انسانوں کو اللہ کی توحید و عبادت اور رسول اکرمؐ کی غلامی و اطاعت کی دعوت دینے کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور یہ جہاد ہر قسم کی گروہ بندی، فرقہ واریت، تعصب اور ذاتی مفاد و انا سے پاک ہوکر کرتے ہیں۔ایسے لوگوں کے بارے میں سورہ کی آیات 33 تا 35 کا خلاصہ یہ ہے:

Marfat.com

اس شخص سے کون بہتر و برتر ہوسکتا ہے جو لوگوں کو اللہ کی جانب بلائے، خود نیک اعمال کرے اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کرے کہ'' اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ '' میں صرف مسلمان اور اُمت مسلمہ کا ایک فرد ہوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

اس پیغمبرانہ کارِ اصلاح میں مصروف افراد سے فرمایا گیا کہ دیکھو:

نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتی۔ تم مخالفین کے بُرے رویہ کا جواب اچھے اخلاق سے دو۔ تم اچانک دیکھو گے کہ تمہارے کھلے دشمن تمہارے دلی دوست بن گئے ہیں۔ اور یاد رکھو کہ اس کارِ نبوت کی توفیق تھڑدلے نہیں بلکہ صبر کرنے والے افراد کو ملتی ہے۔ اور یہ کام وہی انجام دے سکتے ہیں جن کے نصیبے عظیم ہوں:

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۔ (آیت:35)

قرآن مجید کے بارے میں ارشاد ہوا:

یہ ایمان والوں کے لئے زندگی کا مکمل لائحہ عمل ہے اور ہر مرض کی شفاء۔ اس پر ایمان نہ لانے والے بدنصیب، قوت سماعت سے محروم اور ایسے اندھے ہیں کہ روشن سورج بھی انہیں دکھائی نہ دے سکے۔ (آیت:44)

سورۃ الشوریٰ

25 ویں پارے کی پہلی مکمل سورہ الشوریٰ ہے۔ شوریٰ اس تشکیل کردہ فورم کو کہتے ہیں جس میں باہمی مشورہ اور سوچ و بچار کے بعد زیرِ بحث مسئلہ طے کیا جائے اور اگر مشورہ طلب کیا جائے تو صحیح رائے دی جائے۔

ہر انسان ایک فرد کی حیثیت سے نہ ''عالمِ کُل'' ہے اور نہ ''ہمہ جہت دانشور''۔ بڑے سے بڑا شخص بھی اپنے ذاتی امور میں ان افراد سے مشورہ لینے کا محتاج ہوتا ہے جو اس کے نزدیک عقل و دیانت اور پاکیزگیِ اخلاق و اعمال کے پہلو سے مشورہ دینے کے اہل ہوتے ہیں۔ اسی طرح ملت کے اجتماعی مسائل اور امورِ خلافت و اسلامی حکومت کو بہتر انداز میں چلانے، پالیسیوں اور نظامِ حکومت کو اسلام کے مطابق طے کرنے کے لئے اسلام نے

Marfat.com

''شوریٰ'' کا تصور پیش کیا ہے تا کہ اجتماعی تقاضوں کو بحسن وخوبی پورا کیا جا سکے۔ چشمِ فلک شاہد ہے کہ عہدِ نبوت سے اب تک جب کبھی بھی اجتماعی نظام میں نبوت کی جھلک دکھلائی دی یا انسانوں نے خیر وبرکت کا مشاہدہ کیا تو اس کے پیچھے ان لوگوں کا قلبی ایمان اور ذہنی پاکبازی ہی کارفرما رہی جو باہم مشورہ کیا کرتے تھے۔

حٰمٓ سے شروع ہونے والی اس سورہ کی ایک قابلِ توجہ اہمیت یہ بھی ہے کہ اس کے آغاز میں حٰمٓ کے ساتھ عٓسٓقٓ کے الفاظ کا اضافہ فرمایا گیا، اور حروف والفاظ کی تعداد میں اضافہ، بالخصوص قرآن مجید میں، خصوصی اہمیت کی قطعی علامت ہے۔

سورہ الشوریٰ کے آغاز میں ہی اللہ تعالیٰ نے وہ اہم اصول انتہائی جامعیت اور وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیئے ہیں جو ملتِ اسلامیہ کے اجتماعی دائروں میں وحدتِ فکر اور جوشِ عمل پیدا کرنے کے لئے مضبوط بنیاد بننے کی حیرت انگیز افادیت کے حامل ہیں۔ تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ جب بھی ان بنیادی اصولوں کی دعوت وتبلیغ کے نتیجہ میں زمامِ حکومت ایسے ہاتھوں میں آئی جو اپنے آپ پر ظلم کر کے بھی دوسروں کے حقوق کی نگہداشت کو اپنا دینی فرض اور نجاتِ اُخروی کا سبب سمجھتے تھے، ملتِ اسلامیہ کے اصلی جوہر ''تعلق باللہ اور قیامِ عدل وامان'' کا بھرپور مظاہرہ ہوا۔

یہ 12 بنیادی اصول واحکام ہیں جو سورہ الشوریٰ کی پہلی پندرہ آیات میں اس طرح بیان کئے گئے ہیں:

①......رسول اکرم ﷺ کی طرف کی گئی وحی غالب وحکیم اللہ کی جانب سے ہے، جو حکمرانِ حقیقی ہیں۔ جو لوگ اپنا بھلا اور اپنے آقا کا وفادار بننا چاہتے ہیں، انہیں اس وحی پر ایمان ویقین رکھنا ہوگا۔

②......زمین وآسمان میں جو کچھ ہے، انہی کی ملکیت ہے۔

③......جلالِ الٰہی کا یہ عالم ہے کہ قریب ہے کہ اللہ کے رعب اور خوف سے انسانوں کے سر پر موجود آسمان پھٹ جائیں۔ اسی جلال کا ایک مظہر فرشتوں کی حمد وتسبیح میں مشغولیت اور اہلِ

Marfat.com

ایمان کا فروگزاشتوں کی معافی کے لئے دعائیں ہیں (تاکہ یہ غضب الٰہی سے محفوظ رہیں)۔

④......اللہ کے علاوہ دوسروں کو اپنا سرپرست بنانے والوں تک اللہ کی بات پہنچانا، لیکن ان سے منوانا آپ کی ذمہ داری نہیں۔

⑤......نزولِ قرآن کا مقصد اُم القریٰ اور اس کے اردگرد کے تمام لوگوں کو متنبہ کر کے محاسبے کے دن سے ڈرانا ہے جب تمام انسان دو گروہوں میں بٹ کر جنت و جہنم میں چلے جائیں گے۔

⑥......اللہ بالجبر سبھی کو اپنا مطیع بنا سکتے تھے لیکن وہ امتحان کے ذریعے ایک گروہ کو اپنی رحمت تلے لے آئیں گے جبکہ ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

⑦......انسانو! باہمی اختلاف میں فیصلہ اللہ سے طلب کرو کیونکہ وہی مالک وحاکم ہے اور تمہیں اسی کی جانب لوٹنا ہے۔

⑧......خالقِ زمین وآسمان نے تمہارے لئے خاندانی نظام کا اہتمام فرمایا۔ وہ تمہاری نسل کو بڑھاتا ہے۔ تمہاری کہی ان کہی باتوں کو سنتا اور تمام حالات سے بخوبی آگاہ ہے۔

⑨......تمہیں جو دین یعنی نظامِ حیات دیا گیا ہے اسے اپنے ہاں قائم اور نافذ کرو۔ اس میں کسی قسم کی گروہ بندی کا شکار ہو کر جدا جدا نہ ہو جاؤ۔

⑩......دین کو محور و مرکز اور اسے بطورِ نظامِ حیات نافذ کرنے کی دعوت ان لوگوں پر گراں گزرے گی جو زندگی اور اس کے لئے راہنمائی کو متعدد شخصیتوں اور نظریات میں تقسیم کرنے کے شرک میں مبتلا ہیں۔ ایسی دعوت ان کے لئے ناقابلِ برداشت ہوگی لیکن اللہ اس کام کے لئے اپنے پسندیدہ لوگ منتخب کر کے انہیں اس کی توفیق سے نوازیں گے۔ اے نبی! آپ بھی اپنا یہ اہم کام کرتے جایئے اور مشرکوں کی ناراضی کی پروا نہ کیجئے۔

⑪......اقامتِ دین کی اس دعوت کی مخالفت کا حقیقی سبب یہ ہے کہ یہ مشرکین انسانوں کا استحصال اور انہیں اپنے مقاصد کے لئے آلۂ کار بنانے کے خوگر ہیں اور ان کی یہی ذہنیت راہِ حق میں ان کی جانب سے رکاوٹیں کھڑا کرنے کی محرک ہے۔

Marfat.com

⑫......اقامتِ دین کی جدوجہد میں مصروف لوگوں کو 20 ویں آیت میں یہ بتلا دیا گیا ہے کہ تم لوگوں کو اللہ کے ہاں دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ایک وہ جو اس جدوجہد کا پھل دنیوی اقتدار کی صورت میں چاہتے ہیں اور دوسرے جو صرف اجرِ آخرت کے طالب ہیں۔ان دونوں کے بارے میں یہ فیصلہ صادر فرما دیا گیا کہ:

دنیا میں ہی اقتدار کی فصل کاٹنے والوں کو اگر کچھ دنیوی مفاد حاصل ہو بھی گیا تو آخرت میں ان کا قطعاً کوئی حصہ نہ ہوگا لیکن جو لوگ آخرت کے لئے کام کریں گے ان کی آرزوؤں کی فصل خوب پھلے پھولے گی اور اللہ اس میں اضافہ فرماتے رہیں گے۔

سورہ الشوریٰ کی آیت نمبر 36 سے اسلامی شورائیت کو معرضِ وجود میں لانے اور اسلامی نظام کو عملاً نافذ کرنے والی شوریٰ کے ارکان کی بنیادی صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن آیت کا آغاز ایک اہم اسلامی نظریہ کو بطورِ اساس پیش کرنے سے ہوا، فرمایا گیا:

فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ۔

(آیت:36)

تمہیں یہاں جو کچھ بھی دیا جائے وہ اس دنیوی زندگی کی متاع ہوگا، اور اللہ کے ہاں جو کچھ موجود ہے وہ خیر بھی ہے اور ہمیشہ رہنے والا بھی......اور یہ نعمت ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو آیت کے اگلے حصہ میں بیان کردہ صفات کے حامل ہوں گے۔یہی صفات ہی ارکانِ شوریٰ کی بنیادی اہلیت قرار پاتی ہیں:

سورہ الشوریٰ کے مطابق یہ صفات ہیں......ایمان باللہ [1]......اللہ پر توکل و اعتماد [2]......کبیرہ گناہوں سے اجتناب [3]......بے حیائیوں سے پاک دامنی [4]......غیظ و غضب [5] سے مغلوب نہ ہوں بلکہ غصہ کی حالت میں دوسروں کی غلطیاں معاف کر دیں......اپنے مالک و آقا کی [7] ہر صدا پر لبیک کہنا اور ہر حکم کی دل و جان سے تعمیل......ادائیگی نماز [6] کا بھرپور اہتمام......باہمی [8] مشاورت......خدا کے عطا [9] کردہ مال و دولت سے اپنے بھائیوں کو مشکلاتِ زندگی سے نجات دلانے کے لئے خرچ کرنا......مسلمانوں پر [10] حملہ کی صورت میں متحد ہو کر برسرِ پیکار ہونا۔

Marfat.com

دینی بھائیو! یہ ہیں وہ دس صفات جو اسلامی حکومت کے نظم ونسق کو چلانے والی شوریٰ کے ارکان کی بنیادی صلاحیت واہلیت کی حیثیت سے دستورِ اسلامی اور قانونِ شرعی کا جزوِلاینفک ہیں، اور جب تک ان قرآنی صفات کو اسلامی مجلسِ شوریٰ کی بنیاد نہیں بنایا جاتا، معاشرے کو ان صفات کا دل وجان سے قائل نہیں کیا جاتا، اس وقت تک اسلامی قوانین و احکام اور اداروں سے مطلوبہ نتائج کی توقع بارآور نہ ہوگی اور نہ ہی ملک وملت برکات سے بہرہ ور ہوسکیں گے جن کا وعدہ حضور ﷺ نے اسلامی شریعت کے نفاذ کے سلسلہ میں کیا ہے۔

سورة الزخرف

اگلی سورہ زخرف ہے جو سلسلۂ حٰمٓ کی چوتھی کڑی ہے۔ اس کے مضامین میں قرآن مجید کی عظمت، مشرکین کی مخالفت اور حضور ﷺ کی شان میں کفار کی گستاخیوں کا تذکرہ شامل ہے۔ اس اہم موضوع پر دوٹوک انداز میں فرمایا گیا ہے کہ رسالت ونبوتؐ کے بارے میں دنیا پرستوں کا نظریہ یکسر غلط ہے۔ اس اعزازِ الٰہی کی عطا کا معیار، اللہ رب العزت کی پسند ہی ہے۔

دنیا کی تاریخ کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ مادہ پرست لوگ بصیرت ودیانت دونوں سے محروم ہوتے ہیں۔ مشرکینِ مکہ اس محرومی کی بدترین مثال تھے۔ انہوں نے برملا کہا: یہ قرآن کسی عظیم شخصیت پر کیوں نازل نہیں کیا گیا۔ ایک ایسے شخص کو کیوں منتخب کیا گیا جو مال ودولت، سرداری اور دنیوی شہرت میں دوسرے بڑے لوگوں کے بالمقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

اللہ رب العزت نے اس کے جواب میں فرمایا:

کیا یہ لوگ اللہ کی رحمت کو بانٹنے کے ٹھیکیدار بھی بننے لگے ہیں؟ انہیں تو اتنا بھی اختیار نہیں کہ دنیا کی حقیر ترین شے مال ودولت کی ہی تقسیم کرسکیں۔ وہ بھی ہم ہی کرتے ہیں، نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَهُمۡ مَّعِیۡشَتَهُمۡ. اس لئے انہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ نبوت ایسی عظیم سعادت و ذمہ داری کے بارے میں یہ فیصلہ کریں کہ کون اس کا مستحق ہے اور کون نہیں۔ اس عظیم قیادت

Marfat.com

کا معیار اللہ رب العزت نے خود مقرر فرمایا اور اعلیٰ صفات کے حامل اپنے بندوں میں سے اس سعادت کے لئے منتخب فرمایا۔

اسی سورہ میں یہی موضوع حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصے میں زیرِ بحث آتا ہے۔فرعون اپنی سلطنت اور بادشاہت کے غرور میں کہتا ہے: اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ مَھِیْنٌ'' . میں ہی اس بے حیثیت شخص......حضرت موسیٰ علیہ السلام......سے بہتر اور بلند تر ہوں۔اگر موسیٰ مجھ سے بہتر ہیں تو انہیں سونے کے کنگن کیوں نہیں دیئے گئے؟...... الغرض یہ زمینی اشیاء جاہل و کافر افراد کے لئے معیارِ عزت ہیں جبکہ اللہ کے ہاں ایمان و اخلاقِ فاضلہ ہی حقیقی معیار ہیں۔

سورۃ الدخان والجاثیۃ

25 ویں پارے کی آخری دو سورتوں الدخان والجاثیۃ کے مضامین میں ''جزاء و سزا'' کا مسئلہ وضاحت سے بیان ہوا ہے۔واضح طور پر فرمادیا گیا کہ یہ کائنات کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنائی گئی۔یہ سب کچھ ایک باقاعدہ مقصد اور نظام کے تحت معرضِ وجود میں لایا گیا ہے اور یہاں کے معاملات و اعمال کا فیصلہ عدل و انصاف کے ترازو میں ہر چیز کو تول کر ہوگا۔اس روز کوئی دوست کسی دوسرے دوست کے کام نہ آسکے گا سوائے ان کے جن پر اللہ رحم فرمائیں!

یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا وَّلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ . (الدخان41:44)

سورہ الجاثیۃ میں بھی انسان کے مستقبل کے فیصلہ کا انحصار ''اعمال'' ہی کو قرار دیا گیا۔ فرمایا گیا کہ جو شخص نیک اعمال کرے گا اس میں اس کا اپنا ہی بھلا ہے اور جو بُرے افعال کا مرتکب ہوگا، اس کا وبال بھی اس پر پڑے گا اور بالآخر تم سب کو اپنے رب کے سامنے پیش ہونا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے قیامت تک کے تمام داعیانِ حق سے کہہ دیا گیا:

ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْھَا وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ .

(الجاثیۃ 18:45)

Marfat.com

پہلے منحرفین کی ہلاکت کے بعد ہم نے دین کا راستہ آپ کے لئے مقرر کیا تو اسی پر چلتے رہئے اور جاہلوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔ رہا ان کا زور اور قوت، تو اللہ کے سامنے یہ آپ کے ذرہ برابر کام نہیں آئیں گے۔

سبھی انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

کیا برائیوں کو معمول بنانے والے یہ لوگ گمان کئے بیٹھے ہیں کہ ہم انہیں ایمان والوں کے برابر کر دیں گے، اور ایمان و عملِ صالح کی نعمت سے سرفراز اور ان مجرموں کا جینا مرنا ایک جیسا ہوگا...... یہ تو بہت بُرا تصور ہے جو تم لئے بیٹھے ہو۔ ہم نے زمین و آسمان کا نظام حق و عدل کی بنیاد پر قائم کر رکھا ہے۔ اس لئے ہر شخص کو اس کے اپنے ہی اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

Marfat.com

پارہ بہ پارہ

خلاصہ

حٰمٓ

26

سورۃ الاحقاف

26ویں پارے کا آغاز سورۃ الاحقاف سے ہوتا ہے جو سلسلہ حٰمٓ کی ساتویں اور آخری کڑی ہے۔اس سورہ کا آغاز اس دعوتِ ایمانی سے ہوتا ہے :

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى .

کتابی صورت میں معرضِ وجود میں آنے والا قرآن، اللہ غالب وحکیم کی جانب سے اترا ہے۔ان آسمانوں کو جن کی چھت تلے تم اور کائنات کے دوسرے عناصر زندگی گزار رہے ہو، اور زمین جس سے تم اور تمہارا رزق پیدا کئے گئے اور پھر تمہیں اس میں دفن ہو کر اسی میں سے دوبارہ ابدی زندگی پانا ہے، ہم نے ان آسمانوں اور زمین، ان میں موجود اَن گنت اقسام کی مخلوق اور رازوں بھری کائنات کو مضبوط و مستحکم، ترمیم ناآشنا اور عدل و توازن کے شاہکار ''قانونِ حق'' کے مطابق پیدا کیا ہے، اور یہ ہمارے مرتب کردہ منصوبے کے مطابق ہی ازل سے اب تک کام کر رہے ہیں۔لیکن یہ بھی سن لو کہ یہ خواہ کروڑوں اور اربوں سال تک قائم رہیں، ہیں یہ صرف ایک متعین مدت (اَجَلٍ مُّسَمًّى) تک کے لئے۔یہ مدت ختم ہوتے ہی، پورا نظام ایک ہی لمحے میں تتر بتر ہو جائے گا۔کروڑوں برس سے زمین میں کیل کی طرح گاڑے ہوئے پہاڑ، روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑ رہے ہوں گے۔سمندر، خشکی اور زمین چٹیل میدان میں بدل جائیں گے۔تب ربِّ عرش ملزموں کے لئے

Marfat.com

کٹہرا بنائیں گے جہاں سبھی کا محاسبہ ہوگا، آخر کار ایمان و عملِ صالح والے نعمتوں بھری جنت اور کفر و معصیت کے مرتکب پابہ زنجیر گھسیٹ کر جہنم میں گرا دیئے جائیں گے۔

اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز یا فرد حتیٰ کہ اولیاء اللہ اور پیغمبروں کو صفاتِ الوہیت و ربوبیت میں شریک کرنے والوں سے یہ سوال اب بھی کیا جا رہا ہے اور روزِ قیامت بھی ہوگا:

مجھے دکھلاؤ تو سہی جن لوگوں کو اللہ کے سوا اپنی ضرورتوں اور مشکلات کے حل کے لئے پکارتے ہو، انہوں نے زمین کا کون سا حصہ بنایا یا آسمانوں میں ان کی صنعت کاری کو بھی کچھ دخل ہے۔

ساتھ ہی فرمایا گیا:

کیا اس سے بڑا گمراہ بھی کوئی ہوسکتا ہے جو ایسے افراد و عناصر کو اللہ کے سوا اپنی مشکل کشائی کے لئے پکارے جو اس کی پکار کا جواب قیامت تک نہ دے سکیں۔ اور جواب تو الگ رہا وہ تو ان کی فریاد و دعا سے ہی بے خبر ہیں۔

سورہ احقاف میں یہ اعلان بھی کر دیا گیا کہ جو لوگ یہ کہہ چکے کہ ''رَبُّنَا اللّٰهُ'' ہمارا مالک و آقا اللہ ہے اور پھر اس پر جمے رہے وہ خوف و غم سے ہمیشہ کے لئے نجات پا کر جنت کے مالک بن گئے اور یہ ان کے ایمان و عمل کی بہترین جزا ہے۔

عقائد کے بعد ابن آدم کو معاشرتی تعلیم دیتے ہوئے والدین کے ساتھ بہترین رویہ اپنانے کا بتاکید حکم دیا گیا بالخصوص ماں کے ساتھ، جو پیدائش سے دودھ پلانے کی مدت تک کا عرصہ انتہائی مشقت سے گزارتی ہے۔

معاشرتی زندگی کا ایک مرحلہ وہ ہوتا ہے جب نوجوان، صاحبِ خانہ بنے اور اللہ اسے اولاد سے نوازے تو ایک سچا مسلمان اپنے مالک کے حضور یوں عرض کرتا ہے:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ .(آیت:15)

میرے آقا! مجھے توفیق دیجئے کہ میں اپنے اور اپنے والدین پر کی گئی آپ کی نعمتوں کا شکر بجالاؤں۔ مجھے عملِ صالح کی ہمت بھی دیجئے اور میری اولاد

Marfat.com

کو بھی نیک بنا دیجئے۔

انہی سعادت مند والدین کے بارے میں فرمان خداندی ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ: یہی وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال کو ہم شرفِ قبولیت سے نوازتے ہیں اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرتے ہوئے وعدہ کے مطابق انہیں جنت میں لے جائیں گے۔

اس کے برعکس وہ نوجوان جو اپنے والدین سے گستاخانہ لہجہ میں پیش آتے ہوئے زندگی بعد موت کے عقیدے کو جھٹلاتے ہیں، ان کے والدین نہ صرف بارگاہِ ایزدی میں اپنی اولاد کے مسلمان ہونے کی دعا مانگتے ہیں بلکہ خود ان سے بھی کہتے ہیں:

وَیْلَکَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ .(آیت:17)

تیرا ستیاناس ہوا جارہا ہے۔ایمان کی دعوت قبول کرلو اور یقین کرو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

قوم عاد اپنے خودساختہ عقائد اور توہمات کے باعث اسی کردار کی حامل تھی تو ان کی تباہی کا سامان ایک ایسے سیاہ بادل کے ذریعہ ہوا جسے دیکھ کر بارش کی تمنا میں وہ خوشی سے پھولے نہ سمارہے تھے، لیکن اس سے تو خوفناک آندھی چلی۔شدید برفیلی ہواؤں نے ان کے خون کو منجمد کردیا، گوشت سکڑ گئے اور ہوا نے ان کے ڈھانچوں کو اڑا کر ویرانوں اور ریگستانوں میں جا پھینکا۔یوں ان کی شاندار عمارتیں تو ویران ہوئیں، خود ان کا بھی نام و نشان مٹ گیا۔

ان تاریخی حقائق کے بعد سورہ الاحقاف کا پیغام دعوتِ حق کے علمبرداروں کے نام حضورؐ سے خطاب کی صورت میں یہ ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ .(آیت:35)

جس طرح عزم ویقینِ راسخ رکھنے والے انبیاء نے صبر واستقامت کی راہ اختیار کی، آپ بھی اپنے دور کے کفار اوران کے مادہ پرست سربراہوں کے بالمقابل اپنی دعوت پر ڈٹے رہیے۔فتح آپ ہی کی ہوگی جبکہ تباہی وبربادی اللہ سے کئے گئے عہد کو توڑنے والے

Marfat.com

فسّاق وفجّار کا ہی نصیب بنے گی۔

سورۃ محمد

سورہ احقاف کے بعد 26 ویں پارے کی اگلی سورہ محمد ہے جو ہجرت کے پہلے اور دوسرے برس نازل ہوئی۔ یہی زمانہ ہجرت کی عزیمت اور بدر کی شجاعت کا دور ہے۔ اس سورہ میں اس دور کے فرائض اور حکمتِ دین کے ان گوشوں کی نقاب کشائی کی گئی ہے جو شرپسندوں کی سرکوبی اور دعوتِ دین کی کامیابی کے لئے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

محمد ﷺ کے اسم گرامی پر یہ مکمل سورہ جلالِ محمدی کا مظہرِ اتم بھی ہے اور حضور ﷺ کی شخصیت کے جمالی انداز کی ترجمان بھی، اس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ .

جن لوگوں نے دعوتِ حق سے انکار کا راستہ اختیار کیا اور اللہ کے راستے کی رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے ان کے تمام اعمال برباد ہو گئے۔ اور جو لوگ ایمان لائے محمد ﷺ پر نازل کردہ دین پر، جو ان کے رب کے ہاں واحد ''دینِ حق'' ہے، انہیں اللہ نعمتوں سے سرفراز فرمائیں گے اور اب تک کے اُن کے بُرے اعمال کو معاف کر کے ان کے تمام احوال و ظروف کی اصلاح فرمائیں گے۔ ان دونوں گروہوں سے یہ مختلف معاملہ نہ تو کسی سے رعایت کے مترادف ہے اور نہ ہی کسی پر ظلم۔

اس اصولی وضاحت کے بعد سورہ محمد کی اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا کہ جب یہ دونوں گروہ میدانِ کارزار میں اتر کر ایک دوسرے کے مدِ مقابل آجائیں تو مومنو! اس ہمت و شجاعت کا مظاہرہ کرو جب تم نے پوری استقامت سے کفارِ مکہ کے مظالم کو برداشت کیا تھا۔ اب تمہیں آگے بڑھ کر راہِ حق سے روکنے والے کفار کے پرخچے اڑانا ہوں گے اور اگر ضرورت پڑی تو اس راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ بھی خدا کے حضور پیش کرنا ہوگا۔ شرانگیزوں کے خلاف تمہاری کارروائی اس وقت تک جاری رہنی چاہیے جب تک فساد بپا کرنے والوں کی قوت شل نہ ہو جائے۔

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ کفار کی مفسدانہ سرگرمیوں کا سدِ باب ان سب مدعیانِ اسلام کا اوّلین فرض ہے جو اپنے رب سے اسلام کی سربلندی کے لئے ہر قربانی کا عہد کر چکے ہیں، اس لئے کہ آئینِ فطرت یہ ہے کہ جب تک شر پسندوں سے دنیا پاک نہیں ہوگی اس وقت تک خیر اور بھلائی کے استحکام کا کوئی امکان نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کفار و مفسدین کے خلاف بر سرِ پیکار ہونے کو اپنے مخلص بندوں کی عزت افزائی اور ان کے ساتھ اپنی عنایات و محبت کے رشتے کو انتہائی تقدس دینے کے لئے اسے خود اپنی مدد سے تعبیر فرمایا ہے:

اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُم. (آیت: 7)

اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری بھی مدد فرمائے گا۔

یہ تو جُود و کرم کی انتہا ہے کہ ہر قسم کی مدد سے بے نیاز ذات اپنے بندوں کو خود ہمت وجرأت سے نواز کر ان کے اس کام کو اپنی ''مدد'' سے تعبیر فرماتی ہے۔ سُبۡحَانَهٗ مَا اَعۡظَمَ شَانُهٗ۔

سورہ محمد میں ان نام نہاد مسلمانوں کو سخت انتباہ کیا گیا ہے جن کے دلوں میں نفاق گھر کر چکا ہے۔ یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اللہ ہمیں جہاد کا حکم کیوں نہیں دیتے لیکن جب جہاد فرض کیا گیا تو یہ حضور ﷺ کی جانب یوں دیکھنے لگے جیسے کوئی آدمی نزع کی حالت میں موت کو اپنے سامنے دیکھتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں وضاحت سے فرمایا گیا ہے کہ اگر یہ مرتے دم تک نفاق کو نہ چھوڑیں تو فرشتہ موت ان کے منہ اور کمر پر ضربیں لگا کر ان کی جان نکالتا ہے۔

اس سورہ کے آخر میں سچے مسلمانوں کو یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ خلقِ خدا کو اسلام سے روکنے والے کافروں کی کوششوں کو اللہ تعالیٰ ناکام بنا دیں گے۔ اس لئے ایمان والو! تم دل سے اللہ اور ان کے رسول کی اطاعت کرتے رہو۔ کسی مصلحت کے بنا پر اپنے اعمال کو ضائع کرنے کی غلطی سے بچو۔ پھر کفار کے بالمقابل معرکے کی شدت سے متاثر ہو کر نہ تو سستی کا شکار ہو جاؤ اور نہ ہی صلح کی کوششوں کی جانب مائل ہو جاؤ۔ تم یقیناً غالب آؤ گے۔ اللہ تمہارے ساتھ ہیں اور تمہاری کوششوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔

Marfat.com

اللہ کی یہ ضمانت قیامت تک کے لئے ہے۔ مسلمان اخلاص و جانثاری سے جب بھی چاہیں اس وعدے کے ثمرات سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔

سورة الفتح

26ویں پارے کی اگلی سورہ الفتح اپنے نام سے ہی اپنے مضمون کی ترجمان ہے۔ یہ ہجرت کے چھٹے برس، صلحِ حدیبیہ کے بعد سفرِ واپسی کے دوران نازل ہوئی۔ صلح کا یہ معاہدہ اس وقت طے پایا جب حضور اکرم ﷺ ڈیڑھ ہزار کے قریب صحابہ کرامؓ کی معیت میں عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ کفار نے مزاحمت کا اعلان کیا۔ حضورؐ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو اہلِ مکہ کو پیغام بھیجا کہ ہم صرف عمرہ کے لئے آئے ہیں، لڑائی ہمارا مقصد ہرگز نہیں۔ اس پیغام کا جواب نہ ملنے پر حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو مکہ معظمہ بھیجا، ان کی واپسی میں تاخیر کی بنا پر ان کی شہادت کی افواہ مشہور ہوگئی۔ چنانچہ حضورؐ نے ایک درخت کے نیچے بھی صحابہ سے بیعت لی کہ اگر یہ خبر درست ہوئی تو لڑائی کی صورت میں ہم سب جان کی بازی لگا دیں گے۔ گو اس بیعت کو قرآن مجید میں بیعة الرضوان اللہ کی رضا کی بیعت کہلائے جانے کا شرف حاصل ہوا، لیکن شہادتِ حضرت عثمانؓ کی افواہ غلط ثابت ہوئی۔ بعد ازاں کفار کا ایک وفد آیا اور معاہدۂ صلح طے پا گیا جس کی شرائط ظاہری پہلو سے اور جذباتی معیار پر ''شکست'' کی عکاسی کرتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ صلح اسلام اور مسلمانوں کی عظیم فتح کا پیش خیمہ تھی۔ چنانچہ اس موضوع پر تفصیل سے بحث فرماتے ہوئے اللہ رب العزت نے اس سورہ میں صحابہؓ کو فتح کی بشارت بھی دی۔ ارشاد ہوا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا.

ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کی جس کے تین اہم فوائد حاصل ہوں گے:

①...... اب تک اُمت اور نبی اُمت سے اگر کوئی بھی سہو، سستی یا کوتاہی سرزد ہوئی تو اسے معاف کر دیا گیا۔

②...... اللہ آپؐ پر اپنی نعمت کی تکمیل فرمائیں گے اور مستقبل کے تمام مراحل میں آپؐ کی

Marfat.com

راہنمائی اللہ کی طرف سے ہوگی۔
③......اللہ آپ کی ایسی مدد فرمائیں گے جو سب مشکلات پر حاوی و غالب ہوگی۔
وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا.

اس ضمن میں اللہ نے اپنی جانب سے اہلِ ایمان کے دلوں کو تسکین سے نوازنے، ان کے ایمان میں بے بہا اضافے اور انہیں جنت کے وارث بنانے کا اعلان بھی فرمایا اور فتح کی تکمیل کی یقین دہانی بھی کرائی۔

سورہ کے اختتام پر بیعۃ الرضوان کے حوالے سے فتوحات کے طویل سلسلے اور بے بہا اموالِ غنیمت کے حصول کی نشاندہی کی گئی۔ چنانچہ صلحِ حدیبیہ کے فوراً بعد خیبر کا قلعہ صرف بیعۃ الرضوان میں شریک صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں فتح ہوا، جس کی بدولت یہود کی کمر ٹوٹ گئی، ان کی زمینیں بطور غنیمت حاصل ہوئیں اور اردگرد کے بہت سے علاقے فتح ہوتے چلے گئے۔
ان فتوحات کی نوید سورۃ الفتح میں یوں سنائی گئی تھی:

هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا . (آیت:28)

اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو زندگی کے بہترین نظام (الہدیٰ) اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ یہ دین تمام دوسرے ادیان پر غالب آئے، اور اس کے لئے یہی کافی ہے کہ خود اللہ اس غلبے کے شاہد و ضامن ہیں۔

اسی مقام پر ان لوگوں کی صفات بھی بیان فرمادیں جن کے ذریعے غلبے کا یہ عمل انجام پذیر ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ. (آیت:29)

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، اور آپؐ کے رفقاء و صحابہ کی صفات، جو کامیابی اور غلبہ دین کی ضمانت ہیں، یہ ہیں:
①......یہ لوگ کافروں کے بالمقابل انتہائی مضبوط اور سخت جان ہیں۔

Marfat.com

②......آپس میں آخری درجہ کے شفیق اور رحمت و محبت سے معاملہ کرنے والے ہیں۔

③......یہ بالعموم سجدہ و رکوع کی حالت میں دکھلائی دیتے ہیں۔

④......ہر لمحہ اور ہر حال میں اللہ کے فضل اور ان کی رضا کے متلاشی رہتے ہیں۔

⑤......ان کے چہروں پر ربِ ذوالجلال کے حضور سجدوں کے نشانات نمایاں ہوتے ہیں۔

سورۃ الحجرات

سورۃ الفتح کے بعد 26 ویں پارہ کی اگلی سورۃ الحجرات ہے جس میں سورۃ محمدؐ کے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے حضور اکرمؐ سے رشتہ اطاعت و محبت استوار کرنے اور اس کے تقاضوں کی تفصیلات بیان فرمائی گئیں اور حکم دیا گیا کہ:

①......کبھی بھی اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔

②......اللہ سے ہر حال اور ہر کام میں ڈرتے رہو۔

③......مجلس میں تمہاری آواز حضورؐ کی آواز سے ہرگز اونچی نہ ہونے پائے۔

④......حضورؐ سے گفتگو کا انداز عام لوگوں سے گفتگو کا سا نہ ہو ورنہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔

اسی سورہ میں اپنی جمعیت کو مستحکم کرنے اور فتنوں سے بچنے کے یہ گُر مسلمانوں کو بتلائے گئے:

①......دین کے احکام سے انحراف کرنے والے شخص کی بات پر تحقیق کے بغیر ہرگز اعتماد نہ کرو۔

②......رسول اللہ ﷺ کی حیثیت کا ہر لحظہ احترام کرو کہ اگر وہ معاملات میں بالعموم تمہاری باتیں ماننے لگیں تو تم خود مشکلات میں گھر جاؤ گے۔

③......اللہ نے اپنے فضل سے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا کر اس سے تمہارے دلوں کو آراستہ کر دیا ہے اور کفر و معصیت کی نفرت وہاں پیدا فرما دی ہے۔

④......مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں فوری صلح کا اہتمام کرو اور صلح کراتے وقت عدل و انصاف کو ملحوظ رکھو۔

⑤......سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان میں صلح کی کوشش لازمی ہے۔

Marfat.com

⑥......ہر معاملہ میں تقویٰ اختیار کرو، اس سے رحمتِ الٰہی کے دروازے کھلیں گے۔

⑦......کوئی مسلمان دوسرے بھائی کی ہنسی نہ اڑائے اور نہ ہی بُرے القاب سے مخاطب کرے۔

⑧......آپس میں بدگمانی سے ہمیشہ بچتے رہو۔

⑨......ایک دوسرے کے حالات کی کھوج مت لگاؤ۔

⑩......ایک دوسرے کی غیبت سے بچو، غیبت تو ایسے ہی ہے جیسے مسلمان بھائی کا گوشت کھانا۔

⑪......تم سبھی ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو، قبیلہ و برادری کا امتیاز صرف باہمی تعارف کے لئے دیا گیا ہے۔ احترام اور برتری کا حقیقی معیار صرف تقویٰ ہے۔

⑫......سچے مومن وہی ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور ان کی راہ میں جہاد کیا۔

⑬......تم میں سے کوئی بھی اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتلائے۔ یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ انہوں نے ایمان کی جانب تمہاری راہنمائی کی۔

سورۃ ق

26 ویں پارے کی آخری مکمل سورہ ق ہے۔ اس میں انسان کو بتلایا گیا ہے کہ اس کی زبان سے نکلنے والا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کارندے لکھتے اور ان کا مکمل ریکارڈ تیار کرتے ہیں۔ جان لو کہ موت کی بے ہوشی برحق ہے اور ہر ایک پر وارد ہوگی۔ قیامت کے روز میدانِ محشر میں ہر شخص کو پیش کرنے والا ایک گواہ کے ساتھ حاضر ہوگا، تب غفلت کے تمام پردے تار تار ہو جائیں گے اور انسان اپنی آنکھوں سے تمام حقائق کا مشاہدہ کرے گا۔ اس وقت ہر اس شخص کو جہنم میں دھکیلنے کا حکم دیا جائے گا جو کفر کا مرتکب ہوا اور اپنے مالک کے حکم کو تسلیم کرنے میں ضد کی یا جس نے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود، حاجت روا اور حاکم تسلیم کیا۔

سورہ الذاریات کا آغاز اگرچہ 26 ویں پارہ سے ہوتا ہے لیکن اس کا بیشتر حصہ 27 ویں پارہ میں ہے، اس لئے اس کا تذکرہ ان شاءاللہ صحبتِ فردا میں کیا جائے گا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

Marfat.com

قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ

(27)

سورۃ الذاریات

27ویں پارے کے مفاہیم کا خلاصہ پیش کرنے کے لئے آغاز ہم سورہ الذاریات کی ابتداء سے کر رہے ہیں۔ موضوع اس سورت کا ''دنیا اور اس کا انجام'' ہے۔ اس کا آغاز ہی روزمرہ دیکھی جانے والی حقیقت کو مشاہداتی دلیل کے طور پر پیش کرنے سے ہوا۔ فرمایا گیا:

قسم ہے ان ہواؤں کی جو اشیاء کو لے اڑتی اور بکھیرتی ہیں اور ان ہواؤں کی بھی جو بوجھ اٹھائے چلتی ہیں۔ اس طرح ان ہواؤں کی بھی قسم، جو آہستگی سے بادِ نسیم کی طرح چلتی ہیں اور جن چیزوں کی تقسیم کا کام ان ہواؤں کو سونپا گیا ہے وہ اسے حکم اور فیصلے کے مطابق انجام دیتی ہیں۔

اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ ہواؤں کے چلنے کو اندھے بھی بینا لوگوں کی طرح ہی محسوس کرتے ہیں۔ ان ہواؤں کا حوالہ اور اس دنیا کے انجام پر ان سے دلیل...... اس کی جانب صرف یہ اشارہ کافی ہونا چاہیے کہ:

ہم روزمرہ ہواؤں کے چلنے کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ تیز ہوا ہو تو مٹی، پانی سے بوجھل بادلوں اور دیگر چیزوں کو اڑائے چلتی ہے۔ اسی کے ساتھ وہ آہستہ خرام ہوائیں بھی ہیں جن کی سرسراہٹ سنی نہیں جاتی لیکن ان کی لطافت سے کائنات ایک نئی بہار اور نئی زندگی سے بہرہ ور ہوتی ہے۔ بادِ نسیم کے جھونکے تھکے دماغوں کو ہشاش بشاش، بوجھل جسموں کو ہلکے پھلکے اور افکار و پریشانیوں سے چور اعصاب کو نئی قوتِ کار بخش کر اعصابی

Marfat.com

نظام کو تازہ دم بنا دیتے ہیں۔

لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ ہماری روزمرہ دیکھی بھالی معمول کی اس بات کی تفصیلات کیوں سورہ الذاریات میں بیان کی جارہی ہیں؟ اس کے لئے ان ہواؤں کے یہ سارے کارنامے اسی لئے تو ہیں کہ یہ ہوائیں چلیں، بادلوں سے مینہ برسے، بارش کے اَن گنت قطروں سے مردہ زمین، نئی زندگی حاصل کرے۔ زمین میں ڈالے گئے بیج اُگیں، کھیت لہلہائیں، سوکھے درخت سبز ہوں، انہیں پھول لگیں اور پھل پک کر مارکیٹوں اور گھروں تک پہنچ جائیں۔

پھر کیا ہوا؟ یہی کہ کھانے والے نے یہ سب کچھ کھا لیا۔ اب نہ بارش،، نہ بادل، نہ آندھیوں کے طوفان۔ ہر چیز غائب، لہلہاتے کھیت اور خوش نما پھلوں اور پھولوں سے حاصل ہونے والی فرحت اور غذائیت، اپنے طبعی مراحل سے گزر کر، کھیتوں کے لئے کھاد کا سامان فراہم کر کے اپنے دور کے خاتمے کو اسی طرح آنکھوں دیکھی حقیقت بنا دیتی ہے، جس طرح ہواؤں کو چلتے اور بادلوں کو بارش کے مشکیزے اٹھائے انسان نے دیکھا تھا۔

یوں اس نظام کے دو اہم پہلو ہیں: اوّل تو یہ کہ یہ سارے کام، ہواؤں کے چلنے سے غلوں اور پھلوں کے زمین کی کھاد بننے تک، جب سے کائنات پیدا ہوئی، کسی تبدیلی کے بغیر اسی طرح شروع اور ختم ہوتے رہے ہیں جس کا مشاہدہ ہم آج کر رہے ہیں۔

دوسرا پہلو یہ کہ اس ''نظامِ حق'' کی سچائی اور حقانیت پر کسی بڑے سے بڑے جھگڑالو کو بھی اعتراض یا شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

سامعین کرام! یہ تو تھی مشاہدات کی دنیا۔ قرآن مجید اس سے جو اہم تر نتیجہ سننے، دیکھنے اور غور و فکر کرنے والوں کے سامنے رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ وَّاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۝ (آیات: 5-6)

جس طرح تمہیں اپنی آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی ساری داستان پر ذرہ برابر شبہ نہیں، ٹھیک اسی طرح ایک باقاعدہ نظام کے تحت چلنے والی یہ حیران کن اور وسیع کائنات بھی انہی

Marfat.com

ہواؤں کی طرح ایک متعین مدت اور چند حتمی مقاصد کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اس کا خاتمہ بھی یقینی ہے، اور ہمارے مخاطب لوگو! تم بھی ایک معین مدت کے لئے اس دنیا میں ہو۔ وہ وقت یقیناً آکر رہے گا جب تمہیں یہاں سے کوچ کرنا ہے اور اس دنیا کے خاتمے کے بعد ہمارے سامنے محاسبے کے لئے پیش ہونا ہے۔ تب ہمارا یہ وعدہ سچا ثابت ہوگا کہ اس دنیوی زندگی میں ہمارے دیئے ہوئے نظامِ حیات کے مطابق کام کرنے والے ہماری عظیم تر نعمتوں سے مالا مال کئے جائیں جبکہ فرض ادا نہ کرنے اور نعمتوں کا غلط استعمال کرنے والوں کو مجرم قرار دے کر ہولناک سزاؤں سے دوچار کیا جائے۔

یہ ہے سورہ الذاریات کا پیغام، جس پر مزید زور دینے کے لئے بہت سے دوسرے دلائل، مشاہدات اور تاریخی حالات وسانحات کے حوالے سے اطاعت گزاروں کو انعامات سے نوازنے اور نافرمانوں کے لئے ہولناک عذاب کی متعدد مثالیں دی گئیں اور غفلت کی نیند سونے والوں کو جگایا گیا۔

سورۃ الطّور

سورہ الذاریات کے بعد اگلی سورہ الطور کا مضمون بھی جزاوسزا ہی ہے مگر اندازِ بیان بہت واضح ہے اور زیادہ زور عذاب کے یقینی ہونے پر دیا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو منکرینِ قیامت بڑی شدت سے جزاوسزا کا انکار کررہے تھے اور ان کا یہ معمول ہی بن گیا تھا کہ صریحاً انکار کے ساتھ ساتھ استہزاء اور تکبر کا بھی اظہار کرنے لگے تھے۔ سورہ کا آغاز ہی اس طرح ہوتا ہے:

وَالطُّوْرِ o وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ o فِىْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ o وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ o
وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ o وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ o اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ o
مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ o (آیات:1-8)

قسم ہے طور اور لکھی ہوئی کتاب کی جو نیلی جھلی پر تحریر کی گئی اور اسے کھول کر پڑھا جاتا تھا۔ اور قسم ہے بیت المعمور اور اونچی چھت کی اور قسم ہے بھرے

Marfat.com

سمندر کی کہ تیرے رب کا عذاب لازماً وقوع پذیر ہو گا۔کوئی بھی نہیں جو اسے روک سکے یا اس کا مقابلہ کر سکے۔

طور اور لکھی ہوئی کتاب...... یہ دونوں اس دنیا میں حق و باطل کی کشمکش کے دوران ظہور پذیر ہونے والے نتائج کی عظیم یادگاریں ہیں۔طورِ سینا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مرکزِ خاص ہے۔فرعون کے استبداد سے ذرا دور مدین میں 8/10 برس قیام کے بعد واپسی پر یہیں انہیں خلعتِ نبوت سے سرفراز کیا گیا اور پھر تورات عطا کرنے کے لئے بھی اسی مقام پر بلایا گیا...... تورات جو باریک جھلی پر لکھی ہوئی تھی، اس میں رب ذوالجلال کے قانونِ عدل کی وضاحت ضروری حد تک کر دی گئی تھی۔نبوت اور کتاب، ان دو قوتوں سے لیس ہو کر، مادی پہلو سے نہتے اور بے مایہ موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور قارون سے نبرد آزما ہوئے اور نتیجہ ان کی فوج کی عبرت انگیز ہلاکت اور موسیٰ علیہ السلام کی مکمل سرخ رُوئی اور کامرانی کی صورت میں چشمِ فلک نے دیکھا۔

البیت المعمور سے مراد خواہ خانہ کعبہ کو لیا جائے یا فرشتوں کے بیت المعمور کو، یا السقف المرفوع سے مراد آسمان لیا جائے اور اسی کی مناسبت سے البیت المعمور، یہ انسانوں بھری دنیا بھی بن سکتی ہے۔بہر نوع یہ سب چیزیں اور اچھلتی لہروں والے بھرے سمندر، ان سب کے احوال وظروف اور افعال و ماحول کے صحیح مشاہدہ و تجزیہ سے جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہی ہے کہ ان میں سے ہر چیز متعین مقاصد کے لئے پیدا کی گئی ہے، اور ان سے رابطے اور تعلق سے یہ سچائی ہی عملی صورت اختیار کر لیتی ہے کہ جس طرح زمین، سمندر اور پہاڑ کو صحیح استعمال کرنے والے بے بہا فوائد حاصل کرتے ہیں اسی طرح غلط کار اپنی بے عقلی اور بدعملی سے انہی قوتوں کی زد میں آ جاتے ہیں۔سمندر کی خوفناک لہریں اندھے بہرے کودنے والے کو ہڑپ کر لیتی ہیں جبکہ ماہر غوطہ خوروں کے دامن لولو و جواہر سے بھر دیتی ہیں۔

یہی حقائق تورات نے بیان کیے جو اللہ کی جانب سے پہلی لکھی ہوئی کتاب کی صورت میں نازل ہوئی، اور قرآن مجید بھی ملتِ ابراہیمی میں شامل ہونے کے مدعی مشرکینِ عرب،

Marfat.com

یہودیوں اور عیسائیوں سب کے سامنے یہی حقائق دوبارہ پیش کرتا ہے اور انہیں ''یوم الدین'' پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے۔

سورہ الطور کا آخری پیغام انبیائے کرام سے براہِ راست خطاب کی صورت میں داعیانِ دین کے لئے یہ ہے کہ آخرت اور جزا و سزا کے منکرین کو سمجھاتے رہیئے لیکن ان کے کبر و نخوت بھرے انداز سے متاثر ہونے سے بچئے......اور وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ: اپنے مالک وآقا کے حکم پر جمے رہئے۔ دین کی دعوت میں مصروف رہئے۔ خود دعوت کا نمونہ بنئے۔ صبح اٹھنے سے رات سونے تک کے مقررہ اوقات میں اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ تسبیح و حمد کے زمزمے آپ کی زبان پر جاری رہیں۔ تم پر ہماری نگاہیں گڑھی ہوئی ہیں۔ کوئی نہیں جو تمہیں اپنی مرضی سے نقصان پہنچا سکے۔

سورة النجم

سورہ الطور کے بعد اگلی سورہ النجم ہے جس کا آغاز بھی قسم سے ہوا۔ فرمایا گیا:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ۝

قسم ہے ستارے کی جب وہ گرتا ہے۔ تمہارے ساتھی محمد ﷺ نہ راستہ بھولے اور نہ ہی گمراہی کا شکار ہوئے۔ وہ کبھی اپنی خواہش کے تابع ہو کر نہیں بولتے، وہ صرف وہی کہتے ہیں جو انہیں وحی ہو۔

اس کے بعد جبریل امین سے ملاقات اور وحی کا ذکر ہے، جس سے وہ ملاقات بھی مراد ہو سکتی ہے جو امام الانبیاء ﷺ کی غارِ حراء میں حضرت جبریل علیہ السلام سے ہوئی لیکن ان آیات میں بعض اشارے ایسے بھی ہیں جن سے تذکرہِ معراج کو ترجیح دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ دونوں میں سے جو بھی صورت ہو، ذکر تو ہے حضور ﷺ کی جبریل سے ملاقات اور نزولِ وحی کا۔ یہ بھی فرمایا گیا کہ خاتم النبیین ﷺ انسانیت کو جس پیامِ الٰہی کی جانب دعوت دے رہے ہیں، وہ بعینہٖ وہی ہے، جو اللہ کی جانب سے آپؐ پر نازل ہوا۔ اس میں شک

Marfat.com

وشبہ کی تو سرے سے کوئی گنجائش ہی نہیں۔

اس سورہ کا اصل موضوع تو مشرکین ومنحرفین کا یہ معمول ہے کہ وہ ایمان وعملِ صالح کی دعوت کی طرف تو آتے ہی نہیں۔لیکن فطرت کی وہ آواز جو ان کے اندر سے ابھرتی اور وحیِ الٰہی کی وہ پکار، جو ان کے کان سنتے ہیں،ان دونوں سے مجبور ہوکر وہ اس شیطانی تاویل کا شکار ہو جاتے ہیں کہ بعض خودساختہ سفارشیوں کے سہارے وہ اپنی بے راہ روی کو جائز قرار دینے لگتے ہیں۔ایسے لوگ جو ملائکہ کو پوجتے ہیں، دیوتاؤں اور بعض اچھی شخصیات کے بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور بعض صالح افراد کی قبروں کو ملجاو ماویٰ بنا کر توحید کے تقاضوں سے انحراف کرتے ہیں، اُن سب کی بنیادی کمزوری،اچھے ناموں اور لوگوں کی شفاعت پر اعتماد کا اظہار ہے۔سورہ النجم میں اس غلط موقف کی واضح تردید ہی نہیں،اسے باطل ثابت کیا گیا ہے۔فرمایا گیا:

یہ نام جو تم نے،خود گھڑ لئے ہیں،اللہ نے تو ان کے بارے میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔ یہ لوگ محض ظن وتخمین کے پیروکار ہیں اور خواہشات نفس کے پجاری۔ کتنے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں،جن کی شفاعت اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کام کی نہیں۔آپ ان منحرف لوگوں سے اعراض کیجئے جو ہماری نصیحت سے منہ موڑ کر صرف دنیا کے طالب بن کر رہ گئے ہیں۔

آخر میں فرمایا گیا:

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ○ (آیت:31)

زمین وآسمان کی ہر چیز کے مالک تنہا اللہ تعالیٰ ہیں تا کہ وہ بُرے اعمال والوں کو سزا اور اچھے ونیک عمل انجام دینے والوں کو بہتر جزا دیں۔

اچھی جزا کے مستحق افراد کی یہ صفات بیان فرمائیں:

جو لوگ کبیرہ گناہوں سے بچتے اور بے حیائی سے دامن پاک رکھتے ہیں۔

Marfat.com

اس کے ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرما دیا گیا:

ہم نے موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں یہ بات واضح کر دی تھی کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور انسان کو صرف وہی کام فائدہ پہنچائے گا جو اس نے کیا ہو۔ ہر شخص کی سعی اور کام کو اسے جلد ہی دکھلا دیا جائے گا۔

اور یہی ہے قیامت کے روز اچھے اور بُرے اعمال پر جزا و سزا کا قانون۔

سورۃ القمر

النجم کے بعد اگلی سورہ القمر میں قیامت کے قریب تر ہونے کا اعلان فرمایا گیا:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَر.

روزِ قیامت کی شدت اور اس روز انسانی قسمت کے فیصلے کی اہمیت واضح فرمائی گئی اور دعوت دی گئی کہ قرآن مجید کو اپنا رہبر و راہنما بناؤ۔ یہ بھی فرما دیا گیا کہ ہم نے نصیحت کے لئے قرآن مجید کو آسان کر دیا۔ اگر تم میں سے کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے تو آگے بڑھے اور اس کتاب کے ذریعے اپنی بگڑی قسمت سنوار لے۔ اس ضمن میں عاد، ثمود اور قوم لوطؑ کا ذکر ہوا اور واضح فرما دیا گیا کہ دعوتِ نبوت کے بالمقابل اپنی خواہشات کو ترجیح دینے والی یہ قومیں ہلاک ہوئیں اور جو بھی ان کے راستے پر چلے گا، ہلاکت و بربادی سے دوچار ہوگا۔

سورہ القمر میں بطور خاص ان افراد و عناصر کی ذہنیت کی ہلاکت آفرینی پر متوجہ کیا گیا ہے جو اپنی جمعیت پر گھمنڈ اور اپنی مادی قوت پر نازاں ہو کر ایمان بالآخرت اور اس کے تقاضوں سے راہِ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان کی جمعیت شکستِ فاش سے دوچار ہوگی اور یہ میدان سے بھاگتے دکھائی دیں گے...... اور اس سے زیادہ اہم یہ کہ ان کے محاسبے کا دن تو قیامت ہے جو انتہائی ہولناک اور بے حد تلخ ہے۔ اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ مجرم اس وقت گمراہی کا شکار ہیں اور انہیں قیامت کے دن منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا جہاں وہ جلنے کا مزا چکھیں گے۔

Marfat.com

سورة الرحمٰن

القمر سے اگلی سورہ الرحمن صرف ایک سورت ہی نہیں، ایک مستقل بالذات طریق دعوت و اتمامِ حجت ہے۔ اس کی اہم خصوصیات میں تین باتیں سرفہرست ہیں :

اوّل تو یہ کہ اگرچہ اصل مقصد تو یہی ہے کہ گمراہ انسانوں کو غلط راستے کی خرابیوں اور خطرناک منزل تک جا پہنچنے کے نتائج سے آگاہ کیا جائے۔ مگر اس کے لئے جو طریق دعوت اختیار فرمایا گیا ہے وہ عذاب سے ڈرانے کی بجائے خالق و مالک کی صفتِ رحمانیت کی بادِ نسیم کے ہلکے ہلکے مگر بے شمار جھونکے ہیں، جن سے مخاطب کی سوئی ہوئی حس اور تھکی ماندی لطافت کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دوسرے یہ کہ نظامِ کائنات میں موجود اشیاء جن میں سورج، چاند، ستارے، درخت، پھل، باغات، کھیت، غلے، مشرق، مغرب، دریا اور ان میں جمع موتی، مرجان اور ان میں چلنے والی کشتیوں، سب کا ہی ذکر ہے، عین اسی لمحہ جب قرآن مجید سننے اور سنانے والا ان اشیاء پر کما حقہ متوجہ ہوا، اچانک یہ دو آیات اس کی ذہنی اور قلبی دنیا کو جھنجوڑ کر رکھ دیتی ہیں :

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

(آیات: 27-26)

ابھی جن چیزوں کے نام ہی سن کر تم گم ہو گئے تھے، یہ سب کی سب ختم ہونے والی ہیں اور تمہارے خالق و مالک کی ذاتِ اقدس ہی کو ہمیشہ رہنے کا مقام حاصل ہے۔

اور جب ان دونوں آیتوں نے اسے جھنجوڑا اور اس کے حواس کا رخ ذرا سیدھا ہوا تو فوراً بعد ایک اور حیرت انگیز بات کہہ دی :

يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (آیات: 30-29)

تمہارے رب کی ذاتِ اقدس ہی ہے جس کے در پر آسمان و زمین کی تمام مخلوق سائل کی حیثیت سے کھڑی ہے اور وہ ربِّ ذوالجلال ہر لحہ نئی

Marfat.com

شان سے جلوہ گر ہوتے ہیں۔ بتاؤ تو سہی! تم اپنے آقا کی کس کس شان کو جھٹلاؤ گے؟

اس سورہ کی 78 آیات اُس شانِ رحمانیت کا مظہر ہیں جس سے اس سورہ کا آغاز ہوا:

اَلرَّحْمٰنُ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○

عظیم ذات ہے، ہر لحظہ اپنی رحمت سے نوازنے والے رحمٰن کی۔ جس نے اپنے بندوں کے لئے قرآن کی تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ اس نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسے حقائق اور اشیاء کے اسرار و رموز بیان کرنے کی صلاحیت سے نوازا......اس کے بعد بات شروع فرمائی اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ سے، کہ سر اونچا کرو اور سورج کی تمازت خیز روشنی اور چاند کی سکون بخش چاندنی کو دیکھو، اسے سمجھو اور پھر ان دونوں کے اس نظام پر غور کرو کہ یہ دونوں کس عظیم قاعدہ وحساب سے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں...... اور یہی نہیں، آسمان کے تاروں اور سیاروں کی جانب آنکھیں اٹھاؤ، شجر وحجر کا جائزہ لو، آسمان کی رفعتوں کو دیکھو اور پھر غور کرو کہ یہ سب کچھ کس طرح ''ترازوئے عدل'' کی حساس اور باریک دھار سے توازن کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

سامعین کرام! اس لطیف اندازِ بیان اور کثیر تعداد میں آسمانی و زمینی، سمندری وصحرائی اشیاء اور احوال کے حوالوں سے بھرپور، ان 78 آیات کی تلخیص کوئی کیسے کرے؟ نہ اس سوال کا جواب موجود ہے اور نہ اس کی ہمت کہ سورہ الرحمن کو جوں کا توں چھوڑ کر سورہ الواقعہ اور سورہ الحدید تک رسائی حاصل کی جائے......اس لئے اپنے عاجز ہونے کا اعتراف اور اس پارہ کے بعض اہم اجزاء کے نہ سمیٹ سکنے پر دلی معذرت۔

Marfat.com

پارہ بہ پارہ

خلاصہ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ

28

سورة المجادلة

28 ویں پارہ کی پہلی سورہ المجادلة ہے جس میں منافقینِ مدینہ کی یہودیوں سے ساز باز کے نتیجہ میں پیدا شدہ اس صورتِ حال کو زیر بحث لایا گیا ہے جب منافقین نے یہودیوں کے ایجنٹ بن کر مسلمانوں میں، اسلام اور حضور ﷺ کے خلاف بدگمانیوں کو پھیلانا شروع کیا تاکہ مسلمانوں کے درمیان آپ ﷺ کی مرکزیت کو ختم کیا جا سکے اور ایسے مسلمانوں کو جنہیں چاروں طرف پھیلے ہوئے کفر کے ماحول میں اسلامی احکام پر عمل کرنے کے سلسلے میں مشکلات پیش آ رہی ہیں، انہیں بطورِ خاص حضور ﷺ کی نافرمانی پر ابھارا جائے اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے۔

اس سورہ کی آیات 5 تا 15 میں بیان کردہ اس صورت حال کے اہم پہلوؤں میں پہلی بات یہ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. (آیت:5)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مزاحمت ومحاذ آرائی کرتے ہیں وہ اس طرح ذلیل و رسوا کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے وہ لوگ رسوا ہوئے جنہوں نے ایسی ہی روش اختیار کی۔ ہم نے کھلے حقائق وواقعات بیان کر دیئے ہیں اور کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب طے کر دیا ہے۔

Marfat.com

پھر فرمایا گیا: لوگوں کو وہ دن ہمیشہ یادرکھنا چاہیے جب اللہ تمام انسانوں کو قبروں سے اٹھا کر انہیں ان کے بھولے ہوئے اعمال یاد دلائیں گے کیونکہ اللہ کے ہاں تو ان کا ریکارڈ محفوظ ہے۔

غافلوں کو جھنجھوڑنے کے لئے سرورعالم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ. (آیت:7)

کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسے بخوبی جانتے ہیں......اور جہاں کہیں بھی تین افراد مصروفِ سرگوشی ہوں وہاں اللہ تعالیٰ چوتھے ہوتے ہیں۔ یہ تعداد خواہ کتنی ہو اور کسی بھی مقام پر ہو، اللہ وہاں موجود ہوتے ہیں اور وہ قیامت کے دن ان سب کی خفیہ سازشوں اور سرگوشیوں سے آگاہ کریں گے۔ اس عظیم اور وسیع علم رکھنے والے ربّ قہار سے کس کی کون سی خفیہ بات اوجھل رہ سکے گی؟

اس تمثیلِ سرگوشی کے بعد اس سوال کا کھلا اور واضح جواب سورة الحاقة (18:69) میں یوں دیا گیا: لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ: تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔

منافقین کے بعض دوسرے گھناؤنے جرائم پر انتباہ کے بعد مسلمانوں کو اس سے بھی متنبہ کیا گیا کہ وہ اپنے طرزِ عمل پر بھی نگاہ رکھیں۔ حضور اکرم ﷺ کی موجودگی، آپ کی ذات کے تقدس واحترام اور آپ کی مجالس میں آنے اور بیٹھنے کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھیں اور یاد رکھیں کہ دنیا میں صرف دو ہی گروہ موجود ہیں: حزب الشیطان اور حزب اللہ......حزب الشیطان کی نشان دہی ان اعمال سے فرمائی گئی:

نہ وہ مسلمانوں میں شامل ہیں نہ کافروں میں...... یہ منافق ہوئے۔

یہ جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو بچانے اور تمہیں دھوکہ دینے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔ خلقِ خدا کو راہِ حق سے روکتے ہیں......ان پر شیطان مسلط ہوا اور انہیں اللہ کی یاد سے محروم کر دیا:

Marfat.com

اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ. (آیت:19)

یہ شیطانی لشکر دنیا و آخرت دونوں میں خسارے میں رہے گا۔ نہ دنیا میں عزت واطمینان، نہ آخرت میں عذاب سے چھٹکارا۔

دوسری قسم کے انسان حزب اللہ میں شامل ہیں جو اللہ اور ان کے رسول کے دشمنوں سے کبھی محبت نہیں رکھتے، خواہ یہ ان کے نہایت قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ نے ان کی تائید و مدد فرمائی۔ اللہ انہیں جنت میں آباد فرمائیں گے۔ اللہ ان پر راضی اور یہ اللہ سے خوش :

اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ . (آیت:22)

آگاہ ہو، اس دنیا میں کفر و اسلام کی جنگ میں، حزب الشیطان پر حزب اللہ کا غلبہ اور کامیابی تقدیرِ مبرم ہے۔

سورۃ الحشر

سورہ المجادلۃ میں جس ماحول کا تذکرہ کیا گیا ہے، اگلی سورہ الحشر میں بھی اس کا تسلسل برقرار ہے۔ اس سورہ میں مسلمانوں کو اسی ماحول اور تمام شیطانی قوتوں کی قیامت تک ہونے والی شرانگیزیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ یوں خطاب فرماتے ہیں :

ایمان والو! ہر لمحہ اللہ سے ڈرتے رہو اور تم میں سے ہر شخص اپنی نظریں اس پر جمائے رکھے کہ وہ آنے والے کل یعنی قیامت کے لئے کیا آگے بھجوا رہا ہے۔ اللہ تمہارے تمام افعال سے براہِ راست آگاہ ہیں...... یاد رکھو! دوزخ میں جلنے اور جنت میں مسرت کی زندگی گزارنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ جنت والے ہی کامیاب قرار پائیں گے :

لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ط اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ.

(آیت:20)

یہ احساس بھی ہر لمحہ تازہ رہنا چاہیے کہ یہ قرآن، جس سے ہم نے تمہیں نوازا ہے، اس قدر موثر اور عظیم انقلاب کا حامل ہے کہ اگر ہم اسے ٹھوس پہاڑوں پر نازل کرتے تو وہ بھی

Marfat.com

اللہ کے ڈر سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ایسی مثالیں ہم اس لئے بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ ان سے حالات اور صحیح نتائج پر غور کریں۔(آیت:21)

یہ فرمانِ الٰہی آج کی دنیا میں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں، ان کے سربراہوں، قائدین، اصحابِ فکر و دانش، معلّمینِ دین وسیاست، مدرسین واساتذہ اور دشمنوں کی سازشوں کے خلاف برسرِ پیکار ہر شخص کے لئے اتنا ہی موثر ہے جتنا مدینہ منورہ میں یہودیوں کی سازشوں، منافقین کی دسیسہ کاریوں اور پوری دنیا کے کافروں کے بُرے اثرات سے نجات دلانے اور اُمت مسلمہ کو ہر میدان میں کامیاب بنانے کے لئے موثر تھا......آیئے!اس رمضان المبارک میں قرآنی لائحہ عمل کو اپنانے کا سچا عہد کریں۔

سورة الممتحنة

الحشر سے اگلی سورہ الممتحنة کا آغاز ''حزب اللہ'' کی اس صفت کی وضاحت سے ہوا، جس کا تعلق دشمنانِ اسلام سے اظہارِ محبت اور تعلقات استوار نہ کرنے سے ہے۔فرمایا گیا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ. (آیت:1)

ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں سے دوستی کا رشتہ استوار نہ کرو۔تم تو ان سے اظہارِ محبت کرتے ہو اور وہ اس دینِ حق اور نبیِ صادق کو ماننے سے کھلم کھلا انکار کر رہے ہیں۔انہوں نے اس رسولِ اعظم کو اور تمہیں صرف اس بنا پر جلا وطن کیا کہ تم اپنے رب، اللہ پر ایمان لائے......ان کا طرزِ عمل تمہارے ساتھ ہمیشہ دشمنی اور دست درازی پر مبنی ہوگا۔

یاد رکھو! ان سے رشتہ داریاں اور تمہاری اولادیں روزِ محشر تمہارے کسی کام نہیں آئیں گی۔اللہ اس دن (کفر واسلام کی بنیاد پر) تمہیں اور انہیں ایک دوسرے سے الگ کر دیں گے۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے فرمایا کہ تمہارے لئے بہترین نمونہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا وہ عمل ہے جب انہوں نے اپنی کافر قوم اور ان کے معبودانِ باطلہ، دونوں سے کھلی بیزاری کا برملا اعلان کیا تھا۔انہوں نے تمام رشتہ داریوں پر خطِ تنسیخ کھینچ کر یہ بتلا دیا تھا کہ اب ہمارے تمہارے مابین عداوت اور بغض ہمیشہ کے لئے شروع

Marfat.com

ہوا جو تمہارے اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے تک جاری رہے گا۔

اس روشن مثال سے اُمتِ مسلمہ کو یہ اصول عطا کیا گیا کہ ایمان وکفر کی بنیاد پر تعلقات کے فیصلے کیے جائیں، دینی غیرت کو ہر حال میں ملحوظ رکھا جائے اور اپنی مادی کمزوریوں کا معاملہ اپنے قوی وغالب، رب الوسائل کے سپرد کر دیا جائے۔ یہ نسخہ جب بھی اس ملت نے آزمایا اسے تمام ذلتوں سے چھٹکارا ملا، دشمن ان سے مرعوب ہوا اور اللہ رب العزت نے ناتوانوں کو شاہوں پر فتح عطا فرمائی...... آج بھی ہم اسی اندازِ فکر وعمل کے محتاج ہیں اور عالمی و مقامی سطح پر ہمیں اسی اسوہ حسنہ کی پیروی کرنی چاہیے۔

سورة الصف

الممتحنة سے اگلی سورہ الصف کا نزول بھی پہلی سورتوں کے ضمن میں زیرِ بحث، منافقین کے طرزِ عمل اور مسلمانوں کو اپنی بعض کمزوریوں کو صحیح طریقے پر دور کرنے کی تلقین ہی کے ماحول میں ہوا۔ اس سورہ میں اُمتِ مسلمہ کو اپنی اصلاح اور استقامت کی تلقین پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ انہیں جھنجھوڑنے اور دنیا وآخرت میں پیش آنے والے خطرات پر شدید انتباہ بھی کیا گیا۔ آغاز ہی میں فرمایا گیا:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ .

بنیادی تو یہ ہے کہ اپنے اللہ کے بارے میں یہ سمجھ لو کہ آسمانوں اور زمین کی ہر قوت اپنے مالک وخالق کی تسبیح وتقدیس میں مشغول اور ان کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہے اور اللہ ہی ہیں جو غالب بھی ہیں اور ان کے تمام فیصلے حکمت پر مبنی ہیں۔

سورہ کی دوسری آیت جلال وحقیقت نمائی کا بھرپور مظہر ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (آیات:2-3)

اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کی تصدیق وتائید تمہارے عمل سے نہ ہو رہی ہو۔ سنو! اللہ ذوالجلال کا رشتۂ محبت تو صرف انہی سے استوار ہوتا

Marfat.com

ہے جو اس کی راہ میں مستحکم اور سیسہ پلائی ہوئی بنیاد کی طرح متحد اور یک جان ہو کر، دشمنانِ حق سے معرکۂ قتال میں سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہوں۔

اُمتِ مسلمہ کو ایثار و قربانی پر ابھارنے والی اس بنیاد پر مزید استوار کرنے کے لئے آنحضور ﷺ کے بارے میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ نوید عملاً پوری ہوئی اور رسولِ اعظم و اکمل تشریف لے آئے مگر کھلے دلائل سننے کے باوجود دوسرے کفار کے ساتھ یہود نے مل کر معرکۂ شر و فساد بپا کیا، مگر ربّ کائنات نے اعلان فرما دیا:

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ○

(آیت:8)

اسلام کے دشمن اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں (اور زبان درازیوں) سے بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اس نور کو مکمل اور نتیجہ خیز بنا کر رہیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بنیادی حیثیت حضور خاتم النبیین ﷺ کے آمد کی منادی کی تھی۔ انہوں نے یہ ندا پوری بلند آہنگی کے ساتھ لوگوں تک پہنچائی اور دنیا نے حضور ﷺ کی آمد کے بعد حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے اس اعلان کی تصدیق کی جس میں انہوں نے حضور ﷺ کے بارے میں فرمایا تھا:

''میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔'' (یوحنا باب 14، آیت 16-17) یوحنا ہی کے باب 14 آیت 30 میں سیدنا مسیح علیہ السلام نے امام الانبیاء ﷺ کو ''دنیا کا سردار آتا ہے'' کے پر شکوہ الفاظ سے پیش کیا۔ اور یوحنا ہی کے باب 16 آیت 12-13 میں ''سچائی کی روح'' اور ''سچائی کی راہ دکھائے گا'' سے تعبیر کیا۔

دنیا کا یہ سردار جلوہ گر ہوا۔ اس نے پریشان انسانوں کی مدد کی۔ سچائی کی راہ دکھائی اور اپنے خُلقِ عظیم سے ''سچائی کی روح'' بن کر دم توڑتی انسانیت کو نئی زندگی بخشی۔

آج کی دنیا...... اس منزل سے قریب تر ہے کہ وہ اس ''سچائی کی راہ'' پر سفرِ زندگی شروع کر دے...... مگر صدمے کی بات ہے کہ اس ''سچائی کی روح'' کے جانشین اور ان کے پیام کے

Marfat.com

امین، اپنی کمزوریوں کے باعث یہ ذمہ داری نہ نبھا سکے اور یوں دردناک عذاب کا شکار ہیں۔

سورہ الصف کا آخری حصہ اسی کمزوری کے مداوا کی نوید پر مشتمل ہے۔ آج محمد ﷺ بنفسِ نفیس، قرآن کے ذریعہ، عالمِ اسلام کی قیادت سے یہ خطاب فرما رہے ہیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ○
(آیت:8)

ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت کی جانب راہنمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلائے؟

ہاں تو سنو! تم اللہ اور اس کے رسول پر سچا اور پختہ ایمان لاؤ۔ اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کرو۔ تمہارے لئے یہی بہترین ذریعہ کامرانی ہے۔ اس سے اللہ تمہاری اب تک کی غلطیاں اور گناہ معاف کر کے جناتِ نعیم سے نوازیں گے۔ پھر وہ تمہیں اس جہادِ حق میں اپنی مدد اور فتحِ مبین بھی عطا فرمائیں گے۔ تم بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح اللہ کے مددگار بن کر میدان میں کود پڑو تو کامیابی تمہارے بھی قدم چومے گی...... برادرانِ اسلام! آیئے! ایمان کی تجدید کریں۔ اپنے فکری و عملی انتشار کو خیر باد کہہ کر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سیسہ پلائی دیوار بننے کا آغاز کریں اور پھر دیکھیں کہ نصرتِ الٰہیہ کیسے کرشمے دکھاتی ہے۔

سورة الجمعة

اگلی سورہ الجمعة کے آغاز میں فرمایا گیا کہ اللہ نے اَن پڑھ لوگوں میں اپنا رسول بھیجا جو اللہ کی آیات سناتے، ان کے نفوس کو گندگیوں سے پاک کرتے اور تعلیمِ قرآن و حکمت سے ان کی تکمیلِ تربیت فرماتے ہیں...... اس تین نکاتی کارِ نبوت سے اَن پڑھ قوم انسانیت کی معلم بنی۔ عرب و عجم کی گمراہ و ظالم قوتوں نے اس قافلہ محمدیؐ کو ختم کرنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دی مگر دیکھتے ہی دیکھتے اسی قافلے کے ہاتھوں قیصر و کسریٰ کے دربار اجڑے، ہند و چین تک مسلمانوں نے نورِ حق پھیلایا۔ ہندوستان ایسے بت پرستی کے مرکز

Marfat.com

میں ''باب الاسلام'' کھلا اور نو سو برس تک مسلمانوں نے یہاں حکومت کی اور کمزوریوں کے باوجود اس عرصے میں متعدد بار خالص اسلام کی جھلک یہاں نظر آئی۔ اور آج بھی عظمتِ اسلام کے بعض پہلو پھر یہاں نمایاں ہو رہے ہیں...... سورہ الجمعة اپنے اسی درس سے ہمیں اپنے اصلی مزاج سے ہمکنار کرنے کا پیام دیتی ہے...... پیام یہ ہے کہ:

اس روش کو ترک کردو کہ دینی کام یعنی نمازِ جمعہ میں مشغولیت کی حالت میں دنیوی مال و تجارت کی آواز تمہارے کانوں میں پڑے تو اس طرف دوڑ پڑو۔

تمہارا ایمان تمہیں یہ کہتا ہے کہ اللہ کے ہاں جو کچھ ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے...... البتہ جب دینی فریضہ پورا کرلو تو اللہ کے فضل، رزقِ حلال کی تلاش میں نکل پڑو، لیکن ایسے میں بھی اللہ کو بکثرت یاد کرو تا کہ دنیا و آخرت دونوں کی کامیابیاں حاصل ہوں۔

ضرورت ہے کہ ہم سورہ الجمعة کے اس پیام کی روشنی میں اپنے فکر و عمل کو ازسرِ نو ترتیب دیں اور محض مادی فوائد کے غلام بننے کے بجائے اللہ کی بتلائی ہوئی راہِ نجات پر گام زن ہوں۔

سورة المنافقون

اگلی سورہ المنافقون نے اپنے نام کے مطابق اس طرزِ زندگی کو اسلام کے دعویٰ کی نفی قرار دیا کہ مسلمان دنیا طلبی کو ہی اپنا مقصدِ زندگی بنالے اور اس کی تمام تر کوششیں اپنے جسم و جان، اپنی رہائش و لباس اور ظاہری رکھ رکھاؤ تک ہی محدود رہیں۔ اور اس کے ظاہر کو دیکھ کر ہر شخص اس کی جانب کھنچا چلا آئے مگر اس سورہ کے مطابق اس کی اندرونی حالت یہ ہو کہ وہ انتہائی بزدل ہو اور ہر لحظہ خطرات و وساوس میں گھرا رہے۔ فرمایا گیا:

وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۔ (آیت:4)

ایسے لوگ ہی دینی مقاصد اور مستحقِ امداد لوگوں پر منافقین کے کہنے سے اللہ کا دیا ہوا مال خرچ کرنے سے ہاتھ روک لیتے ہیں...... یہ مرضِ نفاق کی علامت ہے اور اس مہلک مرض سے شفایابی کا یہ نسخہ بتلایا گیا:

Marfat.com

ایمان والو! دیکھو! تمہیں تمہارا مال، اولاد، اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرنے پائیں۔ جس کسی نے ایسا طرزِ عمل اختیار کیا وہ خسارے کا شکار ہوگا، اور اللہ کے راستے میں اس کے دیئے ہوئے رزق کو خرچ کرو، اس سے قبل کہ موت تم پر آوارد ہو تو اس وقت انسان کہے کہ میرے رب! اگر آپ نے مجھے مہلت دی ہوتی تو میں صدقہ وخیرات کر کے نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔

آج فی الحقیقت ہم سب پر دنیا طلبی غالب آ گئی اور اسلامی مقاصد نگاہوں سے اوجھل ہوتے جا رہے ہیں...... اصحابِ دانش اور اربابِ اخلاص کو اس خوفناک مرض سے ملتِ اسلامیہ کو نجات دلا کر پھر حمایتِ حق اور آخرت طلبی کی شاہراہ پر لانے کی جدوجہد کا بھرپور آغاز کرنا چاہیے۔

28ویں پارے کی آخری تین سورتیں التغابن، الطلاق اور التحریم ہیں۔ ان میں سے پہلی سورۃ التغابن میں قیامت کے دن کو سورہ کا عنوان بنایا گیا ہے۔ التغابن سے مراد ہار جیت کا دن ہے، جس میں اچھے اعمال والے فتح وکامرانی سے سرفراز ہوں گے، جبکہ اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے دوزخ کے مستحق قرار پائیں گے اور یہ ابدی شکست ان کا مقدر بنے گی۔ اسی سورہ میں اہلِ خانہ یعنی بیویوں اور اولاد کے حوالے سے بتلایا گیا کہ ان میں سے بھی بعض تمہارے دشمن بن کر تمہیں غلط راہ پر لے چلتے ہیں، اس لئے تم دنیوی اموال اور اولاد کی محبت میں مبتلا ہو کر صرف دنیا ہی کے غلام نہ بن جاؤ، کیونکہ یہ ایمان کی نفی کے مترادف ہے۔ ترجیح ہر حال میں آخرت اور دینی وملّی تقاضوں کو حاصل ہونی چاہیے اور اس کا آغاز اموالِ تجارت اور افرادِ کنبہ سے ہونا چاہیے۔

آخری دو سورتوں الطلاق اور التحریم میں آنحضور ﷺ کو مخاطب فرما کر بعض خانگی اور معاشرتی مسائل کا تذکرہ کیا گیا اور ان کے حوالے سے اُمتِ مسلمہ کو بیش بہا نصیحتوں سے نوازا گیا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

Marfat.com

پارہ بہ پارہ
خلاصہ

تبٰرکَ الَّذِیْ

29

سورۃ الملک

29ویں پارے کی پہلی سورہ الملک کا آغاز ان آیاتِ مبارکہ سے ہوتا ہے:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ز وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ نِ o الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا o

بے حد وحساب فیوض وبرکات کا منبع ہے وہ ربِّ ذوالجلال، جن کے قبضہ و تصرف میں اس پوری کائنات کی بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھنے والے ہیں، وہی ذاتِ اقدس جس نے "موت وحیات" کا نظام قائم فرمایا تا کہ تم سب کا امتحان لے اور دیکھے کہ تم میں سے سب سے اچھے عمل کس کے ہیں۔

اگلی آیات میں سات منزلہ آسمان کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری پیدا کردہ اس قدر عظیم اور وسیع چھت کو غور سے بار بار دیکھو، کہیں اس میں کوئی دراڑ، شکن، ناہمواری اور خلا تو نہیں۔ اور یقیناً ایسا نہیں ہے کیونکہ اللہ ہی اس کائنات کے خالقِ حقیقی ہیں۔ ان کی تخلیق اتنی مکمل اور بے عیب ہے کہ اس میں کوئی نقص تو کجا، ذرا سا نامناسب تفاوت بھی نہ ملے اور یہی ذاتِ اقدس "حکمران" بھی ہے جس کی ہمہ گیر قدرت سب کے مشاہدے کا حاصل ہے۔

اللہ قادرِ مطلق کی اس حکومت کے تقاضوں میں سرِ فہرست، دستورِ مملکت ہے تا کہ موت و زندگی کے ترتیب دیئے جانے والے نظام کے لئے ایسا قانون موجود ہو، جس کی پابندی

Marfat.com

کرنے والے، حکمران و مالک کی خوشنودی اور سخاوت وعنائت سے بہرہ ور ہوں اور انہیں سندِ کامیابی وتمغۂ حسنِ عمل عطا کیا جائے۔

سورہ الملک کی اگلی آیات میں نظامِ موت وحیات کے امتحان میں ناکام وکامیاب ہونے والوں کے لئے سزا وجزا کی تفصیلات دی گئی ہیں اور نتیجۂ امتحان کا یہ پہلو واضح کر دیا گیا ہے کہ جب حاکمِ حقیقی کے حکم سے انحراف وبغاوت کرنے والوں کو خوفناک آگ سے بھرے وحشت انگیز گڑھے میں پھینکا جائے گا تو یہ جہنم اس قدر خوفناک اور لرزہ خیز آواز سے اپنے غصے اور اضطراب کا اظہار کرے گی کہ ماحول کی وحشت انگیزی ناقابلِ تصور ہو گی۔ اسی لمحہ جہنم کے داروغے ان سزایافتگان سے پوچھیں گے ''اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ'' کیا دنیوی زندگی میں تمہارے پاس اس خوفناک قید خانے سے ڈرانے والا کوئی شخص نہیں آیا؟ اس کا جواب وہ یہ دیں گے: ''بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ'' ہاں ڈرانے والے تو آئے مگر ہم نے اُلٹا انہیں سخت سست کہا، بلکہ ان کی باتیں سننے سے ہی گریز کیا لیکن اے کاش کہ ہم نے ان کی بات کو سنا اور غور کیا ہوتا تو آج جہنم میں جلنے والے بدنصیبوں میں شامل نہ ہوتے۔

سورہ الملک کے ابتدائی حصے کا یہ پیام ہے کہ آج کی زندگی، چٹخاروں اور سفلی خواہشات کو جیسے تیسے پورا کرنے کے لئے نہیں۔ اس زندگی کا مقصد یہاں آنے والے ہر فرد کا امتحان ہے۔ اگر ہمیں امتحان میں ناکامی کا خطرہ مول نہیں لینا تو اس کائنات کے حکمرانِ حقیقی کے حکومتی قوانین سے آگہی حاصل کر کے انہیں زندگی کا معمول بنانا ہوگا وگرنہ جہنمی زندگی کا ہولناک اور کرب انگیز المیہ واقع ہو کر رہے گا۔

سورۃ القلم

اگلی سورہ القلم کا آغاز ''نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ'' سے ہوتا ہے۔ یوں قلم اور اس سے لکھے حروف وکتب کے نظامِ عمل کی شہادت سے قرآن مجید کے حضور اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب اور آپؐ کے سچے نبی ہونے کی وضاحت فرمائی گئی اور اعلان کیا گیا کہ آج قرآن کے حتمی اور لچک ناآشنا اصولوں، احکام اور پیش آنے والے واقعات کو اپنے جھوٹے

Marfat.com

عیش و نشاط میں خلل اندازی کی وجہ سے جو لوگ حضور ﷺ کو ''مجنون'' اور آپ ﷺ کے اس فرمان کہ اللہ کا دین تمام انسانی اور شیطانی قوتوں کی مزاحمت کے باوجود غالب آ کر رہے گا، کو ''دیوانے کی بڑ'' کہتے ہیں، ان کا انجام نہایت عبرت ناک ہوگا۔

سورہ القلم نے قلم اور اس کی تحریر کی تاریخی شہادت کے حوالے سے بتایا ہے کہ یہ نادان کیوں نہیں دیکھتے کہ محمد ﷺ جو کتاب لائے ہیں وہ کس قدر علمی، استدلالی اور حقائق پر مشتمل فکر وعمل کی حامل کتاب ہے، اور پھر انہیں یہ بھی کیوں سجھائی نہیں دیتا کہ اس کتاب کو پیش کرنے والے ہی کس ''خُلُقِ عظیم'' کے مالک ہیں۔ اگر یہ لوگ بغیر سوچے سمجھے اپنی ہی ہانکے چلے جاتے ہیں تو ہمارے حبیب! بہت جلد آپ بھی دیکھ لیں گے اور ان کی آنکھیں بھی مشاہدہ کر لیں گی کہ فتنے میں کون مبتلا ہے؟ آج کے مادہ پرست، خواہ وہ کفار کی گروہ بندی میں شامل ہوں یا اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے باوجود، قرآنی دعوت اور محمدی اخلاق دونوں کے بارے میں نہ سننے، نہ غور کرنے اور اپنے آپ کو نہ بدلنے کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہوں، انہیں اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کا لقمہ بنائے جانے کے تصور کو سامنے رکھ کر اپنے آپ کو قرآن پڑھنے، سننے اور سمجھنے کے لئے تیار کرنا چاہیے وگرنہ کوئی طاقت انہیں انجامِ بد سے نہ بچا سکے گی۔

سورة الحاقة

القلم کے بعد سورہ الحاقة کا مضمون وہی کہ اللہ کے رسول کو جھٹلانے اور قیامت کی ہولناکیوں کو اپنے دنیوی عیش میں خلل انداز سمجھ کر اس پر ناگواری کا اظہار کرنے والوں کا انجام کیا ہوگا؟ اس دنیا میں کیا ہوا اور آخرت میں کیا کچھ ہونے والا ہے، مگر یہ مضمون اس قدر کیف پرور اور انقلاب انگیز انداز میں کہ بہرے بھی سننے لگیں اور اندھوں کو بھی سجھائی دے۔ فرمایا گیا:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝
وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝

Marfat.com

جب صور میں ایک ہی پھونک ماری جائے گی تو اسی دن ''یقیناً واقع ہونے والی'' آ موجود ہوگی۔ بس کیا؟ اس آوازِ صور سے، وہ آسمان جس میں بار بار تلاش کے باوجود کوئی خلل یا دراڑ دکھائی نہیں دی تھی، ریزے ریزے ہو جائے گا اور ایسا پھسپھسا کہ روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہا ہوگا۔ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْکُمْ خَافِیَۃٌ، تم حاکمِ حقیقی کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور تم اپنے اعمال کو اس طرح آنکھوں کے سامنے دیکھو گے کہ تم سے کوئی بھی عمل مخفی نہ رہے گا۔ لیکن اصل بات تو یہ دیکھنا ہے کہ تم کس زمرے میں شامل کیے گئے ہو، اس گروہ میں جسے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دے کر عرشِ رحمان کے سائے میں جگہ دی جائے گی یا ایسے لوگوں کے ساتھ جو دنیا میں نہ قرآن سننے کا اہتمام کرتے اور نہ اپنے آپ کو اس کے حوالے کرتے تھے۔ دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیئے جانے والے مسرت واطمینان کا پیکر ہوں گے، وہ حوضِ کوثر کے تسکین بخش جام سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے جبکہ بائیں ہاتھ میں بُرے اعمال کا پلندہ لیے ہوئے جہنمی، عذاب کی سختیوں میں مبتلا چلّا رہے ہوں گے:

مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ o هَلَکَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ . (آیات:28-29)

ساری زندگی گنوا کر جو مال حاصل کیا وہ میرے کسی کام نہ آیا اور جس عزت، شہرت، قیادت اور حکمرانی کے لئے ایمان، ضمیر اور اخلاق ہر چیز کو داؤ پر لگایا تھا وہ کہیں دکھائی نہیں دیتی...... چنانچہ اس کے بارے میں حکم ہوگا: خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ o ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ. قرآن و ایمان کو چھوڑ کر مال وحکومت کے پیچھے بھاگنے والے کو پکڑو، اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑو اور جہنم میں پھینک دو۔

برادرانِ اسلام! آیئے رمضان المبارک کی آخری ساعات میں اللہ سے عہد کریں کہ قرآن سننے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے اور دین و شریعت کو اپنے اپنے اہل وعیال پر اور اس دنیا میں نافذ کرنے کے لئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے۔

سورة المعارج

الحاقۃ کے بعد سَاَلَ سَآئِلٌ م بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ سے شروع ہونے والی سورہ المعارج میں

Marfat.com

بتلایا گیا ہے کہ پوچھنے والا یہ دریافت کرتا ہے کہ واقع ہونے والے جس عذاب کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں! وہ کب آئے گا؟ اللہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ سن لو! اس عذاب سے کافروں کو بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ عذاب کا لقمہ اجل بننے والے یہ لوگ اسے دور کی بات سمجھتے ہیں جبکہ یہ تو بہت ہی قریب ہے...... یہ عذاب کیسے آئے گا؟ اس سے کیا کچھ ہو گا؟ اس بارے میں فرمایا گیا:

جس دن آسمان تیل کی تلچھٹ کی صورت اختیار کرے گا اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی جیسے ہو جائیں گے، اس روز کوئی دوست اپنے جگری دوست کا حال تک نہیں پوچھے گا۔ ہر مجرم یہ چاہے گا کہ وہ خود کو اس عذاب سے بچانے کے لئے اپنے بیٹوں، بیوی، بھائی اور دنیا میں اپنے ملجا و ماوی کنبہ کو بطور فدیہ پیش کر دے اور خود نجات حاصل کر لے...... اچھی طرح سمجھ لو! وہ عذاب ایسی صورت میں آئے گا جو مجرم کی چمڑی کو جلا اور ادھیڑ کر رکھ دے۔ یہ آگ اپنے خالق و مالک کے احکام سے روگردانی کرنے اور مال جمع کرنے کے خبط میں دین و شریعت کو پسِ پشت ڈالنے والوں کو اپنی طرف بلائے گی۔

یہ بھی صراحت فرما دی کہ اس عذابِ الٰہی سے وہی لوگ بچیں گے جو:

① ...... پکے نمازی ہوں گے۔

② ...... جن کے مال و دولت میں محتاج و سوالی لوگوں کا متعین حصہ ہے۔

③ ...... جو روزِ قیامت پر پختہ ایمان رکھتے ہیں۔

④ ...... اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔

⑤ ...... اپنے ستر کی حفاظت کرتے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے رہتے ہیں۔

⑥ ...... امانتوں کی حفاظت اور وعدوں و معاہدوں کی پابندی کرتے ہیں۔

⑦ ...... اگر گواہ ہوں تو فرضِ شہادت ادا کرتے ہیں۔

ان صفات کے حامل لوگ جناتِ نعیم میں زندگی بسر کریں گے۔

Marfat.com

ہر وہ شخص جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور ان کے عادل ہونے کی بنا پر ان کی جزا و سزا کو برحق سمجھتا ہے اگر وہ اللہ کے خوفناک عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو اسے سورہ المعارج کے اس لرزہ خیز انتباہ سے سبق حاصل کر کے اپنے آپ کو نافرمانی کے راستے سے موڑ کر اطاعت و فرمانبرداری کی زندگی کا اہتمام کرنا ہوگا۔ اس کے سوا کوئی صورت اللہ کے عذاب سے بچنے کی نہیں۔

سورۃ نوح

المعارج سے اگلی سورہ آدمِ ثانی کے نام سے معروف جلیل القدر نبی حضرت نوح علیہ السلام کے نام سے منسوب ہے۔ قرآن مجید کے مطابق ان کا امتیازی پہلو یہ تھا کہ انہوں نے ساڑھے نوسو برس خلقِ خدا کو اسلام و اطاعت الٰہی کی دعوت دی مگر محرومِ سعادت قوم کے رویہ کو طویل عرصہ تک پرکھنے کے بعد انہوں نے یہ روداد اپنے مالک و آقا کے حضور پیش کی:

رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝

(آیات:5-6)

میرے آقا! میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوتِ حق دی مگر وہ تو اس سے دور بھاگتی چلی گئی۔ میں نے افرادِ قوم کو جب بھی تائب ہو کر قبول اطاعت کے لئے کہا تاکہ آپ ان کے گناہوں کو معاف فرما دیں، انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں، چہرے اپنے کپڑوں سے چھپا لئے اور گناہوں پر اصرار کر کے متکبر ہوتے چلے گئے۔ میری انفرادی و اجتماعی اور خفیہ و علانیہ اس دعوت کو انہوں نے رد کر دیا کہ اللہ کے حضور گناہوں کی معافی مانگ لو تو آسمان سے اللہ بارشیں نازل فرمائیں گے اور مال و دولت سے نوازیں گے...... انہوں نے میری بات ماننے سے انکار کیا اور تباہی کے راستے پر تیز رفتاری سے گام زن رہے۔

اس دل سوز عرضداشت کے آخری کلمات اس بزرگ پیغمبر نے نہ جانے کس کرب و اضطراب سے ادا کئے ہوں گے، مگر تھے وہ حقیقت پر مبنی۔ فرماتے ہیں:

Marfat.com

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ○ (آیات:26-27)

میرے رب! اب آپ زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی نہ چھوڑیے۔ اگر آپ نے انہیں مہلت دی تو یہ آپ کی مخلوق کو گمراہ کریں گے اور (یہ تجربہ بھی ہو چکا کہ) ان میں سے، جس کے گھر بچہ پیدا ہوگا، وہ بھی فاجر و کافر ہی ہوگا۔

اللہ غیور نے اپنے نبی کی اس عرضداشت کو سنا اور پھر اپنے لشکروں میں سے ایک یونٹ پانی کو حکم دیا کہ ان قانون شکنوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ یوں پوری قوم غرق ہوئی۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوتِ ایمانی کو قبول کرنے والے چند افراد ہی بچے۔

لیکن انتہائی عبرت انگیز پہلو تو یہ ہے کہ ساڑھے نو سو برس دعوتِ نبوت میں مصروف معمر نبی اپنے حقیقی بیٹے کو اس عذاب سے محفوظ نہ رکھ سکے، اس لئے کہ اس کا کردار نیک اعمال سے مزیّن نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ایسا فرد نبی کے اہلِ خانہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

برادرانِ محترم! آیئے ہم اس لرزہ خیز واقعہ کی روشنی میں اپنی زندگیوں میں پھیلی ہوئی تاریکیوں کا مداوا کریں اور ''آدھے تیتر آدھے بٹیر'' کے محاورے کے مطابق اپنے آپ کو کچھ دین کے ساتھ، کچھ بے دینی کے ساتھ، کچھ خواہشاتِ نفس کے ساتھ اور کچھ آسان سی دینی رسومات کو ادا کر کے اپنے مسلمان ہونے پر اطمینان کے دھوکے سے نکلیں اور ابراہیمی حنفیت اور فاروقی غیرتِ ایمانی کی بھیک اپنے آقا سے مانگیں۔

سورۃ الجن

سورہ الجن کی آیات 20 تا 23 میں سرورِ ہر دو عالم ﷺ کو ربِّ جلیل نے جن باتوں کو اُمتِ مسلمہ بلکہ پوری انسانیت تک پہنچانے کا حکم دیا، ہمیں ان اہم ترین اصولوں کو اپنے ایمان و یقین کی بنیاد بنانا ہوگا۔ ارشاد ہوا:

ہمارے حبیب! سب کو مخاطب کر کے کہہ دیجئے کہ میں صرف اپنے رب ہی کو

Marfat.com

حاجات و مشکلات میں پکارتا ہوں اور ان کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔
یہ بھی انہیں بتا دیجئے کہ میں تمہیں نفع یا نقصان پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔
مزید حکم ہوا:

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۔ (آیت:22)

ہمارے برحق نبی! اعلان کر دیجئے: مجھے اللہ کی جانب سے اگر کوئی تکلیف آئے تو کوئی نہیں جو مجھے اس سے بچالے اور نہ ہی کوئی شخصیت ایسی ہے جسے میں اللہ کے سوا اپنا ملجا و ماویٰ بنا سکوں۔ اللہ اکبر۔ اللہ اعظم و اجل۔ یہ نکھری توحید، یہ پُرشکوہ مقام اور نبوتِ محمدی کا مایۂ افتخار کہ اللہ وحدہ لاشریک نے اپنے محبوب ترین نبی سے، جاہلوں اور شرک کی آلودگی بالخصوص اولیاء، اکابرین اور دوسری شخصیتوں کو تقدس کے حوالے سے اللہ کی صفات میں شریک کرنے کے رسیا لوگوں کے لئے یہ کھلے اعلانات کروائے کہ میں تمہیں کسی قسم کے نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ اس آخری دین کا حقیقی شرف و امتیاز ہے جو قیامت تک باقی رہے گا اور فخرِ انسانیت، رہبرِ کامل سیدنا محمد ﷺ توحیدِ ربِّ ذوالجلال کو بھرپور انداز میں واضح کرنے پر نہ جانے کتنے عظیم درجات حاصل کر پائیں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی حَبِیْبِكَ سَلَامًا دَائِمًا كَمَا تُحِبُّهٗ وَ تَرْضَاهُ۔

یہ تھے چند اشارات سورہ الجن میں سے ان حضرات کے لئے جو اپنے آپ کو اُمت کی اصلاح اور دینی مشاغل میں مصروف رکھنا چاہتے ہیں۔

اگلی دو سورتیں المزمّل اور المدثر کارِ نبوت کی عظمت کا شاہکار ہیں۔ مختلف زاویوں سے اس کام میں مشغول سبھی افراد کے لئے سورہ المزمل کا پیغام یہ ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا۔ (آیت:6)

رات کا اٹھنا اپنے نفس کی جبلّی انا کو اعتدال پر اور بات کو زبان پر لانے سے پہلے حالِ دل بنانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس سے قلبی قوت کو فعال، مؤثر اور انقلابی اخلاص کے حسبِ

Marfat.com

حال بنانے والی استعداد میں اضافہ ہوگا۔

یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّر سے وَ لِرَبِّکَ فَاصْبِرْ تک کی سات آیات بھی دینی شخصیت کی تشکیل اور کارِ نبوت کی اہلیت ہی کے الٰہی لائحہ عمل کی تفصیلات پر مشتمل ہیں۔ اور اگر المزمل کی اس آیت وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا. یعنی اپنے رب کا ذکر کرو اور ادھر اُدھر سب سے ٹوٹ کر صرف اسی سے جڑ جاؤ، اور المدثر میں فرمائے گئے ارشاد وَ لِرَبِّکَ فَاصْبِرْ یعنی اپنے رب کے لئے ثابت قدمی حاصل کرو، پر ہی کچھ غور کر لیا جائے اور پھر حضور ﷺ کی سیرت اور معمولاتِ خلوت و جلوت کو اپنے لئے مشعل راہ بنانے کا اہتمام کر لیا جائے تو اس عنوان پر صحیح راہنمائی میسر آ سکتی ہے۔

29ویں پارے کی آخری تین سورتیں القیامۃ، الدھر اور المرسلات، قیامت اور جزا و سزا کے عنوان کے بعض اہم پہلوؤں کی وضاحت پر مشتمل ہیں اور اس عنوان پر حسبِ ضرورت اس سلسلہ کے بعض حصوں میں عرض کیا جا چکا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

Marfat.com

پارہ بہ پارہ

خلاصہ

عَمَّ

30

سورۃ النبا

قرآن مجید کا 30واں پارہ 37 سورتوں پر مشتمل ہے۔ اس آخری پارہ کی پہلی سورت النبا ہے، جس کا موضوع قیامت کا حتمی وقوع پذیر ہونا اور اس دنیا میں کئے گئے اعمال کی بنا پر بارگاہِ ایزدی میں سرخ روئی یا ذلت ورسوائی کا فیصلہ سننا ہے۔ سامعین محترم، متعدد قرآنی مقامات کا خلاصہ اس موضوع پر سن چکے ہیں اور یہ بات ان پر واضح ہو چکی ہوگی کہ حاکمِ مطلق اللہ تعالیٰ کو جزا و سزا دینے کا مکمل اختیار ہے۔ پھر بھی وہ رؤوف ورحیم آقا اپنے ہی پیدا کردہ انسان کے سامنے کھلے دلائل پیش فرماتے ہیں تا کہ قرآن مجید سننے اور سنانے والوں کے دلوں کو حیاتِ نو بخشیں۔ انہیں اس شعور سے بہرہ ور کریں جو ان کے لئے اس دنیا کو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ یہ کھلے دلائل صرف اس شخص کے دل کی دنیا میں ہلچل نہیں مچا پاتے جس کی سرکشی، بے راہ روی، گندے اعمال اور ذہنی گراوٹ کی وجہ سے اس کے دل کے دروازے بند ہو چکے ہوں۔

یہ دلائل پورے قرآن مجید میں بے شمار مرتبہ نئے نئے انداز واسلوب سے پیش کئے گئے۔ اسی کی چند جھلکیاں تیسویں پارے کے بعض مقامات سے پیش کی جارہی ہیں۔

30ویں پارے کی پہلی سورہ النبا کا آغاز ان آیات سے ہوتا ہے جو اللہ احکم الحاکمین کے قانونِ سزا و جزا، قیامت اور اس کے ماحول سے متعلق اہم پہلوؤں پر بصیرت افروز درس دیتی ہیں۔ فرمایا گیا:

Marfat.com

عَمَّ يَتَسَآءَ لُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ (آیات:1-5)

یہ لوگ کس چیز کے بارے میں آپس میں بحث وتمحیص کررہے ہیں؟ اس بڑی خبر کے بارے میں، جس کے متعلق یہ متضاد خیالات رکھتے ہیں۔ ہرگز نہیں، اس اندازِ بحث سے، جسے یہ باہمی اختلاف کی صورت دے رہے ہیں، نہ تو یہ اس بڑی خبر کو غلط ثابت کرسکیں گے اور نہ ہی یہ لوگوں کو اس کے بارے میں بے یقینی یا انکار پر آمادہ کرسکیں گے۔ نہیں نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ بہت جلد یہ جان لیں گے، ہاں تھوڑی ہی دیر کے بعد انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس عظیم خبر کو یہ جھٹلانے کے درپے ہیں وہ ایک ٹھوس حقیقت کے روپ میں ان کے سامنے آموجود ہوگی۔

ان پانچ آیات کے بعد کی 11 آیات میں کائنات کی مختلف اشیاء مثلاً زمین، پہاڑ، انسانی زندگی بالخصوص مرد وزن کی رشتہ داری، رات کی سکون بخش نیند، دن میں معاشی مسائل کے حل، سات آسمانوں، سورج اور بادلوں کی افادیت کے پہلوؤں کا ذکر کرکے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح یہ تمام اشیاء متعین مقاصد اور نتائج کے لئے پیدا کی گئی ہیں اسی طرح پوری کائنات کی تخلیق سے خالقِ حقیقی کا مقصد انسان کو یہ بنیادی مدعا سمجھانا ہے کہ اس زمین و آسمان کے درمیان کون ومکاں کے مالک کی شکرگزاری واطاعت یا نافرمانی میں گزاری گئی زندگی کی بنیاد پر ہی جزا وسزا دی جائے گی۔ سورہ کے آخر میں اس نتیجہ کو جنت اور جہنم، اللہ کی رضا اور اان کے غضب کے زیرِ عنوان تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔

سورة النازعات

اگلی سورہ النازعات میں تند وتیز طوفانوں کی تباہ کاری، بادِ نسیم کی حیات افروزی، بارش بھرے بادلوں کی اڑان اور بارش سے انسانی ضروریات کی فراہمی کے حوالے سے فرمایا کہ جس طرح ہواؤں کے دوش پر تیرنے والے ہلکے پھلکے بادل، بوجھل صورت اختیار کرتے ہوئے

Marfat.com

برس کر خود تو عدم کا شکار ہو جاتے ہیں مگر اپنی موت سے کھیتوں اور باغات کی نئی دنیا بسانے کا اہتمام کر جاتے ہیں، ٹھیک اسی طرح انسان کا وجود نہیں ہوتا۔ کارخانہِ قدرت کے نظام کے مطابق وہ ایک چٹکی مٹی اور چند قطراتِ آب سے آغاز کر کے انسانی شکل وصورت میں دنیا میں وارد ہوتا ہے لیکن انہی برسے ہوئے بادلوں کی طرح اسے ایک مدتِ معین تک اپنے ذمہ فرائض کو پورا کر کے دنیا سے رخصت ہونا ہے اور پھر خالق کی منشا کے مطابق وقتِ مقرر پر ایک ہولناک چیخ سن کر زمین سے نمودار ہو کر اپنے آقا کے سامنے پیش ہونا ہے۔

النازعات کی صرف یہ آیات اس پوری داستان کو یوں بیان کرتی ہیں:

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ٥ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ٥ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ٥ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ٥ (آیات:6-9)

وہ ہولناک دن جب زمین کانپ اٹھے گی، ایک ہی زلزلے سے، اس کے ساتھ ہی دوسرا جھٹکا لگے گا (قبروں سے نکلنے والوں کے) دل دھڑکتے ہوں گے اور آنکھیں زمین کی جانب جھکی ہوں گی۔

دنیا میں ابدی زندگی کا مذاق اڑانے والے یہ لوگ جب ایک ہی ڈانٹ والی آواز سن کر کھلے اور چٹیل میدان میں جمع ہوں گے تو تب اپنے کیے پر پچھتائیں گے۔ لیکن اب تو جزا وسزا کا وقت شروع ہو چکا۔ یوں جہنم، قانونِ الٰہی کے باغیوں کا ٹھکانا بنے گی۔ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى. اور جنت کے وارث مطیع وفرمانبردار لوگ بنیں گے۔ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى.

سورۃ عبس

30ویں پارے کی اگلی سورہ عبس کا آغاز اس دنیا میں دعوتِ دین اور لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے کام میں مصروف لوگوں کے لئے ایک اہم پہلو کی وضاحت سے ہوتا ہے۔

واقعہ یوں ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ مکہ بالخصوص سردارانِ قریش کو دعوتِ حق کی قبولیت پر آمادہ کرنے کے لئے اپنی عزیز جان کھپا رہے تھے لیکن وہ لوگ جو اپنے بڑے ہونے کے اعتبار سے کبر ونخوت کا شکار ہو چکے تھے وہ اسے اپنی توہین سمجھتے تھے کہ

Marfat.com

جب وہ حضورؐ کی محفل میں بیٹھے ہوں تو ان کے ساتھ مال و دولت اور سرداری میں کم تر درجہ کے لوگ بھی شریک ہوں۔ ایک روز ایسی ہی محفل میں ایک انتہائی مخلص و مومن شخصیت حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتومؓ تشریف لے آئے۔ حضورؐ کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں ان کی آمد سے سردارانِ قریش مجلس سے اٹھ کر نہ چلے جائیں اور یوں دعوتِ دین کا یہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائے۔ چنانچہ آپؐ کے چہرے پر کچھ ناگواری ظاہر ہوئی۔ اس پر اللہ ذوالجلال نے اپنے حبیب کو قدرے جھنجوڑنے کے انداز میں خطاب فرمایا: كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝...... حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتومؓ کی آمد پر ایسا تاثر ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ یہ قرآن تو بھولے بھٹکوں کے لئے سیدھے راستے کی یاد دہانی ہے۔ جو چاہے اس کی نصیحت سے فائدہ اٹھا کر سیدھی راہ پر لوٹ آئے۔

یہ نصیحت ہر داعی الی اللہ کے لئے قیامت تک ایک ناقابلِ تغیر لائحہ عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ دینی دعوت سے مقصود انسانوں کی اصلاح ہے اور انسانوں کی قدر و قیمت صرف اس سے مقرر ہوتی ہے کہ کس نے اس نصیحت کو قبول کیا، وگرنہ ابولہب کے حصے میں ذلت و رسوائی نہ آتی اور معراج کی رات بلال حبشیؓ جنت میں حضورؐ سے آگے نہ چل رہے ہوتے۔

اس سورہ کی آخری نصیحت ہر مسلمان کے لئے یہ ہے: فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ: جب کانوں کو بہرا کر دینے والی آواز آئے گی تو ہر شخص اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بیٹے سے راہِ فرار اختیار کرے گا۔ حالتِ اضطراب یہ ہو گی کہ اسے اپنے سوا کچھ سجھائی نہ دے گا۔

سورۃ الانفطار

اسی کیفیت کو دوسرے انداز میں سورہ الانفطار میں یوں بیان فرمایا گیا:

وَمَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ط وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝ (آیات:17-19)

تم جزا و سزا کے دن کو کیا سمجھتے ہو؟ کیا تصور ہے تمہارا، اس ہولناک دن کے بارے میں؟ یہ وہ دن ہے جب کوئی شخص کسی دوسرے کے کام نہیں آئے گا اور

Marfat.com

یہ فیصلہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہوگا......اس لئے کہ وہ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہے۔

سورۃ المطففین

الانفطار سے اگلی سورہ المطففین میں ناپ تول میں کمی کرنے والے تاجروں کو دنیا و آخرت میں ہلاکت و بربادی کی شدید وعید سنائی گئی ہے۔ دوسروں سے پورا لینے لیکن خود کم تول کر دینے والے یہ تاجر قیامت کے ہولناک دن قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور سبھی انسانوں کے ساتھ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ تب حدود سے پھلانگنے والے اور گناہوں کے رسیا افراد کو جہنم رسید کیا جائے گا، جب کہ ایمان والے گرد و پیش کے حسین مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہوئے، کافروں پر ہنس رہے ہوں گے اور انہیں مخاطب کر کے کہیں گے: دیکھا، کفار نے اپنے کئے کا پھل کھا لیا نا!

سورۃ البروج

30 ویں پارے کی سورۃ البروج میں برجوں والے آسمان اور روزِ قیامت کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو دنیا میں قوت و اقتدار کے نشہ میں ایمان والوں کو، صرف ایمان لانے کے باعث، اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہیں اگر وہ توبہ کئے بغیر مر گئے تو اس جرم کی سزا میں جہنم انہیں جلاتا ہی رہے گا۔

سورۃ الطارق

سورہ الطارق میں دشمنِ اسلام قوتوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی سازشوں کے مقابلہ میں ان کے لئے بھی جال تیار کر رہے ہیں۔ اِنَّهُمْ یَكِیْدُوْنَ كَیْدًا o وَّاَكِیْدُ كَیْدًا o انہیں کچھ مہلت دے کر ان کے حال پر چھوڑ دیجئے، جبکہ دوسرے مقام پر فرمایا کہ میری قوتیں ہی غالب آئیں گی۔ ان کی سازشیں ناکام ہوں گی اور یہ اپنے بنائے ہوئے جالوں میں پھنسے جان توڑتے دکھائی دیں گے۔

سورۃ الاعلیٰ

سورہ الاعلیٰ میں حقیقی کامیابی کا گُر بتاتے ہوئے فرمایا گیا:

Marfat.com

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰیo وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰیo (آیات:14-15)

بالیقین کامیاب وہی ہو گا جو اپنے نفس کو غلط اور گندے عقائد و خیالات، بُری خواہشات اور بُرے اعمال سے پاک کرے گا اور اپنے رب کے ذکر اور اس کے حضور نماز ادا کرنے میں لگا رہے گا۔

سورۃ الشمس

سورۃ الشمس میں انسانی نفس کے اس پہلو کو واضح کیا گیا ہے کہ کائنات کے باہم متضاد اجزاء مثلاً دن اور رات کی طرح اس میں دو متضاد قوتیں تقویٰ اور فجور کی کارفرما ہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ حاکمِ حقیقی کے حکم ہی نہیں، ان کے منشا کے خلاف بھی کوئی کام نہ ہو، اور فجور یہ کہ ہر قانون و حکم کو روندتے ہوئے جو جی میں آئے کیا جائے۔ نفسِ انسانی کی یہ قوتیں ہی ہیں جن پر اس زندگی میں انسان کے امتحان میں کامیاب اور ناکام ہونے کا دارومدار ہے۔ فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا o وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا. (آیات:9-10)

کامیابی سے ہمکنار ہوا، جس نے اپنے نفس کو غلط، گندے اور حرام کاموں یعنی فجور سے پاک کیا اور وہ بدنام و ذلیل ہوا جس نے اس نفس کی قوتِ فجور کو قوتِ تقویٰ پر غالب کیا۔

نفسِ انسانی میں اگر غلط کاموں کی صلاحیت نہ رکھی گئی ہوتی تو امتحان کا تصور ہی غلط ہوتا اور تقویٰ کی استعداد نہ ہوتی تو وہ سراپا شر ہی شر ہوتا اور یہ دنیا جہنم بن جاتی۔

سورہ الشمس کا پیام یہی ہے کہ ہر انسان کو ہر لمحہ اپنے نفس کو ناروا خواہشات کی آلودگیوں سے پاک رکھنے اور تقویٰ کی استعداد کو بروئے کار لانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھنی چاہیے۔ جس کسی نے اس کام میں اپنی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کیا وہی کامیابی حاصل کر پائے گا اور جس نے فسق و فجور کی راہ پر اٹھے قدم روکنے میں ایک لمحہ کی بھی غلطی کی، اس کی کامیابی کے راستے بند ہونا شروع ہو جائیں گے۔

Marfat.com

سورۃ اللیل

سورہ اللیل میں انسانی کوشش اور جدوجہد کے حوالے سے فرمایا گیا:

اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی o فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی o وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی o

فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی o (آیات:4-7)

انسانی قافلہ کے افراد! تمہاری سعی وکاوش ایک دوسرے سے جداگانہ اور مختلف اقسام پر مشتمل ہے۔ جس شخص نے حاصل کردہ مال کو راہِ حق میں اور مستحق لوگوں پر خرچ کیا اور اعمال وکردار میں حدودِ الٰہیہ کی پابندی اور تقویٰ کی جدوجہد کی، حق اور اچھی بات کے اچھے نتائج کی فکر وعمل سے تصدیق کی، ہم اس کی مشکلات کو آسانیوں سے بدل دیں گے۔

اس کے برعکس جس نے اچھے کاموں پر مال خرچ کرنے میں بخل کیا اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے لاپرواہی برتی اور حسنِ عمل وحسنِ انجام کے نظریہ کو ہی جھٹلا دیا...... ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے، تو جو کام برے اور عیب محسوس ہوتے ہیں وہ انہیں بآسانی انجام دینے لگے گا۔

یہ ہے وہ کشمکش جس میں انسان کو بطورِ امتحان مبتلا کیا گیا...... لیکن ربِّ کریم کا فضلِ خاص اور احسانِ عظیم یہ ہے کہ انہوں نے انسان کو اس امر کا اطمینان دلایا ہے کہ جس شخص نے اپنے ذمہ فرض کو پورا کیا اور بدی سے رک کر نیکی کو انجام دینے کا فیصلہ کیا، پردۂ غیب سے اس کی ہمت بندھائی گئی اور مشکل ترین کام آسان ہو گئے۔ تاریخِ انسانی شاہد ہے کہ یہ اطمینان ہمیشہ سو فیصد درست ثابت ہوا۔

سورۃ التین

30ویں پارہ کی سورہ التین میں تین وزیتون، طور سینین اور بلد الامین کے حوالے سے تین عظیم مقامات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پہلا شہر تین وزیتون کے جھنڈ والی سرزمین جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زندگی کا بیشتر حصہ گزارا۔ طورِ سینا وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تجلیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کیا اور خلعتِ نبوت سے سرفراز ہوئے۔

Marfat.com

تیسرا مقام حرمِ بیت اللہ کا پڑوس اور اس کا ماحول۔

یہ تینوں شہر تین عظیم شخصیات کے مراکز ہیں اور ان تینوں کی ذاتی زندگیوں، ان کے کارہائے نمایاں اور ان کے ساتھیوں کے کردار واخلاق، اگر ان سب کو کمالِ انسانی اور صفتِ الٰہیہ کے شاہکار سمجھا جائے تو حقیقت کی ترجمانی ہی ہوگی۔

اور یہ سب عظیم مشاہدات گواہ ہیں کہ انسانی جبلت وفطرت اور ودیعت کردہ صلاحیتوں، قوتوں اور عزائم وجذبات کی وجہ سے انسان اپنی مثال آپ ہے اور اسے احسن تقویم تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔ مگر اسی کے ساتھ، انسانی نفس میں وہ فجور ہے جس کا ذکر ابھی سورہ الشمس کے ضمن میں ہوا، وہ انسان کو اس پستی تک لے جانے والا شر ہے، جس پستی تک کوئی بدتر حیوان بھی نہیں گر سکتا۔

انسان کے احسن تقویم ہونے کا تقاضا یہی ہے کہ ہر باشعور فرد، اس الٰہی صفت کے اس کمال کا احترام کرے اور اپنے آپ کو اپنے نفس کی شیطنت اور اس کی ابلیسیت سے بچانے کے لیے اس ذات کا سہارا حاصل کرے جس نے اسے محض اپنے فضل سے احسن تقویم کی سعادت سے بہرہ ور کیا۔

سورۃ العصر

وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o

یہ محض تین آیتیں ہیں...... لیکن پوری تاریخِ انسانی نہیں پوری تاریخِ کائنات، تمام آسمانی کتابوں اور ہر صحیح الفکر دل ودماغ کی سوچ اور ماضیٔ قریب وبعید اور حال کے جملہ مشاہدات پر بھری لائبریریوں اور نہ ختم ہونے والی داستانوں کا حاصل یہ تین آیتیں ہیں۔

اس سورہ میں بتلایا گیا کہ جب سے زمانہ شروع ہوا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ، انسان خسارے کا مارا ہوا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے سے شروع ہو کر، قومِ نوحؑ، عاد، ثمود، قومِ ہودؑ، قومِ لوطؑ اور بے شمار انبیاء ومصلحین کی کہانی کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان

Marfat.com

نے سودا خسارے ہی کا کیا ہے۔ یہ دنیا جو ہزار بار اجڑی، ہزار بار بسی، اسی کو حاصلِ فکر وعمل قرار دے لیا گیا۔ ماں جنے (حقیقی) بھائی کی حق ماری سے دشمنوں تک سے خلافِ عدل و شرافت رویہ اختیار کرنے کے ہنگامے تاریخِ انسانی کا حاصل ہیں...... اور آج کی دنیا تو پچھلی تمام داستان ہائے ظلم و وحشت کو بدبختی کا حرفِ اوّل قرار دے کر، خود فی الواقع جہنم کے کنارے پر کھڑی ہے۔

لیکن دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ بن دیکھے خدا پر ایمان کی بدولت بعض اوقات ایسے مظاہر بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ انسان کے احسن تقویم ہونے کا بھرپور مظاہرہ ہوتا ہے اور یہی انسانیت کی حقیقی معراج ہوتی ہے۔

سامعین کرام! آیئے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ ہم قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر احسن تقویم کی خوبی کا عملی مظہر بن جائیں اور پھر اس کتابِ ہدایت کو ایک مکمل نظامِ حیات کے روپ میں اپنی زندگیوں پر اور اپنے ملک میں نافذ کرنے کی کوشش کریں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

Marfat.com

حدیثِ قُدسی

Marfat.com

احادیثِ قدسیہ

حدیث قدسی...... محدثین کی اصطلاح میں وہ حدیث ہے جسے رحمتِ عالم ﷺ صراحت کے ساتھ اللہ عزّ وجلّ کی جانب منسوب کریں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو بیان فرمائیں...... ایسی روایات کتبِ احادیث میں منتشر طور پر اگرچہ موجود ہیں لیکن بعض حضرات نے ان تمام احادیث کو یکجا بھی جمع کیا ہے۔ ان مجموعوں میں سے دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں: ایک شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرؤف مناوی (۱۰۳۵ھ) کی، اور دوسری کتاب ہے علامہ محمد المدنی کی (تاریخ فراغتِ کتاب بروز جمعرات ۶۔ شعبان (۱۱۹۱ھ)...... اس دوسری کتاب کا نام ہے الاتحاف السنية فى الاحاديث القدسية...... یہی مجموعہ اس وقت پیشِ نظر ہے اور ارادہ ہے کہ اس کی تلخیص کی جائے اور ترتیبِ جدید دے کر اس کی ترجمانی و تفہیم کی جائے...... اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کی توفیق عطا فرمائے، اس عمل کو اپنے لئے خالص فرمائے اور اسے خود مرتب و مترجم اور عام مسلمانوں کے لئے بھی مؤثر اور نافع بنائے۔ آمین یا الله الحق آمین (ع۔ا)

Marfat.com

حدیثِ قدسی

خدا اور بندے کا تعلق

❶ یَاعِبَادِیْ! اِنِّی حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُهٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوْا.

❷ یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَیْتُهٗ ،فَاسْتَهْدُوْنِیْ اَهْدِکُمْ.

❸ یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ ، فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ.

❹ یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ کَسَوْتُهٗ، فَاسْتَکْسُوْنِیْ اَکْسُکُمْ.

❺ یَا عِبَادِیْ! اِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ، وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا، فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْلَکُمْ.

❻ یَا عِبَادِیْ! اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّیْ فَتَضُرُّوْنِیْ. وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِی فَتَنْفَعُوْنِیْ.

❼ یَا عِبَادِیْ! لَوْاَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَا زَادَ ذٰلِکَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا.

❽ یَا عِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلَی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُلْکِیْ شَیْئًا .

❾ یَا عِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ فَسَاَلُوْنِیْ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَهٗ، مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ.

❿ یَا عِبَادِیْ ! اِنَّمَا هِیَ اَعْمَالُکُمْ اُحْصِیْهَا لَکُمْ ،ثُمَّ اُوَفِّیْکُمْ اِیَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰهَ، وَمَنْ وَجَدَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ.

(صحیح مسلم، حدیث: 6572)

Marfat.com

ترجمانی

①......میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور اسے تمہارے مابین بھی حرام کیا ہے، پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

②......میرے بندو! تم سب گمراہ ہو بجز ان کے جن کو میں سیدھی راہ پر چلا دوں۔ پس تم مجھ ہی سے ہدایت طلب کرو، میں تمہاری راہنمائی کروں گا۔

③......میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر وہ جنہیں میں کھانے کے لئے دوں۔ پس تم مجھ سے ہی کھانا طلب کرو، میں ہی تمہیں کھانا دوں گا۔

④......میرے بندو! تم سب ننگے ہو، بجز ان کے جنہیں میں پہناؤں، تم مجھ سے ہی لباس مانگو، میں تمہیں لباس عطا کروں گا۔

⑤......میرے بندو! تم صبح و شام غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہو اور میں تمام خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پس تم مجھ سے ہی اپنے گناہوں کی بخشش کا سوال کرو، میں تمہیں معاف کر دوں گا۔

⑥......میرے بندو! تم اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچاؤ اور نہ ہی تم مجھے نفع پہنچا سکتے ہو۔

⑦......میرے بندو! اگر تمہارے آباء و اجداد (جو تم سے پہلے ہو گزرے) اور تمہاری اولادیں (جو تمہارے بعد تمہاری وارث ہوں گی) تمام انسان اور جنّ، یہ سب کے سب تم میں سے سب سے زیادہ متقی انسان کا سا پاک دل رکھیں تو اس سے میری مملکت میں کچھ بھی اضافہ نہیں ہوگا۔

⑧......میرے بندو! یہ سب کے سب تم میں سے سب سے بڑے فاجر اور اطاعت شکن انسان کے دل جیسا فاسق و فاجر دل رکھیں تو اس سے میری بادشاہت میں ذرہ برابر کمی واقع نہ ہوگی۔

⑨......میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے جملہ افراد تمہاری دنیا کے جنّ اور انسان

Marfat.com

ایک چٹیل میدان میں جمع ہو جائیں اور میرے سامنے یہ سب دستِ سوال دراز کریں اور میں ہر ایک کے سوال کے مطابق اسے دیتا چلا جاؤں تو اس سے میرے خزانے میں کمی نہیں ہوگی۔اور یہ ایسا ہی ہو گا جیسے ایک سوئی دریا میں داخل کی جائے اور نکال لی جائے تو اس سے دریا کے پانی میں کچھ بھی کمی نہیں ہوگی۔

⑩......میرے بندو! حقیقت صرف یہ ہے کہ یہ تو تمہارے اعمال ہی ہیں جو میں تمہارے لئے شمار کر رہا ہوں اور پھر یہ پورے کے پورے تمہاری طرف لوٹا دوں گا۔پس جو شخص بھلائی پائے وہ اپنے رب کا شکر گزار ہو اور جو اس کے سوا کوئی بات دیکھے، وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

Marfat.com

اللہ ظلم نہیں کرتا

تفہیم

اس ارشادِ قدسی میں آقا نے اپنے بندوں سے جو باتیں فرمائی ہیں، ان کے مفہوم کو متعین کرنے کے لئے انہیں دس اجزاء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اصول یا مقدمۂ گفتگو کی حیثیت سے فرمایا گیا:

❶ یَا عِبَادِیْ! إِنِّی حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِی وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوْا.
میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے، پس تم بھی ایک دوسرے پر ظلم سے باز رہو۔

ظلم کی تعریف ہے: ''حد سے تجاوز''، کسی چیز کو غیر صحیح محل پر صرف کرنا اور دوسرے کی ملکیت میں بے جا مداخلت...... اگر بنظرِ حقیقت دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حیثیت یہ ہے کہ وہ پوری کائنات کے تنہا مالک بھی ہیں اور خالق بھی، اس بناء پر وہ اپنی مملوکہ اشیاء اور اشخاص میں جو تصرف چاہیں، کر سکتے ہیں، اور ان کے لئے کسی نوع کی حد بندی کا کسی کو اختیار نہیں۔ اس اعتبار سے ان کے کسی فعل پر ظلم کا لفظ نہیں بولا جا سکتا۔ وہ جو کچھ بھی کریں اپنی ہی مملکت اور مملوکہ اشیاء میں تصرف ہوگا لیکن یہ ان کا عظیم تر احسان ہے کہ انہوں نے خود ہی اپنے لئے یہ ضابطہ مقرر فرما لیا کہ میں اپنی مخلوق کے ساتھ عدل کا ہی نہیں، شفقت اور رحم کا رشتہ استوار رکھوں گا اور جو قانونِ فطرت میں نے اپنے بندوں اور دوسری مخلوق کے بارے میں مقرر کیا ہے اسی کے مطابق ان سے برتاؤ کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کا ایسے ضوابط وقوانین کا طے فرمانا یہ سب سے بڑی شفقت ہے جو انہوں

Marfat.com

نے اپنی مخلوق سے روا رکھی ہے اور اسے بطورِ مثال پیش فرما کر اپنے بندوں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ دیکھو! میں قادرِ مطلق ہونے اور کسی کے سامنے جوابدہ نہ ہونے کے باوجود عدل اور مروّت کو اپنے لئے طے کر چکا ہوں۔ تم جو ایک دوسرے پر نہ تو مطلق قدرت رکھتے ہو اور نہ ہی تمہیں یہ مقام حاصل ہے کہ تم سے کوئی باز پُرس نہ کرے، تمہارے لئے امن وسلامتی اور سرخ روئی کا واحد راستہ یہی ہے کہ تم ظلم و تعدّی سے کنارہ کش رہو اور ایک دوسرے کی حق تلفی سے باز رہو۔

یہ ایک ایسا حکیمانہ اندازِ بیان ہے جس سے زیادہ پُرحکمت اور مؤثر طریقِ تفہیم اختیار کرنا ممکن نہیں۔

تأییده من الاحادیث

ارشاداتِ رسالت میں ان دونوں شقوں کی وضاحت متعدد مقامات پر فرمائی گئی۔ اللہ رب العزت کی ذاتِ اقدس سے ظلم اور ہر قسم کی نارواںات کی نفی کے سلسلہ میں دو احادیث ملاحظہ ہوں:

① عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَكْبَرُ الْكَبَائِرِ سُوْءُ الظَّنِّ بِاللّٰهِ۔ (الدیلمی عن ابن عمر، جامع الاحادیث:44742)

کبائر میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں برا ظن رکھا جائے اور ظاہر ہے، ظلم کی نسبت خدائے عادل کی طرف انتہائی برا ظن ہے۔

② عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللّٰهِ الظَّنَّ فَقَالَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ.

(مسند احمد: 15588)

تم میں سے کسی پر موت نہ آ جائے مگر اس حالت میں کہ وہ اپنے رب کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں اور یہی تمہارے بُرے خیالات تھے

Marfat.com

اپنے رب کے بارے میں جو تمہاری ہلاکت کا باعث بنے اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں شامل ہو گئے۔

انسانوں کے مابین سلسلۂ ظلم کے متعلق سرورِ عالمؐ نے فرمایا:

① وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (مسلم:6576)

لوگو! ظلم سے بچو۔ ایک ظلم قیامت کے دن بہت سے اندھیروں پر منتج ہو گا۔

② وَعَنْ مَعَاذٍ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ۔ (بخاری:2448)

حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دینی مہم پر بھیجا اور کچھ نصیحتیں کیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچو کہ اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔

③ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ۔ (بخاری:2449)

جس شخص نے اپنے بھائی پر ظلم کیا ہو، خواہ یہ ظلم اس کی عزت سے متعلقہ ہو یا کسی دوسری چیز سے، اسے چاہیے کہ وہ آج اپنے مظلوم بھائی کو خوش کر کے اسے حلال کر لے، قبل اس کے وہ دن آ جائے کہ اس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ دینار...... اور اس روز اگر ظالم کے پاس نیک عمل ہوئے تو مظلوم، ظلم کے اندازے کے مطابق یہ اعمال اس سے لے لے گا، اور اگر ظالم کے پاس نیک اعمال نہ ہوئے تو مظلوم کی برائیاں اس پر لادی جائیں گی۔

Marfat.com

کس قدر نا عاقبت اندیش اور تباہ حال ہیں وہ لوگ جو اس دنیا کی عارضی لذتوں اور خواہشات کے لئے دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور اپنی آخرت اور دائمی زندگی کو خراب کر لیتے ہیں۔ اے کاش! انسان دور اندیش ہو اور اسے آخرت کی لمبی زندگی پر یقین ہو تو یہ دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے اور یہاں انسان ایک دوسرے سے بھلائی اور تعاون کر سکیں۔

تصدیقه من الآیات

انہی ہر دو عنوانات پر کتاب الٰہی میں ارشاد ہوتا ہے:

وَنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ . (آل عمران 3:181-182)

اور ہم انہیں کہیں گے کہ جلنے کا عذاب چکھو اور یہ اسی کی سزا ہے جو تم نے (دنیا سے یہاں) آگے بھیجا تھا اور اللہ ذرہ (۱) برابر ظلم نہیں کرتا بندوں پر۔

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا . (الکہف 18:49)

اور قیامت کے دن ہر شخص کے سامنے اس کی زندگی کے ریکارڈ پر مشتمل کتاب رکھی جائے گی تو تم دیکھو گے کہ جنہوں نے جرائم کا ارتکاب کیا ہو گا وہ اس کتاب کے مندرجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہم ہلاک ہو گئے! یہ کیا ماجرا ہے کہ اس کتاب نے تو چھوٹا بڑا کوئی عمل نہیں چھوڑا اور ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے...... اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ ان کے سامنے ہو گا

---

۱ اللہ تعالیٰ سے نفیِ ظلم کے سلسلے میں قرآن نے مبالغہ کا صیغہ ''ظلام'' استعمال فرمایا ہے۔ یہ مبالغہ کمیت کے لحاظ سے ہے، کیفیت کی رُو سے نہیں۔ مراد یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ زیادہ یا بکثرت ظلم نہیں کرتا بلکہ معنی یوں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظلم کی ہر مقدار سے پاک و مبرا ہے۔ زیادہ ظلم تو کجا، وہ تو ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، بلکہ ظلم کی نسبت اس کی ذات کی جانب کی ہی نہیں جا سکتی۔ (موضح القرآن)

Marfat.com

اور تیرا رب کسی پر ظلم (۲) نہیں کرتا۔

اسی طرح ارشادِ قدسی کے دوسرے جزو (انسانوں کے ایک دوسرے پر ظلم) کے بارے میں فرمایا:

وَجَزٰؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ج فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ. (الشوریٰ 4:42)

اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے (ہاں) جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کی صورت اختیار کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہو گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَى الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ. (الشوریٰ 42:42)

الزام اور سزا تو انہی کے لئے ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں حق سے ہٹ کر سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ انہی کے لئے درد ناک عذاب ہے۔

---

۲ اس آیت کی تفسیر میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں: رب جو کرے ظلم نہیں، سب اسی کا مال ہے، یہ ظاہر میں جو ظلم نظر آوے وہ بھی نہیں کرتا ہے۔ بے گناہ کو دوزخ میں نہیں ڈالتا اور نیکی ضائع نہیں کرتا۔ (موضح القرآن، سورۃ کہف)

Marfat.com

اللہ ہی ہدایت دیتا ہے

ارشاد

❷ یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَیْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِیْ اَهْدِکُمْ.

ترجمانی

میرے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو بجز ان کے جن کو میں سیدھی راہ پر چلا دوں۔

پس تم مجھ ہی سے ہدایت طلب کرو، میں تمہاری راہنمائی کروں گا۔

تفہیم

ہدایت کا لفظ اگرچہ مطلق راہ نمائی کے لئے بولا جاتا ہے خواہ راہ صحیح ہو یا غلط (جیسے کہ فَهَدَیْنَاهُ النَّجْدَیْن)، لیکن جادۂ حق کی راہنمائی کے لئے استعمال کیا جائے تو اس سے مراد حسبِ ذیل معانی ہوتے ہیں:

(الف) شفقت و مہربانی کے ساتھ وہ راہ نمائی جو منزلِ مطلوب تک پہنچانے والی ہو۔

(ب) لطف و شفقت کے ساتھ سیدھے راستے پر چلا دینا۔

یہ پوری کائنات، اس کا بہترین نظم، یہاں کی ہر چیز سے انسانی ضروریات کا پورا ہونا اور کائنات کے پورے نظم سے انسان کے تحفظ و ترقی کی خدمت لینا، یہ سب مظاہر ہیں اس رشتۂ شفقت و محبت کے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے رکھتے ہیں...... لیکن اللہ تعالیٰ کی شفقتِ کاملہ کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ انہوں نے انسان کو ابدی فلاح اور دائمی راحت و اطمینان کی زندگی کی راہنمائی کی۔ اس راہ کے نشان واضح فرمائے اور بطورِ اصول و ضابطہ اس بات کا اعلان فرما دیا کہ انسان جب تک مجھ سے ہدایت طلب کرتا رہے گا میں اس کی

Marfat.com

دستگیری کرتا رہوں گا اور اسے اس کی مطلوب و محبوب منزل تک پہنچا دوں گا۔

انسان دو اقسام میں منقسم

انسانی دنیا پر اگر نگاہِ تجسّس دوڑائی جائے تو ہر حقیقت بین شخص اس نتیجے پر پہنچے گا کہ تمام انسان دو حصوں میں منقسم ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو اپنے مالک و آقا کی پسند فرمودہ زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ وہ

①......اسے اپنا مالک و آقا تسلیم کرتے ہیں۔

②......ان باتوں سے رکتے ہیں جنہیں ان کا آقا ناپسند فرماتا ہے اور

③......ان اُمور کی انجام دہی میں مصروف و متوجہ رہتے ہیں جن کی تاکید ان کے رب نے فرمائی ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی پسندیدہ راہ پر چل رہے ہیں اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونا انہی کے لئے طے ہو چکا ہے۔

دوسرا گروہ ان انسانوں کا ہے جو زندگی کے نشیب و فراز میں اپنی خواہشات اور اپنی عقل کی پیروی کرتے ہیں اور اس بات کا اہتمام نہیں کرتے کہ خوب و ناخوب کے طے کرنے میں اپنے رب کی رضا اور ناراضی کو فیصلے کی بنیاد قرار دیں۔ یہ لوگ اپنے رب کے نہیں اپنے نفس کے بندے ہیں، یہ راہِ حق سے بھٹک گئے اور ان کی زندگی کا سفر غلط راستے پر طے ہو رہا ہے۔ یہ اس راہ پر چل کر کبھی بھی منزل سے ہمکنار نہیں ہو سکتے اور ان کا انجام حسرت و اندوہ اور نامرادی و ذلّت کا جہنم ہے جہاں کی زندگی تلخ اور اذیت رساں ہوگی۔

ہدایت اور ضلالت کے راستوں کے سنگ ہائے میل

لیکن یہ دونوں راستے ایک عجیب تفاوت سے آراستہ ہیں۔ انسان کی خواہشات کا راستہ بالعموم عیش و عشرت، لطف و لذّت اور بے فکری کا راستہ ہے۔ اس کی مثال بعینہٖ ایک سبزہ زار کی ہے اور جب انسانی نفس کا گھوڑا اپنے پاؤں کی رسی توڑ کر بے حد و قید ہو جاتا ہے اور اس کے منہ میں حدودِ الٰہی کے دائرے میں محدود رکھنے والی لگام نہیں رہتی تو یہ ہر

Marfat.com

اس ہریاول میں چرتا چگتا ہے جو اسے دکھائی دیتا ہے۔ بے شک اسے اس بے راہ روی میں بھی بسا اوقات مصیبتوں، پریشانیوں، ناکامیوں اور غم واندوہ سے واسطہ پڑتا ہے، لیکن چونکہ نفس بے لگام اور آزاد رہتا ہے اس لئے اسے اس راستے پر چلتے ہوئے بڑی آسانی اور بے فکری محسوس ہوتی ہے اور وہ اسی کو پسند کرتا ہے، لیکن دوسرے راستے کا حال اس کے برعکس یہ ہے کہ

① اولاً تو وہ ایک متعین اور حدود سے محدود راستہ ہے۔

② ثانیاً نفسِ انسانی کے بے قابو گھوڑے کو خوفِ الٰہی اور آخرت کی باز پُرس کی خاردار لگام چڑھا دی گئی ہے۔

③ ثالثاً اس راستہ کے سفر کی ہر منزل ہی نہیں بلکہ ہر قدم پر آداب ورسوم کی ایک دنیا ہے، جسے ملحوظ رکھے بغیر اس ادب گاہ تک پہنچنا ممکن نہیں جسے ربّ السمٰوٰت والارض کے ہاں جنت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ان تینوں صفات سے موصوف راہ یوں تو کچھ زیادہ تنگ اور دشوار نہیں ہے اور اس پر لاکھوں کروڑوں انسان آج تک خراماں خراماں چلتے رہے ہیں، لیکن نفسِ انسانی کی سرکشی اور لااُبالیانہ پن کی وجہ سے اس راہ کی پابندیاں بڑی بوجھل محسوس ہوتی ہیں اور بالعموم انسان ان سے گریز کرتا ہے۔

یہ گریز کبھی کھلی بغاوت اور انکار (کفر) کی صورت اختیار کر لیتا ہے، کبھی یہ چور دروازے (الحاد) تلاش کرتا ہے۔ کسی وقت یہ بے ضابطگی (فسق) کا رویہ معمول بناتا ہے اور کسی مرحلہ میں یہ غلبۂ خواہش کی وجہ سے خطأ ونسیان میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

راہِ حق کے مسافر کی مشکلات اور ان کا مداوا

اور چونکہ دنیا میں کثرت انہی انسانوں کی ہے جو ان چاروں ضلالتوں ① کفر، ② الحاد، ③ فسق اور ④ خطا ونسیان کو اختیار کرتی ہے، اس لئے راہِ حق واطاعت کا مسافر اپنے لئے قدم قدم پر مشکلات محسوس کرتا ہے اور بسا اوقات بے راہ لوگوں کی بھیڑ اور دھکم پیل کی

Marfat.com

وجہ سے اس کے پاؤں بھی ڈگمگا جاتے ہیں...... اور بعض اوقات تو یہ اپنے گردو پیش نفس چوروں، فکر و عمل میں کوتاہی کے مرتکب افراد اور اربابِ حرص وہوا کی تاویلات کی ایسی شدید تاریکی پاتا ہے کہ حق و باطل اور خوب و ناخوب میں امتیاز کرنے والی آنکھ اپنی بینائی کو مؤثر محسوس نہیں کرتی، ایسے میں اگر نور السمٰوٰت والارض کی جلوہ نمائی نہ ہو تو اچھا بھلا انسان بھی گمراہی کا شکار ہو سکتا ہے...... اور وہ لمحہ تو راہِ حق کے مسافروں کے لئے سب سے زیادہ شدید ہوتا ہے جب ان کے اندر مخفی جذبۂ شر اور فطری طور پر ودیعت کی ہوئی خواہشات ابھرتی ہیں اور ان کی کش مکش سے ذہن و قلب متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں قدم بالعموم لڑکھڑا جاتے ہیں اور حالتِ مغلوبیت میں ایک مومن بھی صدق و فلاح کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔

حفاظتِ الٰہیہ کا قلعہ

ان اندرونی اور بیرونی حملہ آوروں سے تحفظ کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اس ربِّ اکبر کے قلعۂ حفاظت میں داخل ہو جائے جو انسانی جسم کے اندر اور اس دنیا کی تمام شر پسند قوتوں پر کما حقہٗ قبضہ و تصرف رکھتا ہے۔ اور جب کوئی شخص اس ذاتِ اقدس کی حفاظت میں آ جاتا ہے تو بڑی سے بڑی سرکش قوت اور کمینہ سے کمینہ ترشبخون مارنے والا دشمن بھی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ اس پر دوبارہ حملہ آور ہو۔ انسان، انسانی نفس، دنیا کے ماحول اور نیکی و بدی کے راستوں کی یہی تفصیلات ہیں جو کتاب اللہ، لسانِ رسالت اور ارشاداتِ قدسیہ میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ان کا اجمال و خلاصہ اس ارشادِ قدسی میں یوں بیان ہوا کہ ''تم سب گمراہ ہو بجز ان کے جن کو میں سیدھی راہ پر چلاؤں۔''

اور جب ہدایت کا سرچشمہ صرف ایک ہی ہے تو انسان کی بھلائی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے کہ وہ اس ارشادِ ربانی پر بدل و جان متوجہ ہو کہ ''پس تم مجھ ہی سے ہدایت طلب کرو'' اور یہ تو اس ذاتِ اقدس کے جُود و کرم کا لازمی تقاضا ہے کہ انہوں نے خود ہی اپنے بندوں کو اس راز کی خبر دی اور خود ہی وعدہ فرمایا (اگر تم مجھ سے راہنمائی طلب کرو گے تو) ''میں تمہیں راہِ حق

Marfat.com

بتاؤں گا اور اس پر چلاؤں گا اور پھر اپنی ہی نگرانی میں تمہیں منزلِ مقصود تک پہنچا بھی دوں گا۔"

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

تاییدہ من الاحادیث

ارشاداتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں فرمایا گیا ہے:

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...... فَقَالُوْا: مَثَلُهٗ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيْهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَ اَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَاكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ...... فَقَالُوْا: فَالدَّارُ الْجَنَّةُ، وَالدَّاعِيْ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَ مُحَمَّدٌ فَرَّقَ بَيْنَ النَّاسِ۔ (بخاری: 7281)

چند فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، انہوں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں ایک مثال بیان کی کہ ایک شخص نے گھر بنایا اور اس میں کھانے کا دستر خوان چُنا اور ایک بُلانے والا بھیجا۔ پس جس نے بلانے والے کی دعوت کو قبول کیا وہ تو اس گھر میں داخل ہوا اور اس نے دستر خوان سے کھانا کھایا اور جس نے داعی کی دعوت کو قبول ہی نہیں کیا وہ نہ تو اس گھر میں داخل ہو سکے گا اور نہ ہی کھانا کھا سکے گا......

فرشتوں نے کہا کہ یہ "گھر" جنت ہے اور داعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس جس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے سرکشی اختیار کی...... تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں حدِ فاصل ہیں۔ جو ان کی بات کو مانیں اور ان کی دعوت پر لبیک کہیں اور ان کی بتائی ہوئی راہ پر چلیں وہ ہدایت یافتہ ہوئے اور جنہوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا

Marfat.com

وہ گمراہ ہوئے۔ انسانیت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی...... ہدایت یافتہ اور گمراہ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَ تْ مَا حَوْلَهٗ جَعَلَ الْفَرَاشُ وَ هٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِیْ تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهَا فَجَعَلَ یَزَعُهُنَّ وَ یَغْلِبْنَهٗ فَیَقْتَحِمْنَ فِیْهَا فَاَنَا آخُذُ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا۔

(بخاری: 6483)

سرور عالمؐ نے فرمایا: ’’میری مثال اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی۔ جب اس سے تمام تر ماحول روشن ہو گیا تو آگ میں گرنے والے پروانے اور دوسرے کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگے اور یہ شخص انہیں روکنے میں مصروف رہا لیکن وہ اس پر غالب آتے رہے اور آگ پر گرتے رہے۔ پس میں تمہارے کمر بندوں سے پکڑ پکڑ کر آگ میں گرنے سے تمہیں بچانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن تم مجھ پر غالب آ رہے ہو اور آگ کے الاؤ میں داخل ہوتے جا رہے ہو۔‘‘

خدا کے جہنم سے آزادی انہی لوگوں کے لئے ہے جو رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی و قیادت کو تسلیم کرلیں۔

ہدایت وضلالت...... صحیح سمت سفرِ زندگی جاری رکھنے اور سیدھی راہ سے بھٹک جانے کی یہ تمثیل ان تمام مضامین کی وضاحت کرتی ہے جو اوپر کی سطور میں بیان کئے گئے ہیں، اور اس میں یہ حقیقت کماحقہٗ واضح کر دی گئی ہے کہ ہدایت و رہنمائی کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے۔ اگر انسان اس سے مستفید نہ ہو سکے تو اس محرومی کی تلافی کہیں سے بھی ممکن نہیں اور مسافر کا انجام اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ قعرِ ضلالت میں گر کر تباہ ہو جائے...... سچ ہے:

’’تم سب گمراہ ہو بجز ان کے جن کی راہنمائی میں کروں۔ پس مجھ سے ہی ہدایت طلب کرو۔‘‘

تصدیقۃ من الآ یات

قرآن مجید نے ہدایت وضلالت کے تمام مباحث کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

اختصار کے پیش نظر صرف چند آیات ملاحظہ ہوں:

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَا لْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيْرٍ. (البقرۃ 120:2)

''اعلان کر دیجئے کہ صحیح راستہ صرف وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے اور اگر اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آ چکا ہے، تم ان کی خواہشات کے پیچھے چلنے لگو تو اللہ کی گرفت سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار نہ پاؤ گے۔''

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (الانعام 71:6)

''صاف صاف کہہ دیجئے کہ ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہو اور ہم حکم دیئے گئے ہیں کہ اپنے آپ کو اللہ رب العالمین کے سپرد کر دیں۔''

وضاحت کا پیرایہ بیان اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا o فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِىْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا o (النساء 4:174-175)

''لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے روشن دلیل آ گئی اور ہم نے تم پر ایسی روشنی نازل کی جو تمہیں راستہ دکھا رہی ہے۔ پس جو لوگ اللہ کی بات کو تسلیم لیں گے، اس پر یقین رکھیں گے اور اس کی پناہ طلب کریں گے ان کو اللہ اپنے فضل اور رحمت کے دامن میں لے لے گا اور سیدھے راستہ کی طرف ان کی راہنمائی کرے گا۔''

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِىْ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ.

(الاعراف 178:7)

''اللہ جسے ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہوگا، اور جسے وہ ہدایت سے محروم کر دے یہی لوگ ہیں جو خسارے میں مبتلا ہوئے۔''

Marfat.com

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝ (الزمر 39:36-37)

''اور جسے اللہ گمراہ قرار دے دے اس کی راہنمائی کوئی نہیں کر سکتا اور جس کو وہ سیدھے راستے پر چلا دے اسے گمراہ کرنے کی قوت کسی میں نہیں، تو کیا اللہ غالب اور انتقام لینے والا نہیں؟''

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ.

(التوبة 9:115)

''اور اللہ کسی قوم کو راہنمائی کے بعد گمراہ نہیں کرتا جب تک ان پر ان چیزوں کی وضاحت نہ کر دے جن سے انہیں اجتناب کرنا چاہیے۔''

ان آیات میں ہدایت و ضلالت کے سلسلہ میں جو تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں اور بعض سوالات اس ضمن میں جو پیدا ہوئے ہیں اگر مذکورہ ترتیب سے آیات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو جہاں یہ تفصیلات ایک مرتب ضابطہ کی صورت میں سامنے آ جاتی ہیں وہاں اس موضوع پر پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات بھی سامنے آ جاتے ہیں۔

ہدایت و ضلالت کا یہی وہ قانون ہے جس سے آگاہی کے بعد ہر صاحبِ معرفت نے محتاجگی کا اعتراف کیا ہے۔ سیّد العارفین ابوالانبیاء خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں:

لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ. (الانعام 6:77)

''اگر میرا ربّ میری راہنمائی نہ کرے تو میں گمراہوں میں شامل ہو جاؤں گا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس بارے میں ایک اور عظیم احسان فرمایا اور انہیں ایک ایسی جامع دعا تلقین فرما دی جس میں راہنمائی کی ہی استدعا نہیں بلکہ صراطِ مستقیم کی عظمت اور اس پر چلنے والوں کی عظمتِ شان کو بھی بیان کر دیا گیا، اور اس دُعا کو اس قدر اہمیت دی کہ اسلام میں جس عبادت کو سب سے بڑی عبادت قرار دیا گیا اس کی ہر رکعت میں اس دعا کو

Marfat.com

دہرانا فرض قرار دے دیا گیا۔ تلقین کی گئی کہ اپنے رب کی حمد کے ترانے گاؤ۔ اس کی ربوبیتِ عامہ، رحمت وشفقت، یومِ جزا کی ملکیت ومملکت کے تکرار سے اپنے قلب وذہن کو یکسو کر دو اور جب ان کلمات سے اپنے شفیق آقا کی رحمت کو متوجہ کر لو تو بصد عجز والحاح عرض کرو:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ. (الفاتحة1:5-7)

ہمارے آقا! سیدھے راستے پر چلائیو! وہی سیدھا راستہ جس پر آپ کے انعام یافتہ لوگ چلتے رہے، جن پر نہ کبھی آپ ناراض ہوئے اور نہ وہ کبھی اس ہدایت سے محروم ہوئے۔

اور جب بندہ اپنے رب سے اس طرح ہدایت طلب کرتا ہے تو آواز آتی ہے......

لِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ ...... میرا بندہ مجھ سے جو بھی سوال کرتا ہے وہ اسے عطا کیا جاتا ہے۔

اور یہی بات اس ارشادِ قدسی میں فرمائی گئی ہے:

''میرے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو، بجز ان کے جنہیں میں ہدایت سے نوازوں۔ پس مجھ سے ہی ہدایت طلب کرو، میں تمہیں راہِ راست پر چلا دوں گا۔''

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا وَسَدِّدْنَا وَقَارِبْنَا۔

Marfat.com

کھانا اور لباس اللہ ہی دیتا ہے

ارشاد

3 یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ ، فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ أُطْعِمْكُمْ.

4 یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ، فَاسْتَكْسُوْنِیْ أَكْسُكُمْ.

ترجمانی

میرے بندو! تم سب بھوکے ہو بجز ان کے جنہیں میں کھانے کے لئے دوں۔
پس تم مجھ ہی سے کھانا طلب کرو، میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا۔
میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر وہ جنہیں میں پہناؤں۔ پس تم مجھ ہی سے لباس مانگو، میں تمہیں لباس عطا کروں گا۔

تفہیم

انسان کی صحیح حیثیت اس دنیا میں یہ ہے کہ وہ سرتاپا فقر واحتیاج ہے۔ ہر شخص جونہی اس دنیا میں قدم رکھتا ہے وہ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ اسے غذا ملے جس سے وہ اپنی زندگی کو قائم رکھ سکے، لیکن غذا اور خوراک کی فراہمی کی قوت وہمت اس میں نہیں ہوتی۔ وہ ضرورت مند ہوتا ہے کہ اسے سردی سے بچانے اور گرمی سے محفوظ رکھنے کے لئے لباس مہیا ہو مگر وہ نہ اس کے لئے وسائل پاتا ہے اور نہ اتنی قوت کہ یہ ضرورت فراہم کر سکے۔

یہ تو پیدائش اور بچپن کے زمانہ کی محتاجگی ہے لیکن اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ احتیاج کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ابن آدم جوں جوں پروان چڑھتا ہے اس کی ضرورتیں پھیلتی جاتی ہیں اور اس کے احتیاج کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ خوراک ہی کے مسئلہ کو لیجئے۔ پیدائش سے دو سال کی مدت تک اس کی زندگی کو قائم

Marfat.com

رکھنے اور نشوونما کے حصول کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اپنی مشفقہ ماں کا دودھ پیتا رہے۔اس بہترین غذا کی تھوڑی سی مقدار اس کے لئے کفائت کرتی ہے، لیکن جس نسبت سے اس کی عمر بڑھتی ہے اسی نسبت سے اس کی بھوک میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی مقدارِ خوراک ہی نہیں بلکہ خوراک کی اقسام میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اور یہ محتاج ہوتا ہے کہ اسے روٹی ملے، روٹی کے ساتھ سالن ہو، سالن ایک ہی اس کے لئے کافی نہیں، اسے انواع واقسام کی سبزیاں میسر آئیں۔اسے گوشت مہیا کیا جائے اور اس کی بدنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے گھی، مرچ، مصالحہ، سبزیاں، پھل اور دوسری اشیاء دی جائیں۔

یہ اس کی غذائی ضروریات تھیں جن کے بغیر یہ چند دنوں سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔
اب اس کے ساتھ اس کی زندگی کا ایک دوسرا تقاضا اُبھرتا ہے کہ اسے لباس میسر آئے، اور جیسا کہ ابھی غذا کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی، بعینہٖ لباس کی ضرورت کی نوعیت ہے۔انسان اپنی عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ لباس میں تنوّع کا محتاج ہوتا جاتا ہے اور یہ محتاجگی اپنی ضرورت، ماحول کے تقاضوں اور گردوپیش کے حالات کے مطابق بڑھتی چلی جاتی ہے۔

یہ تو صرف دو بنیادی ضرورتوں کا ذکر محض بطورِ یاددہانی ہے، وگرنہ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے ہر پہلو میں سرتاپا احتیاج ہے۔یہ ہوا کا محتاج ہے، روشنی کا محتاج ہے، گرمی کا محتاج ہے، سردی کا محتاج ہے، مکان کا محتاج ہے، علم کا محتاج ہے......غرضیکہ ایک انسان اور اس کی سینکڑوں ضرورتیں اور ہر ضرورت کا نتیجہ محتاجگی۔

انسان کی یہ ضرورتیں کس طرح پوری ہوتی ہیں؟......حقیقت سے بے خبر آنکھ صرف یہ دیکھتی ہے کہ بچپن کی ضروریات ماں اور باپ پوری کرتے ہیں اور جوانی میں انسان خود اپنے ہاتھوں محنت سے وسائل مہیا کر کے ضروریات فراہم کر لیتا ہے......اور بسا اوقات یہ غیر مآل اندیش اِدّعا کرتا سنائی دیتا ہے کہ ''اِنَّمَا اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ'' مجھے تو جو کچھ دیا گیا ہے یہ میرے علم و ہنر ہی کا حاصل ہے......لیکن جن آنکھوں پر جہالت کی یہ پٹی کسی ہوئی نہیں ہے وہ قدم قدم پر یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ بچے کی پرورش جو ماں کے دودھ سے ہو رہی ہے تو یہ

Marfat.com

کرشمہ ہے اس ''مامتا'' کا جو بچے کے لئے اس کی ماں کے دل میں بچے کے خالق و مالک نے ڈال دی ہے۔ دودھ جو ماں کی چھاتیوں سے نکل کر ننھے سے ناتواں بچے کی غذا کا ذریعہ بن رہا ہے، اس کا انتظام ماں نے نہیں کیا تھا، بلکہ جس ذاتِ اقدس نے ایک حقیر قطرہ سے انسان زادہ کو تخلیق فرمایا، یہ اس کی رحمت و رأفت کا مظہر ہے کہ اس نے بچے کی پیدائش سے پہلے دودھ کی دو نہریں جاری کر دیں...... اور پھر یہ جو غافل و سہل پسند انسان یہ خیال کر بیٹھتا ہے کہ وہ ہل جوتتا ہے تو کھیتی اُگ آتی ہے، پودے لگاتا ہے تو پھل نمودار ہوتے ہیں...... ایسا خیال بھی اس کی کوتاہ نظری سے پیدا ہوا، وگرنہ ان چیزوں کا خالق تو وہی ہے جس نے زمین اور اس کی قوتِ نشوونما کو پیدا فرمایا۔ جس نے پانی کو خلق فرمایا اور پھر ہواؤں کے ذریعہ اسے بادلوں کی صورت میں چلایا اور جہاں جتنا چاہا برسایا، وہی خدا اس غلے کا خالق ہے جو ایک بیج کو غلے کی صورت میں تبدیل فرماتا ہے، اسے توانائی بخشتا اور سٹے تک کی منزل پر پہنچاتا ہے۔ اس سٹے میں بہت سے دانے پیدا کرتا ہے اور پھر سورج کی گرمی سے ان دانوں کو پکاتا اور کھیتی خشک کرتا ہے۔

یہی حال لباس کی ضرورت کو پورا کرنے کا ہے۔ یہ ایک قمیض جو ہم اپنے بدن پر پہنے ہوئے ہیں اگر غور کریں تو صاف صاف دکھائی دے گا کہ بنولے کے ایک دانے نے کپاس کے پودے کی شکل اختیار کی۔ اس پودے میں ڈوڈے پیدا ہوئے اور ہر ڈوڈے میں کپاس کی ایک گٹھڑی رکھ دی گئی۔ ان گٹھڑیوں کو کارخانوں نے بیلا، پھر مشینوں نے سوت کاتا اور انہی کے ذریعہ اس سے کپڑا بُنا گیا، تب کہیں جا کر درزی نے یہ قمیض تیار کیا اور ہم نے اسے پہنا۔

یہ تو تھا عمومی نظم جو جملہ نوعِ انسانیت کے لئے فاطرِ کائنات نے قائم فرما رکھا ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو افراد کا معاملہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے۔ ہمارے گرد و پیش کتنے انسان ہیں جو رات کو بھوکے سوتے ہیں؟ کتنے ہم جیسے جیتے جاگتے اور چلتے پھرتے ہیں، جو حسبِ ضرورت لباس سے محروم ہیں۔ اس تفاوت سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسا ہاتھ ہے جو لباس تقسیم کرنے کا کام کرتا ہے۔

Marfat.com

اور پھر ذرا سوچو! کیا ہر شخص اپنے ہاتھ سے کاٹے ہوئے گیہوں کے کھیت سے فائدہ اٹھانے پر قادر ہے؟ کیا ہر شخص اپنے سامنے رکھے ہوئے کھانے سے کام و دہن کی لذت حاصل کرنے پر قدرت رکھتا ہے؟ کیا ہر شخص اس بات پر قادر ہے کہ پیٹ بھر کر کھائے اور اسے ہضم کر لے؟...... اگر آنکھیں کھلی ہوں تو بے شمار مثالیں ہمیں اپنے گرد و پیش ...... بلکہ اپنی زندگی میں ...... نظر آئیں گی کہ کھانا تیار دستر خوان پر چنا پڑا ہے، جن کے لئے کھانا تیار کیا گیا ان میں سے کسی کو کوئی ضروری کام پڑ گیا اور اس کھانے کا ایک لقمہ اس کے منہ میں نہ جا سکا اور اچانک ایک مہمان آ وارد ہوا اور اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا...... اور ایسے واقعات بھی تو متعدد بار سننے، دیکھنے میں آئے کہ لاکھوں کے مالک کارخانہ دار کا ہضم ہمیشہ کے لئے جواب دے گیا اور اب اس کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ عمدہ کھانے کو ترستا ہے اور اس کے تنخواہ دار ملازم انواع و اقسام کے لذیذ کھانوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں ...... اور کبھی کبھار تو ہم یہ بھی سن اور دیکھ لیتے ہیں کہ بارات گھر پر بیٹھی ہے، نکاح کی تیاریاں ہو رہی ہیں، لیکن دولھا میاں کا ہارٹ فیل ہو جاتا ہے۔ گھر والوں نے کھانا تیار کیا لیکن اچانک خانوادہ کے سرپرست کے سینہ میں درد محسوس ہوا، طبی امداد کے لئے طبیبوں کو ٹیلیفون کئے گئے لیکن وہ گھر پر نہیں پہنچنے پائے کہ بڑے میاں خدا کے حضور حاضر ہو گئے۔

یہ اور اس قسم کے واقعات و حوادث اس حقیقت کے شواہد ہیں کہ......

انسان سب کے سب بھوکے ہیں مگر وہی جنہیں ان کا پروردگار کھانا کھلائے۔

غرض جہاں تک سوچا جائے گا یہ حقیقت روشن سے روشن تر ہوتی چلی جائے گی کہ انسان سراپا احتیاج ہے اور اس کا مالک و آقا داتا، غنی اور اس کا سرپرست و مربّی ہے......

پس اگر انسان حقیقت کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ اپنی محتاجگی کو نگاہ میں رکھے اور اپنے آقا کی شفقت کا سہارا لے کر اسی کے سامنے اپنی ضرورتوں کے لئے دستِ سوال دراز کرے۔ اس کا مالک اسے وہ سب کچھ عطا فرمائے گا جس کا یہ ضرورت مند ہے۔ اسی لئے فرمایا:

Marfat.com

میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر وہ جنہیں میں کھلاؤں۔ پس مجھ سے ہی کھانا طلب کرو۔ میں تمہیں کھانا عطا کروں گا۔

میرے بندو! تم سب محرومِ لباس ہو بجز ان کے جنہیں میں لباس عطا کروں۔ پس مجھ ہی سے لباس مانگو، میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔

تاییده من الاحادیث

سرورِ عالم بآبائنا ھو وامہاتنا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ لِيْ يَا غُلَامُ ! ...... اِذَا سَأَلْتَ فَا سْئَلِ اللّٰهَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ . (ترمذی:2516)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نوجوان! جب بھی سوال کرنا ہو اللہ سے کرو، اور جب مدد طلب کرنا ہو تو اللہ سے مدد مانگو۔

② عَنِ ابْنِ مَسْعُوْد مَرْفُوْعًا: سَلُوْا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُسْأَلَ . (ترمذی:3571)

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ان کا فضل مانگو، وہ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ ان سے سوال کیا جائے۔

③ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَسْأَلَ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى لِيَسْأَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ (وفی روایة) حَتّٰى لِيَسْأَلَهُ الْمِلْحَ .(ترمذی:(9-8)3604)

تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنے رب سے اپنی تمام حاجتیں مانگے حتیٰ کہ اگر اس کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے اور (ایک روایت کے مطابق) اسے نمک کی حاجت ہو تب بھی اللہ ہی سے طلب کرے۔

④ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَنْزِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَى السَّمَاءِ

Marfat.com

كُلَّ لَيْلَةٍ فَيَقُوْلُ: هَلْ مِنْ دَاعٍ فَأَسْتَجِيْبُ لَهُ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأُعْطِيَهُ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرُ لَهُ۔(الابانة الكبرى۔2563)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت فرماتے ہیں: کیا ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے، میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرتا ہو، میں اس کا سوال پورا کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہو، میں اسے معاف کر دوں؟

تصدیقه من الآیات

قرآن عزیز انسان کے احتیاج، احتیاج کو دور کرنے کے اہتمام اور اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرماتا ہے...... بلکہ کہنا یوں چاہیے کہ یہ عنوان دراصل قرآن کا مرکزی موضوع ہے۔ وہ ایک طرف انسان کو اس کا اصل مقام بتانا چاہتا ہے اور دوسری جانب اس کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے مالک و آقا کو جانے اور پہچانے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان دونوں پہلوؤں پر بڑی تفصیل سے گفتگو کرتا ہے۔ اختصار کے پیشِ نظر صرف چند آیات ملاحظہ ہوں۔

انسان کے سرتا قدم احتیاج ہونے پر قرآن اس کی فطری صفت کو زیر بحث لاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيْفًا. (النساء 28:4)

انسان ضعیف و ناتواں ہی پیدا کیا گیا ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ، وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ. (فاطر 15:35)

اے لوگو! تم سب اللہ کے سامنے محتاج ہو اور اللہ وہی ہے جو سب سے اور ہر چیز سے بے پروا ہے اور تمام اچھی صفات اسی کے لئے ہیں۔

وضاحت کے انداز میں فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ م بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ

Marfat.com

مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ.

(الروم 30:21)

اللہ وہی تو ہے جس نے تمہیں اس طرح پیدا کیا کہ پہلے ناتوانی کی حالت تھی، پھر اس نے اس حالت کو قوت سے بدلا، پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا وارد کیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ علم اور قدرت والا ہے۔

یہ ضعف و ناتوانی اور قوت اور پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا...... یہ تو ہر جہت اور ہر پہلو سے ہے اور اس کی تفصیلات بے شمار ہیں اور ان پر مشتمل آیات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

رزق کے موضوع پر مزید چند آیات پر غور کیجئے!

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ٥ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ٥ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ٥ فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ٥ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ٥ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ٥ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ٥ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ٥ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ٥ (عبس 80:24-32)

انسان اپنی غذا پر غور کرے۔ پہلے ہم زمین پر پانی برساتے ہیں، پھر ہم زمین کی سطح شق کر دیتے ہیں، پھر اس میں روئیدگی پیدا کرتے ہیں اور اس سے اناج کے دانے، انگور کی بیلیں، کھجور کے خوشے، زیتون اور گھنے گھنے باغ، میوے اور چارا، یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے مویشوں کے لئے بنایا ہے۔

انسان کے اس فقر و احتیاج کا کوئی ایک پہلو نہیں، یہ سر تا قدم فقر ہی فقر ہے اور اس کی محتاجگی ہر جہت اور ہر پہلو سے ہے..... غفلت و بے شعوری کے پردوں کو چاک کرنے والے اندازِ استفہام کو اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ٥ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ٥ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ٥ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ٥ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ٥

(الواقعة 56:63-67)

اچھا تم نے اس بات پر غور کیا کہ یہ جو تم کھیتی باڑی کرتے ہو، کیا اسے تم اگاتے

Marfat.com

ہو یا ہم اس کے اگانے والے ہیں؟...... اگر ہم چاہتے تو اسے چورا چورا کر دیتے اور تم صرف افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتے کہ ہم تو نقصان کا تاوان بھرنے کے لئے رہ گئے...... بلکہ ہم تو محروم کر دیئے گئے۔

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ o ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ o لَوْنَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ o (الواقعة 56:68-70)

اور کیا تم نے اس پر بھی سوچا کہ یہ جو تم پانی پیتے ہو، کیا تم اسے بادلوں سے برساتے ہو یا ہم ہیں جو اسے برساتے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اسے کڑوا پانی بنا دیتے...... تو تم کیوں شکر گزار نہیں ہوتے۔

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ o ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ o نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ o (الواقعة 56:71-73)

اور تم نے کبھی اس آگ کو بغور دیکھا جو تم جلاتے ہو؟ کیا اس کی لکڑی کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کر رہے ہیں۔ ہم نے اسے (اپنی قدرت کی) یاد دہانی کا ذریعہ بنایا اور جنگل کے رہنے والوں کے لئے سامانِ زیست بھی۔

وسعتِ احتیاج کے مطابق تفہیم ہوتی ہے:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ o فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ o (یونس 10:31-32)

ان سے کہئے: کون ہے جو آسمان اور زمین سے تمہیں رزق دیتا ہے؟ وہ کون ہے جس کے قبضہ میں سننے اور دیکھنے کی قوت ہے؟ کون ہے جو بے جان سے جان دار کو اور جان دار سے بے جان کو نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو اس وسیع اور پھیلے ہوئے نظمِ کائنات کی تدبیر و نگرانی کرتا ہے؟ (بڑے سے بڑے منکر بھی ان ٹھوس حقائق

Marfat.com

پر غور کے بعد) پکار اٹھیں گے کہ ''اللہ!'' تو پھر کہیے کیا تم (اس اعترافِ حقیقت کے بعد بھی) بے راہ روی سے باز نہیں آؤ گے؟

ہاں! بے شک یہ اللہ ہی ہے جو تمہارا مالک و مربّی برحق ہے اور جب یہ حق ہے تو اس سے اعراض گمراہی کے سوا کیا حیثیت رکھتا ہے اور تم اس حقیقت سے منہ پھیر کر کدھر جا رہے ہو؟

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ (النمل 27:60)

وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا اور پھر اس آبپاشی سے خوش نما باغ اگائے، حالانکہ تمہارے بس کی یہ بات نہ تھی کہ تم ان باغوں کے درخت اگاتے۔ کیا (ان کاموں کا کرنے والا) اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ بھی ہے؟ (ایسا تو ہرگز نہیں) مگر یہ لوگ راہ حق سے پھرے جا رہے ہیں۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (النمل 27:61)

اچھا تو کون ہے جس نے زمین کو ٹھکانا بنایا، اس میں نہریں جاری کیں، اس زمین کی درستی کے لئے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان پردے حائل کر دیئے؟ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے (جو یہ کام کر رہا ہو) (ایسا تو ہرگز نہیں) بلکہ اکثر لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (النمل 27:62)

بھلا وہ کون ہے جو بے قرار دلوں کی پکار سنتا ہے جب وہ (سب سے مایوس ہو کر)

Marfat.com

اسے پکارتے ہیں اور ان کی تکالیف کو دُور کرتا ہے، اور کون ہے جس نے تمہیں تمہارے اسلاف کے جانشین بنایا؟ کیا کوئی خدا ہے جو اللہ کے ساتھ (یہ کام کر رہا) ہو۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تم نصیحت پکڑو۔

اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ (النمل 63:27)

کون ہے جو خشکی اور سمندروں کے اندھیروں میں تمہاری راہ نمائی کرتا ہے اور کون ہے جو اپنی رحمت سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے، کیا کوئی معبود ہے جو خدا کے ساتھ ہو؟ اللہ اس سے بہت بلند ہے جو یہ اس سے شرک کا معاملہ کرتے ہیں۔

اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَمَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ (النمل 64:27)

بھلا کون ہے جس نے آغاز کار میں مخلوق کی پیدائش شروع کی اور پھر اسے دہرا رہا ہے اور کون ہے جو تمہیں زمین و آسمان سے رزق فراہم کرتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود؟...... اگر ایسا ہے اور تم اس دعویٰ میں سچے ہو تو اس کی دلیل پیش کرو!

انسان جن اشیاء کو صبح و شام استعمال کرتا ہے لیکن وہ ان کی صنعت پر غور کر کے ان کے خالق کو نہیں پہچان پاتا، قرآن ان اشیاء کا حوالہ دے کر اس تابندہ حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے:

وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ○ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ○ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ○ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (النحل 16:66-69)

Marfat.com

اور تمہارے لئے چوپایوں میں سامانِ عبرت موجود ہے۔ ہم ان کے جسم میں خون اور گوبر کے درمیان خالص دودھ پیدا کرتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوش گوار ہے، اور (اسی طرح) کھجوروں کا پھل اور انگور جس سے تم (اپنے اپنے ذوق وظرف کے مطابق) نشے کا عرق اور بہترین غذا (دونوں) حاصل کرتے ہو۔ بے شک اس بات میں اصحابِ عقل و دانش کے لئے بہت بڑی نشانی ہے۔ اور (پھر دیکھو) تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو مامور کیا کہ تو پہاڑوں میں، درختوں پر اور ان ٹٹوں میں جو لوگ بناتے ہیں، اپنے لئے گھر بنا، پھر ہر طرح کے پھلوں سے رس چوس لے اور اپنے پروردگار کے بنائے ہوئے طریق پر گام زن رہ...... چنانچہ مکھی کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا رس (شہد) نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے، بلاشبہ غور و فکر سے کام لینے والوں کے لئے اس میں بڑی نشانی ہے۔

ان آیات میں جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی متعدد مثالیں بیان کی گئی ہیں وہاں اس پہلو پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے قدم قدم پر اپنے رب کی رحمت و بخشش کا محتاج ہے اور اگر اسے پروردگار کی ربوبیت اپنی نگہداشت میں نہ لے لے تو نہ اس کا کوئی ٹھکانا ہے اور نہ اس کے لئے اس امر کا امکان کہ یہ اپنی زندگی کو قائم رکھ سکے۔

ارشادِ قدسی میں اس تابندہ حقیقت کو یوں بیان فرمایا گیا کہ

میرے بندو! تم سب بھوکے ہو بجز ان کے جنہیں میں کھانے کے لئے رزق مہیا کروں۔ پس تم مجھ سے ہی رزق طلب کرو میں تمہیں رزق عطا کروں گا۔

توضیحہ من اسوۃ الابرار

اس باب میں اصحابِ دانش اور اربابِ صلاحیت کے طرزِ عمل کی چند مثالیں شدتِ تاثیر کے لئے زیادہ مفید ہوں گی۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کی بستی میں پہنچے۔ سفر کی وجہ سے تھکے

Marfat.com

ماندے تھے۔ وہاں جاتے ہیں، انہیں کنوئیں میں سے بھاری بھرکم ڈول کھینچنے پڑے، اس کام سے فارغ ہوئے تو سائے میں ستانے کے لئے بیٹھے اور مالک وآقا سے عرض کیا:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ٥ (القصص 24:28)

میرے آقا! آپ مجھے جو اچھی چیز عطا فرمائیں، میں اس کا محتاج ہوں۔

یہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اپنے رب کے حضور اپنے فقر واحتیاج اور ضعف وناتوانی کو پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا٥ (مریم 4:19)

میرے آقا! میری ہڈیاں کمزور پڑ گئیں اور سر بڑھاپے کی سفیدی سے چمک اٹھا ہے اور میں آپ سے دعا کے بعد کبھی محروم نہیں رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا واقعہ ہے کہ ان کے باپ نے یہ دیکھ کر کہ حضرت ابراہیمؑ خدائے واحد کی جانب دعوت دینے میں کسی رکاوٹ کا لحاظ نہیں کرتے، یہ دھمکی دی کہ

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا٥ (مریم 64:19)

ابراہیم! اگر تم اپنی اس روش سے باز نہ آئے تو تمہیں سنگسار کر دوں گا اور (اس وقت فوری سزا یہ ہے کہ) تم مجھ سے الگ ہو جاؤ (میرے گھر سے نکل جاؤ)۔

اللہ کے برحق نبی نے باپ کی دھمکی اور سزا سنی تو کامل یقین واعتماد سے جواب دیا:

سَلٰمٌ عَلَیْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا٥ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ عَسٰٓی اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا٥

(مریم 19:47-48)

سلام علیک! میں آپ کی بخشش کے لئے اپنے رب سے دعا کروں گا۔ وہ مجھ پر بے حد مہربان ہے اور میں اَب تم سے الگ ہوتا ہوں اور جن معبودوں کو تم اللہ کے

Marfat.com

سوا پکارتے ہو، ان سے بھی علیحدگی اختیار کرتا ہوں اور (اس عالم اور حالتِ اعتزالی میں) میں (اپنی ضروریات کے لئے) اپنے رب سے دعا کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں قبولیتِ دعا کے سلسلے میں بے نصیب نہیں رہوں گا۔

ایک موقعہ پر سیدنا خلیل الرحمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے ان کے اعمال وعقائد سے بریت کا اظہار فرمانے کے بعد اللہ رب العزت کا تعارف جن صفات سے کرایا، ان میں سے اس صفت کو پوری وضاحت سے بیان کیا کہ وہی ہے جو میری ضروریات کو پورا کرتا ہے اور میرے احتیاج کا مداوا فرماتا ہے:

اَفَرَءَ يْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ○ اَنْتُمْ وَاٰبَآءُ كُمُ الْاَ قْدَمُوْنَ ○ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ○ الَّذِىْ خَلَقَنِىْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ○ وَالَّذِىْ هُوَ يُطْعِمُنِىْ وَيَسْقِيْنِ○ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ○ وَالَّذِىْ يُمِيْتُنِىْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ○ (الشعراء 26:75-81)

کیا تم نے کبھی غور کیا کہ تم کن اشیاء کی پوجا کرتے ہو، تم بھی اور تمہارے اسلاف بھی؟ (تو سن لو) یہ سب کے سب میرے دشمن ہیں بجز رب العالمین کے، وہ جس نے مجھے پیدا فرمایا اور وہی میری راہنمائی کرتا ہے۔ وہی مجھے کھانے کے لئے رزق دیتا ہے اور پینے کی اشیاء عطا فرماتا ہے۔ جب میں بیمار پڑوں تو وہی شفا دیتا ہے اور وہی مجھ پر موت طاری کرے گا اور پھر مجھے زندہ کرے گا۔

یہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں اپنے فرزند اسماعیلؑ کے ساتھ خدا کے گھر کی تعمیر سے فارغ ہوتے ہیں تو دست بدعا ہوتے ہیں:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ. (البقرۃ 2:126)

اے ہمارے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور یہاں کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق عطا فرما!

اللہ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ التحیۃ والتسلیم اپنے رب کے حکم سے ننھے بچے اسماعیل اور ان کی والدہ کو غیر آباد زمین میں چھوڑتے ہیں تو اللہ رب العزت کے حضور عرض کرتے ہیں:

Marfat.com

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھۡوِیۡ اِلَیۡھِمۡ وَارۡزُقۡھُمۡ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ O (ابراھیم 37:14)

ہم سب کے آقا! میں نے اپنی اولاد میں سے (اسماعیل کو) بے آب و گیاہ میدان میں آپ کے گھر کے قریب بسا دیا ہے...... ہمارے پروردگار (یہ) اس لئے کہ یہ لوگ نماز قائم کریں۔ پس آپ لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب مائل کریں اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرمائیں تاکہ یہ آپ کے شکرگزار رہیں۔

سید الرسل علیہ التحیۃ والتسلیم کا اسوہ اس بارے میں وہی ہے جسے حضورؐ نے اس نصیحت میں بیان فرمایا جو اوپر گزر چکی کہ ''تم اپنے رب سے سوال کرو حتیٰ کہ اگر جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ ہی سے مانگو۔'' حضورؐ کی متعدد دعائیں حاجاتِ دنیوی کے سلسلے میں کتبِ احادیث میں موجود ہیں، ان میں سے ایک دو دعائیں جو حضورؐ کا معمول تھیں، یہاں بیان کرنا کافی ہوں گی۔

معجم صغیر طبرانی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَصۡلِحۡ لِیۡ دِیۡنِیَ الَّذِیۡ جَعَلۡتَہٗ عِصۡمَۃَ اَمۡرِیۡ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ دُنۡیَایَ الَّتِیۡ جَعَلۡتَ فِیۡھَا مَعَاشِیۡ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ آخِرَتِیۡ الَّتِیۡ جَعَلۡتَ اِلَیۡھَا مَعَادِیۡ وَاجۡعَلِ الۡحَیٰوۃَ زِیَادَۃً لِّیۡ فِیۡ کُلِّ خَیۡرٍ وَالۡمَوۡتَ رَاحَۃً لِّیۡ مِنۡ کُلِّ شَرٍّ ۔

(المعجم الصغیر للطبرانی:901)

میرے اللہ! میرے دین کو سنوار دیجئے جسے آپ نے میرے بچاؤ کا ذریعہ بنایا ہے اور میری دنیا کی اصلاح فرمائیو جس میں آپ نے میرا معاش رکھا ہے اور آخرت کو درست کیجئے جس میں آپ نے میرے لوٹنے کا معاملہ رکھا ہے اور میری زندگی کو تمام قسم کی بھلائیوں میں اضافے کا ذریعہ بنائیو اور موت کو ہر شر سے راحت کا سامان بنائیو۔

Marfat.com

یہ دعا بھی حضورؐ کا معمول تھی۔(۱)

اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَةٍ أَوْبِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ.

اے اللہ! مجھے اور آپ کی تمام مخلوق کو جو نعمت ملی ہے وہ آپ ہی کی جانب سے ہے، نعمتیں عطا فرمانے والے آپ تنہا ہیں، اس میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔ آپ ہی کے لئے حمد ہے اور آپ ہی شکر کے سزاوار ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اپنی محتاجگی اور تمام ضروریات کے لئے رب السمٰوٰت والارض کی جانب رجوع اور ان پر اعتماد کے اظہار میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا اسوۂ حسنہ بعینہٖ اس تعلیم کے مطابق ہے جو ارشادِ قدسی میں دی گئی ہے کہ

میرے بندو! تم سب بھوکے ہو بجز ان کے جنہیں میں کھلاؤں۔ پس مجھ ہی سے کھانے کا سامان طلب کرو، میں تمہیں کھلاؤں گا۔

میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے ان کے جنہیں میں پہننے کے لئے دوں۔ پس مجھ ہی سے لباس مانگو میں تمہیں عطا کروں گا۔

۱: ہم نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صرف وہ چند دعائیں نقل کی ہیں جو ان حضرات نے دنیوی حوائج وضروریات کے لئے بارگاہ ایزدی میں کیں۔ تاکہ زیر بحث عنوان کے تحت ان حضرات کا طرز عمل سامنے آجائے۔ وگرنہ ان فرستادگان حق کی جو دعائیں آخرت کی بہبود، اُمتوں کی فلاح اور اللہ رب العزت کے قریب کے حصول کے لئے ہیں وہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کے لئے ایک الگ کتاب درکار ہے۔

Marfat.com

اللہ ہی گناہ معاف کرنے والا ہے

ارشاد قدسی

⑤ يَا عِبَادِیْ! إِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا، فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ أَغْفِرْ لَكُمْ.

ترجمانی

میرے بندو! تم صبح و شام غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہو اور میں تمام خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پس تم مجھ ہی سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرو۔ میں تمہیں معاف کروں گا۔

تفہیم

گناہ، توبہ اور خطاؤں کی معافی کا مسئلہ ایک عظیم اور اہم مسئلہ ہے۔ اس کے صحیح طور پر نہ سمجھنے سے افکار و نظریات اور اعمال و کردار میں بے شمار خرابیوں نے راہ پائی ہے اور بہت سے انسان اسی وجہ سے دنیا اور آخرت کو برباد کر چکے اور کر رہے ہیں۔ اور مزید یہ کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس کا تعلق ہر فرد اور بشر سے ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اسے ذرا تفصیل سے بیان کیا جائے۔

اس عظیم مسئلہ کو کماحقہٗ سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے انسان خود اپنی جبلت، فطرت اور مزاج کو سمجھے۔ اس کے بعد اس دنیا میں اپنے مقام و موقف سے آگاہ ہو، اور تیسرا اہم ترین موضوع یہ ہے کہ انسان اپنے ساتھ اپنے مالک و آقا کے تعلق کی نوعیت متحضر کرے۔

ان ہرسہ نکات کی صحیح تفہیم پر اس مسئلہ میں صحتمندانہ نقطہ نظر کے تعین کا انحصار ہے۔

Marfat.com

انسان؟ اس چارسُو پھیلی ہوئی متنوّع کائنات کی شیرازہ بندی اور خلاء وفضا کی مہیب و عظیم قوتوں کی تسخیر جس خاکی پتلے کے ہاتھوں مقدر تھی، اسے فاطرِ کائنات نے ایسی گونا گوں صفات سے موصوف پیدا فرمایا جو متضاد بھی تھیں اور لاتعداد بھی!

ذرا چشمِ تصور کو وا کیجئے اور دیکھئے کہ بپھرے ہوئے دریاؤں سے برقی رو پیدا کرنے کا کام کس حکمت وتدبر کا تقاضا کرتا ہے؟ فلک بوس پہاڑوں کی سرکش چوٹیوں کو سر کر کے رموزِ کائنات سے آشنا ہونے کی صلاحیت کس صبر وعزیمت کی متقاضی ہے؟ خلا اور فضا میں پوشیدہ اسرار سے آگہی کس سعیِ پیہم کے لئے مستعد رہنے کا نتیجہ ہوسکتی تھی؟ کرہ ارضی سے تین گنا زیادہ رقبے میں پھیلے ہوئے مہیب سمندروں میں دیوانہ وار کود پڑنے کی ہمت کس شجاعت و بہادری سے پیدا ہوسکتی تھی؟...... اور جس نوعِ مخلوق کو ستاروں پر کمند ڈالنا تھی اس کے لئے کس قدر ضروری تھا کہ وہ بیک وقت حلم و بردباری سے آراستہ ہوتا کہ مشکلاتِ راہ اسے ہراساں نہ کرسکیں، اور اس سے بالکل متضاد پہلو میں اس کے لئے کتنی شدید اہمیت تھی اس امر کی کہ اس میں بے پناہ جوش ہو جو اسے ایک کے بعد دوسری کامیابی کے لئے مستعد ومصروف رکھے۔

یہ تدبر، حکمت، صبر، عزیمت، شجاعت، بہادری، حلم، بردباری اور جوش و ولولہ کی صفات اس شخصیت کے لئے ناگزیر تھیں جسے بہت مختصر لفظ ''انسان'' سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ اسے ان صفات سے موصوف پیدا فرمایا گیا...... لیکن یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا کس طرح، اس کی تفصیل بڑی دلچسپ ہے۔

انسان کو ایک طرف تو حلم و بردباری کی صفت عطا کی گئی تاکہ وہ مشکلات پر قابو پاسکے، پریشانیوں کا مقابلہ کرسکے اور بگڑے ہوئے ماحول کو سازگار بنا سکے، لیکن قطعی طور پر اس کے برعکس اسے جوش وخروش عطا کیا گیا تاکہ وہ حلم و بردباری سے ٹھنڈا ہو کر نہ رہ جائے اور اس کی عملی قوتیں انجماد پذیر ہو کر تسخیرِ کائنات کے مقصدِ عزیز سے اسے محروم نہ کردیں۔

اسی طرح انسان میں غیظ وغضب کی قوت رکھی گئی تاکہ وہ اپنی عزت نفس اور اپنے جسم

Marfat.com

و جان کی حفاظت کر سکے اور اس کے بالمقابل اسے عفو و درگزر کا خوگر بنایا گیا تا کہ وہ بگڑے ہوئے حالات کو مزید بگاڑنے کے بجائے اخلاقِ حسنہ کی قوتِ مسخرہ سے انہیں سنوار سکے۔

ایک پرانی...... لیکن مسلمہ...... تعبیر کی رو سے انسان کو متضاد عناصر سے تخلیق فرمایا گیا۔ اس کا قوام مٹی سے حاصل کیا گیا جس کے باعث اس میں عاجزی، فروتنی اور خاکساری پیدا ہوئی، اور اس کے نتیجے میں انسان ایک دوسرے کی خدمت سے اپنی معاشرتی اور تمدنی زندگی کو خوش گوار بنا لیتے ہیں۔

مٹی کے اس قوام کو ایک خاص شکل و صورت دینے کے لئے پانی کی آمیزش ہوئی جس سے انسانی طبیعت میں سخاوت، محبت اور شفقت کی صفاتِ حسنہ پیدا ہوئیں اور انسان اس کمال کو پہنچا کہ خود کمائے اور دوسروں کی ضروریات پوری کرے، اپنی قوتوں اور صلاحیتوں سے دوسروں کے کام سنوارے، خلقِ خدا سے محبت و اُلفت کا رشتہ استوار کرے اور اس دنیا کے آلام و مصائب پر قابو پانے کے لئے پیار و شفقت کے اسلحہ سے کام لے۔

ان دونوں عناصر کے اختلاط سے جو نرمی انسانی ساخت میں پیدا ہوئی تھی اگر یہی حرفِ آخر ہوتی تو انسان کی تاریخ ان عظیم تر کارناموں سے یکسر خالی ہوتی جن کی بناء پر اسے ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے۔ یہ کارنامے نتیجہ ہیں غیرت و حمیت اور جوش و خروش کا جو انسانی جبلت میں اس حرارت سے پیدا ہوئی جو آسمانی اور زمینی آگ سے جسمِ انسانی کی پختگی کا ذریعہ بنی اور ان تینوں میں حسنِ تناسب اس ہوا سے پیدا ہوا۔ جس نے انسان کو باغ و بہار بنایا، اس کے مزاج کو شگفتگی عطا کی اور جس نے انسان کو اس قابل بنایا کہ وہ اونچ نیچ دیکھے بغیر اپنے محاسن کو عام کرتا چلا جائے اور ہر نشیب و فراز کو اپنے اخلاقِ عالیہ سے یکساں مستفید ہونے کا موقعہ عطا کرے۔

یہ پہلو تو انسان کی عظمت کا تھا، لیکن یہ اس تصویر کا ایک ہی رُخ ہے۔ اس کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ ان متضاد عناصر سے جو مختلف اور متفاوت صفات انسان میں پیدا ہوئیں ان کی وجہ سے انسانی مزاج و افتاد میں بعض عظیم تر نقائص اور اہم ترین کمزوریاں بھی پیدا ہوئیں۔ مثلاً اس میں

Marfat.com

عجلت اور جلد بازی کا مادہ پیدا ہوا، اس کی جبلت ایسی بنی کہ جب اس کے جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں تو ان کو کنٹرول میں رکھنا بے حد دشوار ہو جاتا ہے۔ اشتعالِ جذبات کی حالت بعینہٖ اس آگ کی سی ہوتی ہے جس کا ایندھن زیادہ مقدار میں ہو اور تند و تیز ہوا اسے بھڑکا رہی ہو۔ جس طرح اس آگ پر قابو پانا ایک مشکل امر ہے اسی طرح جب انسانی خواہشات میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور جس لمحہ خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اضطراب و بے چینی طوفان کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو بسا اوقات انہونی باتیں اس سے سرزد ہو جاتی ہیں اور انہیں روکنا بڑی حد تک امکان سے باہر ہوتا ہے۔

انسانی فطرت کا سب سے زیادہ کمزور پہلو یہ ہے کہ یہ اپنی خواہشات سے مغلوب ہو جاتا ہے اور اپنے نفس سے شکست کھا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ تماشہ چشمِ فلک نے بارہا دیکھا ہے کہ بہت سے ایسے افراد جنہیں میدان جنگ میں رام نہ کیا جا سکا اور جن پر دشمن کی بے پناہ یورش خوف طاری نہ کر سکی وہ بسا اوقات اپنے جذبات کی کشمکش میں مبتلا ہوئے اور چاروں شانے چت گر گئے۔

اسی طرح انسان کی ایک بہت بڑی کمزوری یہ بھی ہے کہ وہ جن باتوں کا عادی ہو جاتا ہے انہیں ترک کرنے پر وہ بمشکل قادر ہوتا ہے، اور اس ضمن میں اس کی حالت انتہائی بے چارگی کا مظہر ہوتی ہے۔ بالخصوص وہ انسان جس کا ضمیر زندہ ہو، جس کے دل کا واعظ سلامت ہو، جس کی عقل سلیم ہو اور جس کا علم جہالت میں تبدیل ہونے سے محفوظ رہ گیا ہو، جب وہ کسی غلط عادت میں ملوث ہو جائے، کسی خلافِ عقل چیز کی اسے لت پڑ جائے اور کسی ایسے فعل کو وہ ایک عرصہ کرتا رہے جو اس کے علم و عقیدہ کے خلاف ہو تو یہ شخص بار بار گرتا اور بار بار سنبھلتا ہے۔ جب اس پر اس کی خواہشات کا حملہ ہوتا ہے اور اس کی شہوات ہیجان میں آتی ہیں تو یہ ایک فاترالعقل مریض کی طرح ان حرکات کا ارتکاب کر گزرتا ہے جو اس کے لئے باعث ننگ و شرم ہوتی ہیں۔ لیکن جونہی خواہشات و شہوات کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور جذبات کا زور تھمتا ہے تو یہ ندامت و شرمندگی محسوس کرتا ہے، اپنے کئے پر پچھتاتا ہے اور ارادہ...... بلکہ عزم......

Marfat.com

کر لیتا ہے کہ آئندہ ایسے افعال کے قریب نہیں پھٹکے گا جو اس کے عقیدہ وفکر کے خلاف ہوں۔ لیکن جونہی پھر یہ خواہشات وشہوات انگڑائی لیتی ہیں اور قلب وذہن ان سے مغلوب ہو جاتے ہیں تو اعضاء وجوارح پہ ان کی حکمرانی قائم ہو جاتی ہے اور یہ اپنی توبہ کو توڑ کر پھر انہی اعمال وافعال کا مرتکب ہو جاتا ہے، جن کے ترک واجتناب کا فیصلہ اس نے عقل وحواس کی صحت کی حالت میں کیا تھا۔

یہ شکست وریخت بالخصوص ان افراد کی زندگیوں کا معمول بن جاتی ہے جنہیں ارادے کی کمزوری وراثتاً ملی ہو، جن کا ماحول خراب رہا ہو، جنہوں نے شعور کی بیداری سے پہلے اپنی قوتِ مدافعت کو ضائع کر لیا ہو اور جن کے بُرے افعال کی کثرت کے باعث شیطان نے ان پر اپنی گرفت مضبوط کر لی ہو۔ ایسے اشخاص اگر کسی عظیم تر سہارے کو حاصل نہ کر پائیں تو ان کی زندگی یا تو یکسر غلط راستے پر پڑ جاتی ہے اور یہ وادیٔ ہلاکت میں سرگرداں پھرتے پھرتے ہی مَر جاتے ہیں اور یا پھر ان کے شب وروز توبہ اور شکستِ توبہ میں گزرتے ہیں اور یہ زندگی کا سفر گرنے، اُٹھنے اور اُٹھ کر گرنے ہی میں گزار دیتے ہیں۔

انسان کی پیدائش، اس کی فطرت، اس کے عناصرِ تخلیق، اس کی جبلّت اور اس کی سیرت کے یہ خدوخال ہیں جو مشاہدات سے بھی ثابت ہیں اور جن پر قرآن وسنت اور دوسرے نوامیسِ الٰہیہ بھی شاہد ہیں۔

کتبِ الٰہیہ کا مہیمن قرآن فرماتا ہے:

وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا. (النساء4:28)

اور انسان پیدا کیا گیا ہے ضعیف وناتواں۔

اس کا ضعف متعدد پہلوؤں میں نمایاں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ٥ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ٥ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا. (المعارج 70:19-21)

بے شک انسان دل کا کچا پیدا کیا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو چلا اٹھتا

Marfat.com

ہے اور جب اسے خیر و برکت سے نوازا جاتا ہے تو یہ بخیل بن جاتا ہے۔

انسانی جبلّت کی ایک دوسری اہم کمزوری کے بارے میں فرمایا:

وَ کَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا . (بنی اسرائیل 17:11)

ترجمہ: انسان بڑا جلد باز ہے۔

اس کی جلد بازی اور کمزوری کا ہی مظہر ہے کہ یہ جس چیز کو پسند کرتا ہے چاہتا ہے کہ اسے فوراً حاصل ہو جائے، اس کی راہ میں جتنی مشکلات اور پابندیاں حائل ہیں وہ دور ہوں اور جس کام کو وہ محبوب رکھتا ہے وہ جلد پایہ تکمیل کو پہنچے۔

ابتلاء و محنت

ایک طرف انسانی جبلت کی یہ کمزوریاں ہیں اور دوسری طرف اس سے مطالبہ یہ ہے کہ

اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً . (البقرة 2:208)

اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

بالفاظ دیگر اپنے جذبات، اپنی خواہشات، اپنی اُمنگوں اور اپنی تمام آرزوؤں کو فرمانِ الٰہی کے تابع بنا دو!

یہ مطالبہ اگر زندگی کے کسی ایک پہلو اور کچھ محدود وقت کے لئے ہوتا تو شائد انسان سو فیصد بھی اس میں پورا اتر سکتا، لیکن اس کا مالک و آقا چاہتا یہ ہے کہ اس کی زندگی کا ایک ایک جزو اور اس کے اوقات کا ایک ایک لمحہ ان حدود کی پابندی میں گزرے جو اس کے لئے مقرر و متعین کی جا چکی ہیں اور یہ بات کسی صاحبِ نظر سے مخفی نہیں کہ اگر ایک طرف جذبات کا تلاطم اور خواہشات و شہوات کا طوفان ہو اور دوسری طرف یہ پابندی کہ متعین حدود سے ایک قدم آگے مت بڑھاؤ...... یہ تضاد اور اسے صبر آزما بنانے والی یہ کیفیت کہ جس انسان کو اس کشمکش میں عہدہ برآ ہونا ہے وہ اپنی جبلّت کی رو سے ضعیف، جلد باز اور دِل کا کچا ہو تو اس صورت حال کا لازمی تقاضا ہے کہ مضبوط سے مضبوط تر انسان بھی اس پل صراط پر چلتے چلتے ڈگمگا جائے اور شدید احتیاط برتنے والا مسافر بھی کسی مرحلہ پر چوک جائے اور اس کا

Marfat.com

قدم ان حدود کو پامال کر جائے جن کو عبور کرنے سے اسے روکا گیا ہے۔

انسانی نفس کی یہی وہ حالت ہے جسے ارشادِ قدسی میں یوں بیان فرمایا گیا:

یَا عِبَادِیْ ! إِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ.

میرے بندو! صبح و شام تم سے خطائیں اور فروگزاشتیں صادر ہوتی ہیں۔

غلام و آقا

غور کیجئے جس غلام کو اس کے آقا نے اس کشمکش اور ابتلاء میں ڈال رکھا ہوا، گرو ہی یہ فیصلہ بھی فرمائے کہ جونہی غلام ذرا چوکا اسے سزا دی جائے گی اور کبھی اسے معاف نہیں کیا جائے گا تو بلاشبہ وہ خود مختار آقا ہے۔ وہ اس غلام کا بلاشرکت مالک ہے (بلکہ خالق بھی ہے) اور کوئی نہیں جو اس سے باز پرس کر سکے، لیکن وہ مالک جب رحیم بھی ہے اور رؤوف بھی اور اسے اپنے غلاموں (بندوں) سے بے پناہ محبت بھی ہے تو اس کی رحمت و رأفت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے غلاموں کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرما دے اور جب وہ اس کے حضور عجز کا اعتراف کریں اور عفو کی درخواست پیش کریں تو وہ اسے قبول فرما لے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اعلان فرما دیا:

وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَکُمْ.

اور میں تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں۔ پس تم مجھ ہی سے معافی طلب کرو، میں تمہیں بخش دوں گا۔

بالفاظ دیگر انسان کو اس کے مالک و آقا نے پیدا فرمایا، اس کی تخلیق جن عظیم مقاصد کے لئے ہوئی وہ اتنے متنوّع تھے کہ ان کے حصول کی استعداد کے لئے ناگزیر تھا کہ انسان کے اندر مختلف قسم کی صلاحیتیں پیدا کی جائیں۔ چنانچہ یہ صلاحیتیں انسانی جبلّت میں ودیعت کی گئیں اور ان کی وجہ سے انسان بیک وقت بہت سی باہم متضاد صفات سے موصوف کیا گیا۔

اس تضاد کا بدیہی اور فطری نتیجہ تھا کہ انسان میں بعض کمزوریاں پیدا ہوں، یہ کمزوریاں فی الحقیقت اس میں تھیں اور اس کے خالق نے ان کی نشاندہی فرما دی (اور ساتھ ہی ایسے

Marfat.com

ذرائع بھی بتلادیئے جن کو بروئے کار لاکر یہ ان کمزوریوں پر قابو پا سکتا تھا۔) (ل)

ل: یہ ایک نہایت اہم بحث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسا تربیتی نظام عطا فرمایا ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے انسان اپنی جبلی کمزوریوں پر قابو پا سکتا ہے اور یہ کمزوریاں اس کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتیں۔ اس کی تفصیلات متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہیں جو ان شاء اللہ اسی سلسلہ میں کسی دوسری جگہ زیر بحث آئیں گی۔ البتہ مناسب ہو گا کہ یہاں ایک مختصر اشارہ اس طرف کر دیا جائے۔

سورہ المعارج کی وہ تین آیتیں جو اوپر نقل کی جا چکی ہیں جن میں انسان کے تھڑدلے پن کو بیان کیا گیا، ان کے بعد کی آیت میں اس کمزوری پر قابو پانے کا تربیتی نصاب بیان ہوا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا۔ (المعارج 70:19-21)

بے شک انسان تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے جب اسے تکلیف پہنچتی ہے چلا اٹھتا ہے اور جب بھلائی پاتا ہے تو اسے اپنی ذات تک روکے رکھتا ہے۔

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَ الَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ (المعارج 70:22 تا 35)

ہاں وہ لوگ (اس کمزوری سے بچ جاتے ہیں) جو نمازوں پر ہمیشگی کرتے ہیں۔ جن کے مال میں مانگنے والے اور (عزت نفس کا احساس رکھنے کی وجہ سے) محروم رہنے والوں کا حصہ متعین ہے، جو قیامت کے دن کی تصدیق کرتے ہیں، جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بلاشبہ ان کے رب کے عذاب سے نڈر نہیں ہوا جا سکتا۔ وہ جو اپنی جنسی خواہشات پر قابو رکھتے ہیں بجز اس کے اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے تعلق رکھیں، ان پر کوئی ملامت نہیں۔ اس کے علاوہ جو لوگ ناجائز تعلقات رکھتے ہیں وہ حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ وہ لوگ اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہداشت کرتے ہیں، یہی ہیں جو جنت میں اعزاز و اکرام کے مستحق ہوں گے۔

ان آیات میں مذکورہ صفاتِ سبعہ کی حقیقت اور ان کے اثرات و نتائج پر غور و فکر سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ انسان کی فطری کمزوریوں کا صحیح مداوا یہی صفات ہیں...... اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جبلی ضعف کا علاج کریں اور اپنی زندگی کو اپنے آقا کی مرضی کے مطابق ڈھالیں وہ اگر ان اعمال کے پابند ہو جائیں تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ ان سات اعمال سے ان کی سیرت میں عظیم (اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اس کے بعد انسان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ان کمزوریوں پر قابو پاتا ہوا زندگی گزار دے اور اپنے اعمال وافعال کو ان تعلیمات کے مطابق انجام دے جو اس کے خالق و مالک آقا نے اس کی جانب بھیجی ہیں۔ اس مطالبے اور انسان کی جبلی کمزوریوں کی وجہ سے انسان پر ایک عظیم ابتلاء کی سی حالت طاری ہوگئی اور اس ابتلاء میں وہ بعض اوقات سنبھلا اور کامیاب ہوا، لیکن کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ وہ حالات پر قابو نہیں پاسکا اور گر پڑا۔

اب اس کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرنے والے مالک نے اعلان فرما دیا کہ اگر انسان اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کا عزم ظاہر کرے تو میں اس کا عذر قبول کرلوں گا۔ اسے معاف کردوں گا اور اسے سنبھل کر زندگی

(بقیہ پچھلے صفحہ سے) تغیر واقع ہوگا، ان کا تھڑدلا پن صبر میں تبدیل ہو جائے گا، ان کا بخل سخاوت کی صورت اختیار کرے گا، ان کی جذباتیت تحمل و برداشت میں تبدیل ہو جائے گی اور وہ خواہشات پر قابو پانے میں مرد توانا ثابت ہونگے۔ غور کیجئے اگر کوئی شخص سردی، گرمی، کاموں کے ہجوم، مصائب، پریشانیوں اور زندگی کے ہر نشیب وفراز میں نماز کو پابندی سے ادا کرے، اس کے اوقات کا ٹھیک ٹھیک احساس رکھے اور کسی لحہ بھی وہ اس فرض سے غافل نہ ہو تو اس کی سیرت میں کس قدر پختگی آجائے گی اور اس کے جملہ اعمال وافعال میں حزم واحتیاط اور اپنے اصولوں پر ثابت قدم رہنے کا رنگ کس قدر غالب ہوگا۔

یہی صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ایک شخص محنتِ شاقہ کے بعد دولت حاصل کرتا اور اسے جمع کرتا ہے لیکن جونہی اس کی محنت کا یہ ثمر اس کے ہاں جمع ہوتا ہے تو یہ اسے حاجتمندوں میں بانٹ دیتا ہے...... کیا اس عمل کی وجہ سے اس کا فطری بخل اس تربیتی ایثار میں تبدیل نہیں ہو جائے گا؟

اسی طرح سوچئے کہ جو شخص قیامت اور اس کے بعد حساب کتاب اور دربار الٰہی میں باز پرس پر یقین رکھتا ہے اور ہر مقام پر اس کی تصدیق کرتا ہے، کیا یہ تصدیق اس کو مجبور نہ کردے گی کہ اپنے عمل کو قیامت کی باز پرس کے پیمانے سے ناپے اور خوب وناخوب کا معیار اسی قیامت کے نتائج کو قرار دے......اور جو شخص قیامت کو مانتا ہو، وہاں کی سزا کو نگاہ میں رکھتا ہو اور کسی لحہ وہ اپنے رب کے عذاب سے نڈر نہ ہو، کیا وہ اپنے نفس کی شرارتوں، کمزوریوں اور شہوات وخواہشات پر قابو نہیں پالے گا اور دائمی سزا کے خوف سے وقتی جذبات وخواہشات کو دبانے پر قدرت حاصل نہیں کر پائے گا۔...... مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عقائد کے بعد عبادات اور معاملات کے لئے جو اصول وضوابط متعین فرمائے ہیں ان کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ یہ انسان کی تربیت کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ ان کمزوریوں پر بخوبی قابو پایا جاسکتا ہے جو انسان کی جبلت میں بعض اہم تر مصالح کی بنا پر رکھی گئی تھیں۔

Marfat.com

گزارنے کی توفیق (۲) بھی عطا کروں گا۔

تاییدہ من الاحادیث

ارشادات رسالت مآب آبائنا ھو وامہاتنا صلی اللہ علیہ وسلم میں انسان کی جبلت، گناہ، استغفار اور توبہ و مغفرت کے عنوانات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سلسلہ کی چند احادیث درج ذیل ہیں:

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ . (ترمذی:2499)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور خطا کاروں میں سے سب سے بہتر وہ ہیں جو گناہوں سے باز آتے ہیں اور مغفرت طلب کرتے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهٖ ثُمَّ تَابَ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ .

(بخاری : 2661)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انسان جب اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور توبہ کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ بھی رحمت و شفقت سے لوٹ آتے ہیں۔ (اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں۔)

اللہ رب العزت اپنے بندوں کو گناہوں کی آلودگی سے پاک کرنے کے لئے کیا کچھ کرتے ہیں، اس کی ایک جھلک:

---

۲ : توفیق پانے کا موضوع بھی بے حد اہم ہے لیکن اس کی تفصیل بھی کسی دوسرے موقعہ پر مناسب ہوگی۔ یہاں صرف اتنی بات بیان کر دینا کافی ہوگا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیک و بد میں امتیاز کی صلاحیت عطا فرمائی ہے اور اسے مختار بنایا ہے کہ وہ جس راہ کو چاہے اختیار کرے، لیکن بدی کے راستے سے بچ نکلنا اور نیکی کی صراط مستقیم پر کامیابی سے سفر طے کر لینا اس کا اصل مدار اس پر ہے کہ انسان کو اپنے مشفق آقا کی سرپرستی اور توفیق حاصل ہو۔ جو لوگ توفیق کی نعمت سے نوازے جاتے ہیں ان پر اس راہ کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں اور وہ منزل کو پالیتے ہیں...... اور یہ نعمتِ توفیق میسر آتی ہے، زیادہ سے زیادہ اخلاص، سپردگی اور اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و الحاح کے ساتھ دعا سے۔

Marfat.com

عَنْ اَبِیْ مُوسٰی قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّھَارِ وَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا ۔(مسلم:6989)

سید الاوّلین والآخرین علیہ الف الف تحیات وسلام نے فرمایا: بلاشبہ اللہ رؤوف و رحیم رات کے وقت اپنا دستِ شفقت پھیلاتے ہیں تاکہ دن میں برائی کا ارتکاب کرنے والے توبہ کرلیں اور وہ صبح اپنا مبارک ہاتھ پھیلاتے ہیں تاکہ وہ لوگ جنہوں نے رات کے پردے میں برائیاں کی ہیں، اپنے اصل مقامِ (عبدیت) کی جانب لوٹ آئیں، اور یہ سلسلہ قیامت کے اس دن تک جاری رہے گا جب سورج بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہوگا۔

یہ تو بحیثیت مجموعی توبہ کی قبولیت کے زمانہ کا ذکر تھا، انفرادی اور شخصی طور پر اس کا ذکر یوں فرمایا گیا:

وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ یَقْبَلُ تَوْبَۃَ الْعَبْدِ مَالَمْ یُغَرْغِرْ ۔(ترمذی:3537)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک اس پر نزع کی حالت طاری نہ ہو جائے۔

گویا انسان کی ابتداءِ شعور سے موت کی گھڑی تک اللہ تعالیٰ کا دستِ شفقت دراز رہتا ہے اور جونہی بھولنے والا خطا کار انسان اپنے رب کے حضور ندامت و شرمندگی اور اعتراف و استغفار کرتا ہوا حاضر ہوتا ہے، ربِ کریم اسے معاف فرما دیتے ہیں...... اور اس بارے میں نفسِ انسانی کی اس کمزوری کو خوب خوب ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ بعض گناہ انسان کی طبیعت میں رچ بس جاتے ہیں اور بڑے سے بڑا مخلص اپنی قوتِ ارادی کے ضعف کی وجہ سے بار بار توبہ اور شکستِ توبہ سے دوچار ہوتا ہے۔ نفسِ انسانی کے اس ضعف سے کماحقہٗ آگاہ مالک نے جو طرزِ عمل اس بارے میں اختیار فرمایا، اسے رحمتِ

Marfat.com

عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَلَوْ فَعَلَہٗ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً ۔ (ترمذی:3559)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہے وہ گناہوں پر اصرار کرنے والا شمار نہیں ہوگا خواہ وہ ایک دن میں ستر مرتبہ گناہ کا اعادہ کرے۔

ایک دوسرے ارشاد میں اس راز کو بھی بیان کر دیا گیا جو بندے کی اس نالائقی کی تلافی کرتا ہے کہ یہ بار بار توبہ کو توڑتا اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ ایک ارشاد قدسی میں فرمایا گیا:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: مَنْ عَلِمَ مِنْکُمْ اَنِّی ذُوْقُدْرَۃٍ عَلٰی مَغْفِرَۃِ الذُّنُوْبِ غَفَرْتُ لَہٗ وَلَا اُبَالِیْ مَالَمْ یُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا ۔ (مستدرک حاکم:7786)

سید الرسل بآبائنا ھو وامہاتنا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت جل وعلا نے فرمایا: جو شخص یہ جانتا ہے کہ میں گناہوں کی بخشش پر قدرت رکھتا ہوں میں اسے اس وقت تک بخشتا رہوں گا جب تک وہ شرک میں مبتلا نہ ہو اور مجھے اس کی کچھ بھی پروا نہ ہوگی۔

اس ارشادِ قدسی کا مفہوم و مدعا یہ ہے کہ جو شخص اپنے مالک و آقا کا باغی نہیں ہے، اس کی ذات کے ساتھ اس کا تعلق وفاداری کا ہے اور اس نے اپنے خالق کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کر کے نمک حرامی کا ثبوت نہیں دیا ہے وہ خواہ بار بار غلطی کا ارتکاب کرے اس کی وفاداری اسے مجبور کر دے گی کہ وہ اپنے رب کو یاد کرے اور اس کی مغفرت اور قدرت پر یقین رکھتے ہوئے اس کے حضور معافی کی درخواست لے کر حاضر ہو۔

اور جب وہ ان تصورات کے ساتھ عفو طلبی کی التجا کرے گا تو اسے اس کا مالک معاف فرما دے گا۔

Marfat.com

ایک دوسرے قدسی ارشاد میں زیادہ تفصیل سے فرمایا:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: یَا ابْنَ آدَمَ! اِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ عَلٰی مَا کَانَ فِیْکَ وَلَا اُبَالِیْ. یَا ابْنَ آدَمَ! لَوْبَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَا اُبَالِیْ۔ یَا ابْنَ آدَمَ! اِنَّکَ لَوْ أَتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِھَا مَغْفِرَۃً. (ترمذی:3540)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

ابن آدم! تم جب تک مجھے پکارتے رہو اور مجھ سے امید رکھتے رہو میں تمہیں معاف کرتا رہوں گا خواہ تمہارے اعمال کسی قسم کے ہوں اور مجھے اس کی کچھ بھی پروا نہیں۔

ابنِ آدم! اگر تمہارے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں اور پھر تم مجھ سے مغفرت طلب کرو تو میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور اس کی کچھ پروا نہیں کروں گا۔

ابن آدم! اگر تم اپنے گناہوں سے روئے زمین کو بھر دو اور پھر تم مجھ سے اس حالت میں ملاقات کرو کہ تم نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں اتنی مغفرت سے تمہیں نوازوں گا کہ اس سے زمین بھرپور ہو جائے۔

اللہ! اللہ! جود وسخا کا ابر ہے جو جھوم کر برس رہا ہے۔ کتنے بدقسمت ہیں جو اس چھما چھم بارانِ رحمت کے باوجود خشک سالی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ایک اہم راز

یہ بار بار معافی دینا اور توبہ کی مہلت کو آخری لمحات تک دراز کر دینا تو اس بنیادی وجہ سے تھا کہ خالقِ انسان اپنی مخلوق کی کمزوریوں سے آگاہ تھے اور جب انسان اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے ان کے حضور عفو طلب ہوتا ہے تو وہ اسے معاف فرما دیتے ہیں ......لیکن یہاں ایک اور بہت بڑا محرک بھی کارفرما ہے۔ رموزِ الٰہیہ کے ترجمان (روحی و نفسی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس راز سے پردہ سرکاتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

وَعَنْ اَبِی سَعِیْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الشَّیْطَانَ قَالَ: وَعِزَّتِكَ یَا رَبِّ لَا اَبْرَحُ اُغْوِیْ عِبَادَكَ مَا دَامَتْ اَرْوَاحُهُمْ فِیْ اَجْسَادِهِمْ، قَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِیْ لَا اَزَالُ اَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِیْ۔ (احمد:11541)

رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان نے کہا: اے رب! مجھے تیری عزت کی قسم، میں تیرے بندوں کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کے جسموں میں جان رہے۔ اس پر رب العزت نے فرمایا: مجھے میری عزت، میرے جلال اور میرے بلند مرتبے کی قسم میں انہیں اس وقت تک بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے۔

جُود و کرم کی انتہا

خطا کاروں کو ڈھارس دینے اور گرتوں کو تھام لینے کے لئے یہی بات کافی تھی کہ وہ جب بھی سنبھلنے کی کوشش کریں گے انہیں سہارا دیا جائے گا لیکن جو خدا مردوں کو زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے اس نے اس سے بھی کہیں زیادہ لطف و کرم کا اظہار فرمایا۔ سنئے اور اپنے رب کی عظمت کا شعور حاصل کیجئے:

وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَیْدٍ قَالَ: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَلّٰہُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ فِیْ اَرْضٍ دَوِّیَّةٍ مَهْلِكَةٍ مَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ، عَلَیْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ، فَنَامَ فَاسْتَیْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ فَطَلَبَهَا حَتّٰی اَدْرَكَهُ الْعَطَشُ، ثُمَّ قَالَ: اَرْجِعُ اِلٰی مَكَانِی الَّذِیْ كُنْتُ فِیْهِ فَاَنَامُ حَتّٰی اَمُوْتَ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ عَلٰی سَاعِدِهٖ لِیَمُوْتَ، فَاسْتَیْقَظَ وَعِنْدَهٗ رَاحِلَتُهٗ، عَلَیْهَا زَادُهٗ وَطَعَامُهٗ وَ شَرَابُهٗ، فَاللّٰہُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ وَ زَادِهٖ۔ (مسلم:6955)

سید الثقلین فرماتے ہیں:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جس نے مسافر کی حیثیت سے ایک غیر آباد زمین پر پڑاؤ کیا اور اس کے ساتھ اس کی سواری تھی جس پر اس کے کھانے اور پانی کا ذخیرہ لدا ہوا تھا۔ یہ مسافر ستانے کے لئے لیٹا اور کچھ وقت کے لئے سو گیا۔ جب بیدار ہو کر اٹھا تو دیکھا کہ اس کی سواری غائب ہے۔ اب یہ اس کی تلاش میں نکلا لیکن اسے نہ پا سکا۔ تا آنکہ گرمی نے شدت اختیار کی اور پیاس نے اس پر غلبہ پایا تو یہ مایوس ہو کر اسی جگہ واپس ہوا جہاں اس نے پڑاؤ کیا تھا اور یہ تصور کرتے ہوئے لیٹ گیا کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ یہاں لیٹ کر سو جاؤں اور اسی حالت میں موت کا وقت آ جائے۔ لیکن وہ کچھ نیند حاصل کرنے کے بعد اٹھا تو دیکھا کہ اس کی سواری موجود ہے اور اس کا زادِ راہ جوں کا توں اس پر لدا ہوا ہے۔ جتنی خوشی اس مسافر کو سواری کے یوں مل جانے سے ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ مسرت اللہ تعالیٰ کی اس وقت ہوتی ہے جب انسان گناہ کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے لیکن اس کے بعد توبہ کرتا ہے۔

انتباہ

لیکن واضح رہے یہ تفصیلات اس لئے بیان نہیں فرمائی گئیں کہ انسان گناہ پر جرأت کرے اور مغفرت کی امید پر نافرمانی کرتا رہے۔ بلکہ ان کا صحیح محلِ وقوع یہ ہے کہ ایک شخص اگر اپنی حد تک گناہوں سے بچنے کی کوشش کے باوجود ان میں مبتلا ہو جائے تو بجائے اس کے کہ وہ مایوس ہو کر ہمیشہ کے لئے شیطان کے چنگل میں پھنس جائے، وہ اگر چاہے تو اپنے رب سے اپنی خطاؤں کو معاف کرا سکتا ہے۔

ایک ارشادِ رسالت میں گناہ اور اس کے ازالہ کی صحیح صورت یوں بیان کی گئی ہے:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الْمُؤمِنَ اِذَا اَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِیْ قَلْبِهٖ، فَاِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ

Marfat.com

قَلْبُهُ وَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰى يَعْلُوَ قَلْبَهُ ذَاكَ الرَّيْنُ الَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى:
كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. (احمد: 8172)

رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن جب گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اس کے دل میں سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کرے اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرے تو اس کا دل صیقل کر دیا جاتا ہے اور اگر گناہوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے تو سیاہ نکتے پھیلتے اور بڑھتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ دل پر چھا جاتے ہیں۔ یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر ارشادِ ربانی میں ہوا:

كَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. (المطففین 83:14)

''ہرگز نہیں ان کے دلوں پر زنگ ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔''

اگر دل کی زندگی مقصود ہے تو گناہوں سے اجتناب ضروری ہے، ورنہ جس برتن پر بار بار دھبے پڑیں اور انہیں مانجھ کر بار بار صاف کیا جائے، اس کا کمزور ہو کر بیکار ہو جانا یقینی ہے۔

Marfat.com

توبہ اور استغفار کے فوائد

ارشادِ قدسی

5 يَا عِبَادِيْ إِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا، فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ أَغْفِرْلَكُمْ.

ترجمانی

میرے بندو! تم صبح وشام غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہو اور میں تمام خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پس تم مجھ ہی سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرو، میں تمہیں معاف کروں گا۔

تصدیقه من الآیات

انسانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کرتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ○

(فاطر 32:35)

پھر ہم نے کتاب کا وارث، ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں سے چن لیا۔ تو کچھ ان میں سے ایسے ہوئے جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا، بعض وہ تھے جو میانہ روی اختیار کیے رہے اور ان میں وہ بھی تھے جو بھلائیوں میں اللہ کے اذن سے سبقت لے جانے والے تھے، یہی تو بڑا فضل ہے۔

یہ تو تھا انسانوں کا حال، ان کے آقا کی شان یوں بیان فرمائی:

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَاَنَّ اللّٰهَ

Marfat.com

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○ (التوبة 104:9)

کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات قبول کرتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی ہے جو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

وہ توبہ ہی قبول نہیں فرماتے، ان کی شان نرالی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الانعام 54:6)

تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت وشفقت کو لازم کرلیا (اور اس کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ) تم میں سے جو شخص جہالت کے باعث برائی کا مرتکب ہوکر اصلاح کا رویہ اختیار کرے تو وہ (معاف کردے گا کہ وہ) بے انتہا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اس رحمت کے تقاضے کے طور پر وہ چاہتے ہیں کہ اپنے بندوں کو صبح وشام معاف فرماتے رہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ○ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ○

(النساء 4:27-28)

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ تم پر پھر سے لوٹ آئے (تمہارے گناہ معاف فرما دے اور تمہیں نیکی کی توفیق بخشے) اور وہ لوگ جو بے حیائیوں کے درپے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ تم (گناہوں میں آگے بڑھتے چلو اور برائی کی جانب) بہت زیادہ جھک جاؤ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ تمہارا بوجھ ہلکا کرے (اسی لئے اس نے اپنے احکام کو آسان بنایا) اور (حقیقت یہ ہے کہ) انسان کمزور ہی پیدا کیا گیا ہے۔ (یہ بہت زیادہ بوجھ برداشت نہیں کرسکتا۔)

شفقت اور جود وکرم کے یہ مظاہر لامتناہی ہیں، اپنی شان وہ خود بیان فرماتے ہیں:

Marfat.com

وَاِنِّی لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی٥ (طٰہٰ 82:20)

اور میں یقیناً ان لوگوں کو معاف کرتا ہوں جو توبہ کرتے ہیں، ایمان لاتے ہیں، اچھے عمل کرتے ہیں اور راہِ راست پر چلتے ہیں۔

اسی پر اکتفا نہیں کی گئی۔اس شان کو ایک ضابطے اور قانون کی حیثیت دے دی گئی اور اعلان فرما دیا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ. (الانفال 33:8)

اور اللہ انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جب تک وہ استغفار کرتے رہیں۔

اپنے بندوں کو متعین طور پر طلبِ مغفرت کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءً اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَه‘ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا٥

(النساء 110:4)

اور جو شخص بُرا عمل کرے یا اپنے اوپر ظلم کرے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے، وہ اللہ کو غفور و رحیم پائے گا۔

توبہ سے انسان از سرِ نو مقامِ عبدیت حاصل کر لیتا ہے۔اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّه‘ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا. (الفرقان 71:25)

اور جو شخص توبہ کرے اور اچھے عمل کرے، وہ (گناہ کے بعد پھر سے) اللہ کی طرف (اپنے صحیح مقامِ عبدیت پر) لوٹ آتا ہے۔(1)

1۔ گناہ سے توبہ کے بعد کیا انسان پھر سے اسی مقام پر لوٹ آتا ہے یا نہیں جس مقام پر وہ گناہ سے پہلے فائز تھا؟ یہ موضوع سلف کے ہاں زیرِ بحث رہا ہے۔اس پر تفصیلی گفتگو تو کسی دوسرے مقام پر ہوگی۔ یہاں امام ابن تیمیہؒ کا ایک قول نقل کرنا کافی ہوگا۔وہ فرماتے ہیں:

”تحقیق یہی ہے کہ توبہ کرنے والوں میں سے بعض تو اس مقام سے بھی بلند ہو جاتے ہیں جو انہیں ارتکابِ معصیت سے پہلے حاصل تھا اور بعض اسی مقام پر دوبارہ فائز ہوتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو اس مقام پر دوبارہ نہیں پہنچ سکتے۔“

اسرار و رموزِ شیخ علیہ الرحمۃ کے مفسر امام ابن قیم علیہ الرحمۃ اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں: (باقی اگلے صفحے پر)

Marfat.com

اگر بات یہاں ختم کردی جاتی تو تب بھی کافی تھی لیکن ربِ رؤوف اپنے بندوں کو اپنی شفقتِ کاملہ سے نوازنا چاہتے ہیں۔ انہیں صراحۃً فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا O (التحریم 8:66)

ایمان والو! اللہ کی بارگاہ میں پُرخلوص توبہ کرو۔

توبہ نصوح کی تعریف میں سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

توبہ نصوح یہ ہے کہ جس برے کام سے توبہ کرے پھر اس کا اعادہ نہ کرے۔

خالص توبہ سے گناہ تو معاف ہو ہی جاتا ہے، مزید برآں اللہ رب العزت اپنے بندوں کو خصوصی فضل سے نوازتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ

''اور یہ توبہ کی قوت اور اس کے کمال پر موقوف ہے اور درجات میں تفاوت اسی کیفیت پر منحصر ہے جو معصیت انسان کے اندر پیدا کرتی ہے۔ ذلت کا احساس، خدا کے سامنے جھک جانا، اس کی جانب توجہ اور انابت، اس کی نافرمانی سے اجتناب کا جذبہ، اس کے عذاب سے بچنے کی کوشش، اس کی ناراضی کا خوف اور اس کی خشیت سے آہ و بکا، یہ کیفیات ہیں جو انسان کی حالت اور اس کے درجہ کو متعین کرتی ہیں۔ اگر کوئی شخص گناہ کے بعد اس قسم کی کیفیت سے سرشار ہوا اور اس نے ندامت کے بعد اپنے رب کے حضور انابت و خشوع میں پوری پوری کوشش کی اور اس کے سامنے عجز و درماندگی کے اظہار میں کماحقہ متوجہ ہوگیا تو توبہ کرنے والا پہلے سے اونچے مقام پر فائز ہوگا اور اس کا حال گناہ کے ارتکاب سے پہلے کی حالت سے بھی بہتر ہو جائے گا، تو گویا گناہ اس کے حق میں رحمت کے حصول کا ذریعہ بن گیا، اس سے عُجب اور اپنے اوپر غلط اعتماد کی بیماری دور ہوگئی (اور اپنی کمزوری کا اسے علم ہوگیا) اور اسی طرح اس کے اندر اپنے عمل پر جو نازو زعم تھا وہ ختم ہوگیا، اور اس گناہ نے اسے اس بات پر مجبور کر دیا کہ ذلت و مسکنت کے ساتھ اپنا چہرہ اپنے مالک و آقا کی دہلیز پر رکھ دے۔ اس گناہ نے اس کی صحیح قدر و قیمت متعین کردی اور اس نے آپ کو پہچان لیا اور اس پر یہ حقیقت آشکار ہوگئی کہ وہ کس قدر اپنے آقا کا محتاج ہے اور اس کی یہ ضرورت کتنی اہم ہے کہ اس کا مالک اس پر عفو و کرم کی نگاہ رکھے...... اس گناہ نے یہ راز بھی اس پر کھول دیا کہ اگر وہ کوئی نیکی کرتا ہے تو اسے اس پر فخر نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی اسے اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنا چاہیے، اور اس گناہ کی وجہ سے اس نے یہ مقام بھی حاصل کرلیا کہ وہ اپنے آپ کو اپنے رب کے حضور خطا کار کی حیثیت سے پیش کرے۔ اپنے آپ کو گناہ گاروں کی صف میں کھڑا کرے، سر جھکائے، شرم و حیا میں غرق، خوف اور خطرے میں مبتلا، اپنی اطاعت کو حقیر سمجھتے ہوئے اپنے گناہ اور نافرمانی کے بڑا ہونے کا اعتراف کرے۔'' (الداء والدوا لابن قیم)

Marfat.com

مُسَمًّی وَّیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍo (ھود 3:11)

اور بخشش مانگو اپنے رب سے، پھر اسی کی طرف لوٹ جاؤ تو وہ تمہیں ایک وقتِ معین تک بہتر سامانِ زندگی عطا کرے گا اور ہر شخص کو جو فضیلت کا مستحق ہوگا اسے اس کے درجہ کے مطابق بزرگی عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم اعراض کرو گے تو میں ڈرتا ہوں کہ تم پر بڑے دن کا عذاب نازل ہوگا۔

یہ "متاعِ حسن" متعدد صورتوں میں عطا ہوتا ہے۔ اس کی مادی صورت تو وہ ہے جس کی وضاحت سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمائی۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًاo یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًاo وَّ یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًاo

(نوح 71:10-12)

اور اپنے رب سے گناہوں کی مغفرت طلب کرو۔ بلاشبہ وہ بے حد وحساب بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے پانی برسائے گا اور مال و دولت اور بیٹوں سے تمہیں بڑھائے گا اور تمہیں باغات اور نہریں عطا کرے گا۔

استغفار کے یہ ظاہری فوائد قطعی، حتمی اور یقینی ہیں اور یہ بات اس اُمت کے لاکھوں افراد کے مشاہدے میں آچکی ہے کہ غربت وافلاس کا مؤثر ترین علاج کثرتِ استغفار ہے...... لیکن یہ تو صرف مادی فوائد ہیں۔ ان سے زیادہ اہم فائدہ یہ ہے کہ استغفار سے گناہ معاف کرنے کے ساتھ ساتھ رؤوف ورحیم آقا یہ کرم بھی اپنے بندوں پر فرماتے ہیں کہ ان کی غلطیوں کو سعادتوں سے بدل دیتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًاo یُّضٰعَفْ لَہُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَ یَخْلُدْ فِیْہٖ مُھَانًاo اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ

Marfat.com

حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا o وَمَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا. (الفرقان25:68-71)

اور جوشخص یہ کام (جو اللہ تعالیٰ نے حرام کئے ہیں) کرتا ہے وہ گناہ میں مبتلا ہوا، اسے قیامت کے دن دگنا عذاب دیا جائے گا اور اس میں ہمیشہ رہے گا، بجز ان لوگوں کے جو توبہ کرتے ہیں اور نیک اعمال انجام دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ تعالیٰ نیکیوں میں تبدیل کردے گا۔ اور واقعہ یہی ہے کہ اللہ بے حساب مغفرت کرنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے، اور جوشخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے وہ اللہ ہی کی جانب لوٹتا ہے۔

اللہ، اللہ! رحمتِ حق کا کیا ٹھکانہ، جو شخص چند ساعت پہلے عاصی اور گناہ گار شمار ہوتا تھا جب وہ اپنے آقا کے حضور جھکا تو شفقتِ الٰہیہ جوش میں آئی اور اس جھکنے والے نادم اور عفو طلب بندے کو عاصی کی بجائے مطیع و فرمانبردار لکھ دیا گیا، اور چونکہ اس نے غلطی کے بعد اپنے آقا کے حضور ندامت کا اظہار کیا تھا اس لئے اس گناہ کو نیکی میں تبدیل فرما دیا، سُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانُهٗ۔

گرتوں کو تھام لے ساقی

بعض مراحل انسان پر ایسے بھی آتے ہیں کہ وہ اپنے گناہوں کے بار تلے دب کر رہ جاتا ہے اور معصیت کے غلبہ کی وجہ سے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے..........اس خطرناک حالت سے اپنے بندوں کو باہر نکالنے کے لئے حیّ و قیوم آقا فرماتے ہیں:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَتِ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا، اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ o وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ O وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ o اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يَّا حَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ

Marfat.com

السَّاخِرِیۡنَ o اَوۡ تَقُوۡلَ لَوۡ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیۡ لَكُنۡتُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ، اَوۡ تَقُوۡلَ حِیۡنَ تَرَى الۡعَذَابَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ كَرَّةً فَاَكُوۡنَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ o بَلٰى قَدۡ جَآءَتۡكَ اٰيٰتِیۡ فَكَذَّبۡتَ بِهَا وَاسۡتَكۡبَرۡتَ وَكُنۡتَ مِنَ الۡكٰفِرِیۡنَ o (الزمر 39:53-59)

کہہ دیجئے! میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کئے ہیں اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ بے انتہا مغفرت فرمانے والا رحیم و شفیق ہے۔ اور اپنے رب کی طرف جھک جاؤ اور اپنے آپ کو اسی کے سپرد کر دو، قبل اس کے کہ تم اپنی غلطیوں میں مست ہونے کی وجہ سے بے شعوری کے عالم میں ہو اور تم پر عذاب ٹوٹ پڑے اور (کسی بھی جانب سے) تمہاری مدد نہ کی جائے۔ اور (پوری زندگی میں) ان بہترین احکامات کے پیچھے پیچھے چلو جو تمہارے پروردگار کی جانب سے نازل کئے گئے ہیں، قبل اس کے کہ غفلت کی حالت میں تم پر عذاب نازل ہو (اور اس وقت عذاب میں مبتلا) انسان چلا اٹھے کہ صد افسوس کہ میں اللہ کے معاملے میں کوتاہی کرتا رہا اور میں تو بس (اس عذاب کی وعید پر) ہنسی ہی اڑاتا رہا۔ یا (اس وقت) انسان کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت عطا کرتا تو میں تقویٰ کی زندگی اختیار کر لیتا۔ یا عذاب کے مشاہدے کے وقت یہ کہے کہ اگر اللہ مجھے پھر دوبارہ (دنیا میں واپس لوٹنے کی) مہلت عطا کرے تو میں نیکوکاروں میں شامل ہو جاؤں۔ (ان میں سے کوئی بات نہیں ہو سکتی۔) ہاں میری آیات تم تک پہنچیں تو تُو نے انہیں جھٹلایا اور کبر و نخوت کی راہ اختیار کی اور ان کے ماننے سے انکار کر دیا (پس آج نہ مہلت مل سکے گی اور نہ تمہاری حسرت فائدہ دے گی۔)

ان آیاتِ الٰہیہ میں انسان کی جبلت سے مغفرتِ تامہ تک کے جملہ عنوانات اور ان کی ضروری تفاصیل بیان فرما دی گئیں اور توبہ کی حقیقت اور اس کے اثرات و نتائج بھی واضح کر دیئے گئے تاکہ جس کسی نے اپنی زندگی کو وادیٔ معصیت میں تباہ ہونے سے بچانا ہو، وہ

Marfat.com

اپنے لئے روشنی پائے اور اپنی بگڑی کو بنالے۔

انتباہ

نفسِ انسانی کی کمزوریوں میں ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ جب اسے سہارا دینے کے لئے امید دلائی جاتی ہے تو وہ ضرورت سے زیادہ بے خوف ہو جاتا ہے اور بسا اوقات یہ بے خوفی خطرناک نتائج کی حامل ہوتی ہے۔ نفسِ انسانی کے خالق نے اس کمزوری کا تدارک ایک انتباہ سے فرمایا۔ ارشاد ہوا:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا○

(النساء 4:17-18)

اللہ تعالیٰ انہی کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے برا کام کر گزرتے ہیں اور پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں اللہ تعالیٰ جن کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ہر وقت جانتا ہے اور وہ حکیم بھی ہے۔ توبہ ان کے لئے نہیں جو برائیوں کا ارتکاب جاری رکھتے ہیں اور جب موت سامنے آتی ہے تو کہتے ہیں کہ اب توبہ کرتے ہیں، اور نہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں .... یہ سب وہی تو ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

Marfat.com

یا اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما

ارشادِ قدسی

⑮ یَا عِبَادِیْ! اِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ، وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا، فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَکُمْ.

ترجمانی

میرے بندو! تم صبح وشام غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہو اور میں تمام خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پس تم مجھ ہی سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرو، میں تمہیں معاف کروں گا۔

توضیحه من اسوة الابرار

جیسا کہ اوپر تفصیل سے بیان ہو چکا، انسان اپنی جبلّت اور فطرت کی رُو سے جلد باز بھی ہے اور خطا کار بھی لیکن یہ بات بھی اس کی فطرت میں رکھی گئی ہے کہ وہ حقیقت شناس ہو اور اپنے ضمیر و وجدان کی اس آواز پر کان دھرے جو اسے غلطیوں پر ٹوکتی اور فروگزاشتوں پر متنبہ کرتی ہے۔ جن لوگوں کی فطرت مسخ نہیں ہوتی وہ اپنے ضمیر (جسے لسانِ الٰہی میں دل کا واعظ (واعظ اللّٰه فی القلب) سے تعبیر فرمایا گیا ہے) کی آواز کو سنتے ہیں اور جونہی وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ دنیا کے اس ہنگامہ میں کہیں وہ پھسلے ہیں، فوراً سنبھلتے ہیں اور تلافیٔ مافات کے لئے مستعد ہو جاتے ہیں۔ البتہ جو لوگ اپنے بُرے کردار اور گناہوں کی زہرناکی کا اس حد تک شکار ہو چکے ہوں، ان کے دل کے کان اس واعظ کی نصیحت نہ سن سکیں یا ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے یہ واعظ ہی مر چکا ہو، وہ اس احساس سے محروم ہو جاتے ہیں اور معصیت کے سمندر میں ڈبکیاں لیتے لیتے قاضیٔ اجل کے حضور انتہائی رسوا کن حالات

Marfat.com

میں پہنچ جاتے ہیں۔

پہلا گروہ جس کا ضمیر زندہ اور جس کی قوتِ احساس بیدار ہوتی ہے، اسے قرآنی اصطلاح میں ''اولوا الالباب ''مومن، مسلم اور تائب وعابد کہا گیا ہے۔قرآن مجید، ان لوگوں کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کرتا ہے۔ارشاد ہوا:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ o وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْظَلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ ذَکَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ o اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ o

(آل عمران 3: 134-136)

وہ لوگ (متقی ہیں) جو خوشی اور تکلیف ہر حالت میں (خدا کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کی غلطیاں معاف کر دیتے ہیں اور اللہ (اسی قسم کے) احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ وہی لوگ جو بُرا کام کرنے یا اپنے اوپر ظلم کرنے کے بعد اللہ کو یاد کرتے ہیں تو اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، اور کون ہے جو اللہ کے سوا گناہ معاف کر سکتا ہے اور یہ لوگ اپنی غلطی معلوم کرنے کے بعد اس پر اصرار نہیں کرتے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے مالک کی طرف سے مغفرت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور انہی کے لئے وہ جنت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ کام کرنے والوں کے لئے بہت اچھا اجر ہے۔

تعمیرِ سیرت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اونچے درجات حاصل کرنا اہلِ ایمان کی سب سے بڑی محبوب تمنا ہے۔قرآنِ عزیز اس راہ کے مسافروں کی صفات بیان کرتے ہوئے سب سے پہلی صفت توبہ قرار دیتا ہے:

Marfat.com

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ O (التوبة 112:9)

وہ (جن کی جانیں اور مال اللہ تعالیٰ نے جنت کے عوض خرید لیے) توبہ کرنے والے، عبادت گزار، حمدِ الٰہی کے خوگر، راہِ خدا میں سیر و سیاحت کرنے والے، اللہ کے حضور سجدہ ریز، نیکی کا حکم کرنے والے، برائیوں سے روکنے والے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کے محافظ و نگران ہیں۔ (ان) ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیجئے (کہ جنت اور مغفرت انہی کے لئے ہے اور ان کا سودا اپنے رب سے بڑا کامیاب رہا۔)

سورۃ المومنون میں کفار واہلِ ایمان کے انجام کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا! کہ کفار سے سوال کیا جائے گا کیا میری آئتیں تم پر پڑھی نہ گئی تھیں اور تم انہیں جھٹلاتے تھے اس پر انکار کرنے والے اعتراف کریں گے کہ ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی اور ہم بدراہ ہو گئے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اس عذاب سے نجات دے، اگر ہم اس مرتبہ کے بعد بھی غلط کار ہوئے تو ظالم ہوں گے۔ اس کا جواب انہیں دیا جائے گا:

''تم پر پھٹکار، تم ذلیل ہو اور مجھ سے بات نہ کرو:'' (المومنون 108:23)

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِىْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُالرّٰحِمِيْنَ O (المومنون 109:23)

میرے بندوں میں ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو کہا کرتے تھے: اے ہمارے مالک و آقا! ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہے جو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

گویا اللہ رب العزت کو اپنے ان مخلص بندوں کی جو ادا سب سے زیادہ پسند آئی وہ یہ مغفرت طلبی ہی تھی۔

ایمان انبیاء اور تمام مسلم انسانوں کا مشترک رشتہ ہے۔ ان کے درجات میں گو عظیم

Marfat.com

تفاوت ہے لیکن ان سب کی اصل حیثیت یہی ہے کہ یہ سب مومن ہیں اور ان کے ایمان کا سب سے بڑا تقاضا یہی ہے کہ جب بھی وہ اپنی انسانی حیثیت پر غور کریں تو اپنے رب سے عفوو درگزری کی درخواست کریں۔ قرآن تمام اہلِ ایمان کی اس کیفیت کو یوں بیان فرماتا ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ o لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا، رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ،رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ، وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا، اَنْتَ مَوْلٰنَا، فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ o

(البقرة 23:285-286)

رسول بھی اس حق وصداقت پر ایمان لائے جو ان پر ان کے خدا کی طرف سے نازل کیا گیا تھا اور تمام مسلمان بھی اسی کو حق جانتے ہیں۔ یہ سب کے سب اللہ، فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور (کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے، اور اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کی باتوں کو سنا، ہم اطاعت کریں گے اور اے رب! (جو کوتاہیاں ہم سے سرزد ہوں گی ان پر) ہم مغفرت طلب کرتے ہیں اور آپ کی طرف ہم لوٹیں گے۔ اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ وہ جو کچھ کرے اس کے لئے ہو گا اور اس پر اسی کے کئے ہوئے کاموں کا بوجھ ہوگا، (یہ لوگ کہتے ہیں) اے ہمارے آقا! اگر ہم سے بھول چوک سرزد ہو جائے یا ہم خطا کار ہوں تو اس پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔

اے ہمارے رب! ہم پر اس قسم کا بوجھ نہ لادیو جیسا ہم سے پہلوں پر لادا گیا تھا۔ ہمارے مالک! ہم پر ایسا بوجھ بھی نہ ڈالئے جس کے ہم متحمل نہ ہوسکیں۔ ہماری

Marfat.com

غلطیوں کو معاف فرمائیے، کوتاہیوں سے درگزر کیجئے، خطاؤں کو بخش دیجئے، ہم پر رحم کیجئے، آپ ہی ہمارے مالک و آقا ہیں، پس ان لوگوں کے مقابلے پر ہماری مدد فرمائیو جو آپ کے منکر ہیں۔

قرآنِ عزیز اصحابِ عقل وخرد کو انسانیت کا حقیقی جوہر قرار دیتا ہے۔ ان کے بارے میں وہ فرماتا ہے کہ آیاتِ الٰہی سے فائدہ اُٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور ان ہی کو وہ اپنا اصل مخاطب قرار دیتا ہے..... سورہ آل عمران میں ان اولوالالباب (عقل والوں) کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اٹھتے بیٹھتے اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور خواہ یہ کسی حالت میں ہوں، آسمان وزمین کی تخلیق پر تحقیق اور توجہ کرتے ہیں اور جب وہ آفاق کے دلائل پر غور کرتے ہیں تو پکار اُٹھتے ہیں:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران 3:191)

ہمارے آقا! آپ نے یہ سب کچھ عبث و باطل تو پیدا نہیں کیا۔ آپ ہر عیب سے پاک اور ہر خوبی سے موصوف ہیں۔ پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچائیو۔

اور پھر یہ لوگ کہتے ہیں:

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِیْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ (آل عمران 3:193)

اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو سنا جو ایمان کی دعوت دے رہا تھا (اور یہ آفاق کے دلائل بھی ہمیں اسی حقیقت پر متوجہ کرتے ہیں کہ جس خدا نے اس سارے نظامِ سیارگان اور خلا وفضا کو پیدا کیا ہے وہ عظیم تر خدا ہی اس بات کے لائق ہے کہ اس کو اپنا مالک و آقا تسلیم کیا جائے۔ اس کے وعدوں پر یقین کیا جائے اور اس کی اطاعت کو سچے دل سے قبول کیا جائے) پس ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے آقا! (اب ہم سے جو غلطیاں ہوئیں وہ بھی اور جو اس سے پہلے جہالت و کفر کی حالت میں سرزد ہوئیں) یہ سب خطائیں معاف کر دیجئے اور ہماری برائیوں کا ازالہ

Marfat.com

فرما دیجئے اور ہمیں ان لوگوں کے ساتھ میں اپنے ہاں بلایئے جو نیکو کار ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ○

(آل عمران 3: 16-17)

وہ لوگ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے ہیں۔ پس ہمارے گناہ معاف کر دیجیو اور ہمیں آگ کے عذاب سے نجات دیجیو (یہی لوگ ہیں) صبر کرنے والے، سچے، اطاعت شعار، تقویٰ اختیار کرنے والے اور (جب دوسرے انسان اپنے گرم بستروں میں لیٹے نیند کے مزے لوٹ رہے ہوتے ہیں، یہ لوگ بے چین و مضطرب اور انتہائی درد کے ساتھ) سحری کے وقت اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ○ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُحْسِنِیْنَ ○ کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ○ وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ (الذٰریٰت: 15-19)

بلا شبہ متقی لوگ باغات اور چشموں میں رہیں گے اور ان کا مالک انہیں جو کچھ عطا فرمائے گا یہ اسے حاصل کریں گے۔ یہ لوگ اس سے پہلے (دنیا کی زندگی میں) نیکو کار تھے۔ یہ رات کو بہت کم سوتے تھے اور سحری کے وقت اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کیا کرتے تھے اور ان کے مال میں حصہ ہوتا تھا سوال کرنے والے اور سوال سے اجتناب کرنے والے مستحقین کا۔

اپنے گناہوں سے مغفرت طلبی تو ہر صاحبِ بصیرت اور حقیقت سے آگاہ انسان کا ایک ایسا فرض ہے جسے وہ کسی حالت میں نظر انداز نہیں کر سکتا لیکن جو لوگ اللہ کے وعدوں کو یقینی خیال کرتے ہیں وہ اپنے اوپر از خود یہ ذمہ داری بھی عائد کر لیتے ہیں کہ جن عزیزوں، دوستوں، رشتہ داروں، بزرگوں اور عام مسلمانوں کو وہ دل و جان سے محبوب رکھتے ہیں

Marfat.com

ان کے لئے بھی، اپنے اور ان سب کے رب سے مغفرت کا سوال کریں۔

قرآنِ عزیز ان کی اس ذہنی بلندی اور قلبی رقت کا بیان ان الفاظ میں کرتا ہے:

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ O (الحشر 10:59)

یہ لوگ کہتے ہیں: اے ہمارے آقا! ہمارے گناہ بھی معاف کیجیو اور ان لوگوں کے گناہ بھی بخش دیجیو جو ہم سے پہلے ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے، اور ہمارے دلوں کو ایمان لانے والوں کے بارے میں بغض و کینہ سے محفوظ رکھیو۔ ہمارے پروردگار! آپ بہت زیادہ شفقت کرنے والے اور بے انتہا مہربانی فرمانے والے ہیں۔

استغفار کتنا محبوب عمل ہے اور اللہ تعالیٰ اسے کس قدر پسند فرماتے ہیں، اس کا اندازہ اس قرآنی خبر سے کیجئے جو سورہ المومن میں دی گئی ہے:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ O رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ O وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O (المومن 40:7-9)

وہ (فرشتے) جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد (مصروفِ عبادت) ہیں یہ سب اپنے رب کی حمد کے ترانے گاتے ہیں۔ اس پر ایمان لاتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں (تو یہ فرشتے عرض کرتے ہیں) اے ہمارے رب! آپ کی رحمت نے ہر چیز کو ڈھانپ لیا ہے اور آپ کا علم ہر کہ ومہ پر حاوی ہے پس ان لوگوں کے گناہ معاف کر دیجیو جو گناہوں سے توبہ کرتے اور آپ کے مقررہ راستے پر چلتے ہیں۔ آپ انہیں جہنم کے عذاب سے بچالیں۔ ہمارے

Marfat.com

آقا! آپ انہیں ان باغات میں داخل فرمالیں جو ہمیشہ رہیں گے اور جن کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، اور ان کے نیکوکار باپ دادوں، ان کی پاکباز بیویوں، ان کی اچھی اولادوں ان سب کو جنت میں جگہ دیجیو آپ ہر چیز پر غالب اور اچھی حکمت والے ہیں۔

(اے اللہ!) ان سب کو برائیوں سے بچائیو اور جنہیں آپ آج کے دن برائیوں سے بچالیں گے وہی آپ کے رحم کے مستحق قرار پائیں گے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اللہ! اللہ! رحمت وشفقت کا سمندر جوش میں ہے کہ عرش الٰہی کو اٹھانے والے مقدس اور معصوم فرشتے قیامت تک پیدا ہونے والے مومنین کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں، گڑگڑا کر ان کے لئے جنت کا سوال کرتے ہیں اور درِ مولیٰ پر کھڑے ہوکر یہ بھیک مانگتے ہیں کہ انہیں برائیوں سے محفوظ رکھیو...... اہل ایمان کے لئے کتنا عظیم مژدہ ہے! اللّٰہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

یہ تو اجمالی ذکر اس امرِ واقعہ کا تھا کہ حقیقت آشنا اور ایمان کی روشنی میں مستقبل کو دیکھنے والے مسلمان ہمیشہ اور ہر حال میں استغفار کرتے اور بصد عجز والحاح اپنے اور اپنے عزیزوں، بزرگوں، اپنے اسلاف اور تمام اہلِ ایمان کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دن بھی اس مغفرت طلبی میں گزرتے ہیں اور ان کی راتیں بھی اسی کامرانی کے حصول کے لئے وقف رہتی ہیں۔

اس اجمال کے بعد اب یہ دیکھئے کہ اللہ پر ایمان لانے والوں نے استغفار کا کس قدر اہتمام کیا اور از آدم علیہ السلام تا ایں دم اصحابِ رشد و ہدایت کا طرز عمل اس بارے میں کیا رہا...... اسوۂ ابرار کے اس پہلو پر جتنی تفصیلات دینی اور تاریخی کتابوں میں پائی جاتی ہیں ان کو جمع کرنا تو نہ ممکن ہے نہ مفیدِ مطلب، البتہ ہم اس امر کی کوشش ضرور کریں گے کہ انتہائی اختصار کے ساتھ یہ بتلائیں کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے اب تک یہ سلسلہ مغفرت طلبی اہلِ

Marfat.com

ایمان کا شیوہ رہا ہے اور ان سب نے اس ارشاد قدسی کی تعمیل میں مسابقت کا مظاہرہ کیا ہے کہ

میرے بندو! تم صبح وشام غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہو اور میں تمام خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پس تم مجھ ہی سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرو، میں تمہیں معاف کروں گا۔

Marfat.com

مغفرت طلبی کے چند نمونے

ارشادِ قدسی

⑤ یَا عِبَادِیْ! إِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ، وَأَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْلَکُمْ.

ترجمانی

میرے بندو! تم صبح و شام غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہو اور میں تمام خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پس تم مجھ ہی سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرو، میں تمہیں معاف کروں گا۔

سید الثقلین کا اسوۂ مبارکہ

عمومی حالات اور فرض نمازوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغفرت طلبی کے لئے مؤثر الفاظ تو استعمال فرماتے ہی تھے لیکن خصوصی احوال وکوائف میں آپ جس الحاح وزاری اور انابت و توجہ سے استغفار کرتے اس کا ایک سرسری اندازہ آپ کے ان الفاظ سے ہوسکتا ہے جو حضور تہجد کے وقت ادا کرتے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اسْتَیْقَظَ مِنَ اللَّیْلِ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ اَسْتَغْفِرُکَ لِذَنْبِیْ وَاَسْأَلُکَ رَحْمَتَکَ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنِیْ وَھَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَةً، اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ.

(ابوداؤد:5061)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ جب بھی رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو کہتے لا الـٰه الا انت ......الی آخره.

آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ ہر عیب سے پاک ہیں اور ہر خوبی سے موصوف ہیں۔ میرے مالک! میں آپ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتا ہوں، میں آپ سے آپ کی رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ میرے اللہ! مجھے مزید علم عطا فرمائیو اور جب کہ آپ نے مجھے اپنے سیدھے راستے پر چلا دیا ہے تو اب میرے دل کو ٹیڑھا ہونے سے بچائیو اور اپنی خصوصی رحمت سے مجھے نوازیو کہ آپ ہی تو ہیں جو ہر قسم کی عطاء و بخشش سے نوازا کرتے ہیں۔

عَنْ ابْنِ عَبَاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمِ کَانَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیَّامُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ ، اَنْتَ الْحَقُّ وَ وَعْدُکَ الْحَقُّ وَ لِقَاؤُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ. اَللّٰهُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰهِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. (ترمذی:3418)

اے اللہ! آپ ہی ہیں جو زمین و آسمان اور ان دونوں کے مابین ہر چیز کے محافظ و نگران ہیں۔ آپ ہی ہیں جو ہر صفت سے موصوف اور ہر قسم کی حمد و ستائش کے مستحق ہیں۔ آپ ہی زمین و آسمان اور دوسری ہر چیز کے تنہا مالک ہیں۔ آپ کے لئے حمد و ثنا ہے۔ آپ آسمان و زمین کا نور ہیں اور ہر چیز آپ ہی کی ذات سے منور ہے۔ آپ ہر ستائش کے سزاوار ہیں۔ آپ ہی سب سے بڑی حقیقت ہیں اور آپ کے تمام دعوے مبنی برحقیقت ہیں۔ آپ سے ملاقات یقینی ہے، آپ کا فرمان برحق ہے،

Marfat.com

جنت دوزخ کا وجود حقیقت ہے۔ محمد برحق ہیں اور قیامت کا آنا بھی یقینی ہے۔

اے میرے اللہ! میں نے اپنے آپ کو آپ کے سپرد کر دیا۔ میں آپ پر ایمان لے آیا، میں آپ ہی پر توکل و اعتماد کرتا ہوں۔ آپ ہی میری امید اور مرکز توجہ و انابت ہیں، میں جن سے اختلاف کرتا اور لڑائی مول لیتا ہوں وہ آپ ہی کے لئے، آپ ہی کی وجہ سے اور آپ ہی کی مدد سے ہے۔ میں تمام اُمور کا فیصلہ آپ ہی سے طلب کرتا ہوں، بس میرے گناہوں کو معاف کر دیجیو، میرے وہ گناہ جو میں نے اس سے پہلے کئے اور جو مجھ سے آئندہ سرزد ہوں گے، جو خطائیں مجھ سے خلوت میں ہوئی ہیں اور جو غلطیاں میں نے علانیہ کیں ان سب کو معاف فرما دیجیو۔ آپ ہی ہیں کسی کو آگے بڑھانے والے اور کسی کو پیچھے چھوڑ دینے والے، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہر قسم کی قوت و مدد اللہ کے سوا کہیں سے نہیں مل سکتی۔

تہجد کی یہ دعائیں اثر انگیزی کے اعتبار سے بے حد اہم تھیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان سے بھی کہیں زیادہ پُر زور اور رحمتِ الٰہی کو جوش میں لانے والی وہ دعائیں ہیں جو اللہ کے سب سے بڑے رسول نے سفرِ حج میں کی ہیں۔ آپ حج کے دوران عجیب والہانہ انداز میں دعائیں کرتے ہیں اور اس کثرت سے عجز و درماندگی کا اظہار کرتے ہیں کہ بندہ و آقا کا رشتہ اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ سامنے آ جاتا ہے۔

اللہ کے رسول صفا و مروہ کے مابین اپنے رب کی یاد اور اس کے حضور حاضری کے شوق سے سرشار سعی کر رہے ہیں اور زبان سے بصد عجز و الحاح عرض کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

(ترمذی: 479)

اے اللہ! ہم سب آپ سے ان ذرائع کا سوال کرتے ہیں جو آپ کی رحمت کو

Marfat.com

جذب کرنے والے ہوں، اور ان طریقوں کے حصول کی التجا کرتے ہیں جن سے آپ کی مغفرت کے اہم ترین مواقع حاصل ہوں۔ ہم ہر نیکی کی حفاظت کا سوال کرتے ہیں اور ہر گناہ سے محفوظ رہنے کی بھیک مانگتے ہیں۔

ہمارے آقا! ہمارا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑیو جسے آپ معاف نہ کر دیں، کوئی ایسا غم نہ ہو جسے آپ دور نہ کر دیں، کوئی ایسی پریشانی نہ چھوڑیئے جسے آپ ہٹا نہ دیں اور دنیا و آخرت کی کوئی ایسی حاجت نہ ہو جسے آپ پورا نہ کر دیں۔

سید الاوّلین والآخرین بآبانا ھو وامہاتنا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عاجزانہ مغفرت طلبی اور والہانہ گریہ وزاری کس حال میں کی؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں دعا مانگتے دیکھا۔ آپ نے دونوں ہاتھ سینہ تک اس طرح پھیلا رکھے تھے جس طرح کوئی مسکین کھانا مانگتا ہے۔ (بیہقی)

یہ اسوۂ حسنہ اور طرزِ عمل ہے اس ذاتِ اقدس کا جس سے گناہ کا سرزد ہونا ممکن نہیں تھا، جسے علیم وقدیر خدا کی حفاظت حاصل تھی اور جسے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ کی نوید سنا دی گئی تھی۔

اس باب میں سچی حقیقت یہ ہے کہ گناہ کا خوف سب سے زیادہ اس شخص پر طاری ہوتا ہے جس کا دل معصیت کے جذبات سے پاک ہو، اور گناہ سے بے خوف وہ بدبخت ہوتا ہے جو معصیت و نافرمانی سے بار بار آلود ہو اور جس کا دل خواہشات وشہوات کا مرکز بن چکا ہو۔

Marfat.com

اللہ کی بادشاہت

ارشاد

⑥ یَا عِبَادِیْ! اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّیْ فَتَضُرُّوْنِیْ، وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِیْ فَتَنْفَعُوْنِیْ.

⑦ یَا عِبَادِیْ! لَوْاَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَا زَادَ ذٰلِکَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا.

⑧ یَا عِبَادِیْ! لَوْاَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ مِنْکُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُلْکِیْ شَیْئًا.

ترجمانی

میرے بندو! تم سب کے سب مل کر بھی اس مقام پر نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے کسی قسم کا نقصان پہنچا سکو اور نہ ہی تم مجھے نفع پہنچا سکتے ہو۔

میرے بندو! اگر تمہارے آباء واجداد (جو تم سے پہلے ہو گزرے) اور تمہاری اولادیں (جو تمہارے بعد تمہاری جانشین ہوں گی) تمام انسان اور جن، یہ سب کے سب تم میں سے ایسے شخص جیسا پاک اور متقی دل رکھیں جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو تو اس سے میری مملکت میں کچھ بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اگر یہ سب کے سب، تم میں سے سب سے بڑے فاجر اور اطاعت شکن انسان کے دل جیسا فاسق و فاجر دل رکھیں تو اس سے میری بادشاہت میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوگی۔

تفہیم

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ میں سے ایک صفت شکور ہے اور دوسری صمد۔ شکور ہونے کا

Marfat.com

تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی کی قدر افزائی فرماتے ہیں، اس سے خوش ہوتے ہیں اور اس نیکی کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ بسا اوقات ذرّہ پہاڑ بن جاتا ہے۔ لیکن نیکی کی یہ عزت وتکریم اس لئے نہیں کہ اللہ عزوجل اس کے محتاج ہیں اور اگر انسان نیکی اختیار نہ کرے تو اس سے اللہ رب العزت کی شان میں کمی واقع ہو جائے گی۔ وہ ہر قسم کی ضرورت واحتیاج سے پاک ہیں، وہ قطعی طور پر بے نیاز ہیں اور ان کی صمدیت کا تقاضا ہے کہ وہ ہر نوع کی ستائش، عبادت، اطاعت اور حمد وثنا کی محتاجگی سے پاک ہوں۔ وہ اپنے غلاموں کی نیکیوں پر اتنے خوش ہوتے ہیں کہ ان کی معمولی سے معمولی اطاعت کو بے انتہا اہمیت دیتے ہیں اور ذرّے کو پہاڑ بنا دیتے ہیں تو یہ سب کچھ صرف اس لئے ہے کہ وہ نیکی کے قدرداں ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ ان کا بندہ اس دنیا کی گوناگوں آلائشوں کے باوجود لغزشوں اور خطاؤں کی پستی سے بچ نکلا اور نیکی کی بلندی پر فائز ہو گیا تو وہ اپنے کم زور وناتواں غلام کی ہمت بڑھاتے ہیں، اس پر اپنی خوشنودی کا اظہار فرماتے ہیں، اسے آگے بڑھنے کے لئے اتنی بشارتیں سناتے ہیں کہ اس کے اندر مزید اوپر چڑھنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح وہ اس بات سے بہت بلند ہیں کہ اگر ان کی نافرمانی کی جائے تو اس سے ان کی شان میں کوئی کمی واقع ہو جائے...... یا کوئی بڑے سے بڑا گروہ...... بلکہ ان کی پوری مخلوق یکجا ہو کر...... ان سے بغاوت کا اعلان کر دے تو اُن کی عظمت...... ان کی مملکت، ان کے تصرف، ان کے اختیار اور ان کے احکم الحاکمین ہونے کی حیثیت میں کوئی رخنہ واقع ہو جائے۔

یہاں جو بنیادی حقیقت ذہنوں میں مستحکم ہونے کی مستحق ہے وہ یہ ہے کہ خالق اور مخلوق میں حقیقی امتیاز یہ ہے کہ مخلوق از خود کسی چیز، کسی عہدے، کسی اختیار، کسی صلاحیت، کسی خوبی اور کسی ہنر کی مالک نہیں ہے...... بادشاہ اسی وقت تک بادشاہ ہے جب تک اس کی رعایا اسے بادشاہ تسلیم کرے۔ اگر رعایا باغی ہو جائے تو وہ بادشاہ کو تخت سے اُتار سکتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی بادشاہت کا دارومدار افراد ورعیّت کی اطاعت ووفاداری پر ہے، وہ از خود کسی چیز کا مالک نہیں۔ نہ اس نے اپنی رعایا کو پیدا کیا ہے، نہ وہ ان کے رزق کو

Marfat.com

زمین سے اگاتا ہے، نہ ان کے لئے پانی برساتا ہے، نہ اسے ان کی صحت و زندگی پر تصرف حاصل ہے اور نہ اس کے ہاتھ میں ان کے مرنے کی باگ ڈور ہے...... وہ سرتاپا احتیاج ہے اور سچی بات یہی ہے کہ وہ اپنی رعیّت کی اطاعت کا محتاج ہے۔

اس کے برعکس اللہ رب العزت کی حیثیت یہ ہے کہ انہوں نے تمام انسانوں اور اس پوری کائنات کو بغیر کسی کی مدد کے پیدا فرمایا۔ اس کائنات کی حفاظت وہی فرماتا ہے۔ اگر وہ ذرا سی غفلت برتیں تو گردش کرنے والے دو سیاروں میں ٹکراؤ ہو جائے اور پوری کائنات اس ٹکراؤ سے پیدا ہونے والی آگ سے بھسم ہو کر رہ جائے۔ پھر وہ جنّ و انس کی شاہ رگِ حیات پر کامل تصرّف رکھتے ہیں اور وہ جس لمحہ جسے چاہیں اور جہاں چاہیں، زیست سے محروم کر کے موت کی آغوش کے حوالے کر سکتے ہیں۔

وہ ہوا، خلاء، فضا، سمندر، خشکی، سیاروں، ستاروں، کرّوں، ذرّات اور آفاق و انفس پر حکمرانی فرماتے ہیں اور اس حکمرانی میں وہ تنہا ہیں، ان کا کوئی شریک نہیں۔

مخلوق کی اس سرتاقدم محتاجگی اور خالقِ اکبر جل وعلا کی اس ہمہ گیر قدرت و تصرف کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ اگر تمام مخلوق کا ایک ایک فرد ان کی اطاعت میں کمال کے درجہ پر پہنچ جائے تو اس سے اللہ عزوجل کی شان و عظمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا اور سب مل کر بھی بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہو جائیں تو وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی مملکت کو نہ ان سے چھین سکتے ہیں اور نہ ان کی ذاتِ اقدس کو ذرّہ برابر نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

ہاں یہ بالکل درست ہے کہ اگر انسان اپنے مالک و آقا کی اطاعت کرے گا تو وہ انہیں خوش کر کے اپنی بگڑی کو بنالے گا اور اپنی دنیا و آخرت کو سنوارے گا، اور اگر وہ سرکشی و نافرمانی کی راہ اختیار کرے گا تو اپنے آپ کو ہلاک تو ضرور کر لے گا، لیکن اس کے ماتھے کے بال رہیں گے قادرِ مطلق خدا کی مٹھی میں ہی...... وہ جب چاہے گا اسے اس سرکشی کا مزا چکھا دے گا اور جس وقت وہ ناراض ہوگا، اسے ایسی سزا دے گا جس سے اسے نجات دلانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

Marfat.com